جلد چہارم

حصہ ہشتم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق نہایت واضح اور مفصل بیان جو ۲۲۳ مضامین پر مشتمل ہے۔

مؤلفہ

مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب القاسمی مدظلہ العالی

اُستاذِ حدیث مدرسہ ریاض العلوم گورینی جون پور

پسند فرمودہ

حضرت مفتی نظام الدین شامزئی رحمہ اللہ

اُستاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ناشر

زمزم پبلشرز

نزد مقدس مسجد اُردو بازار کراچی

جَامِع دُعا

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور، دعائیں تو آپ نے بہت سی بتادی ہیں اور ساری یاد رہتی نہیں کوئی ایسی مختصر دُعا بتا دیجیے جو سب دُعاؤں کو شامل ہو جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی۔ (ترمذی)

أَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ
مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ
نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَأَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

(ترمذی شریف)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

خدائے پاک کا بے انتہا فضل و کرم ہے کہ شمائل کبریٰ کی یہ آٹھویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

سلسلہ شمائل کی یہ آٹھویں جلد ہے اور طہارت و نماز کے سلسلہ کی یہ تیسری جلد ہے۔

اس جلد میں سیّد الکونین پیغمبر دو عالم ﷺ فداہ ابی و امی کی صلوٰۃ اللیل، نماز تہجد، تراویح، وتر، اشراق، چاشت، تحیۃ الوضو والمسجد، نماز استخارہ، صلوٰۃ التسبیح، نماز کسوف و خسوف و استسقاء و دیگر نوافل اور نماز جمعہ، نماز عید و بقر عید و نماز سفر کے متعلق آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو نہایت ہی بسط و تفصیل کے ساتھ مستند حوالوں کو بقید جلد و صفحات کے بیان کیا گیا ہے۔

اس کے بعد نہم، دہم میں نماز جنازہ زکوٰۃ، روزہ، رویئت ہلال، اعتکاف وغیرہ کے متعلق آپ کے پاکیزہ شمائل کا بیان آ رہا ہے۔

ہمارے مخلص محترم مولانا محمد رفیق عبدالمجید صاحب، زمزم پبلشرز سے اس کی اشاعت کر کے امت میں سنت کی ترویج اور شیوع کی عظیم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ خدائے پاک ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو دارین کی سعادت و خوشحالی سے نوازے اور مکتبہ کو فروغ اور ترقی عطا فرمائے احیاء سنت اور ترویج شریعت میں ان کو امتیازی شان حاصل ہو۔ آمین۔

خدائے وحدہ لاشریک سے دعا ہے کہ شمائل کے اس وسیع سلسلہ کو جوامت کے لئے سنت اور دارین کی کامیابی کا ایک قیمتی سرمایہ ہے خلوص و عافیت کے ساتھ پائے تکمیل تک پہنچائے۔ رہتی دنیا تک امت کے ہر طبقہ کو اس سے مستفید فرمائے۔ عاجز کی لغزشوں کو معاف فرما کر ذخیرہ آخرت سرمایہ نجات اپنی رضا و تقرب کا باعث بنائے۔ آمین

والسلام

محمد ارشاد القاسمی بھاگل پوری ثم لکھنوی
استاذ حدیث مدرسہ ریاض العلوم، گوریني جون پور

رجب ۱۴۲۳ھ ستمبر ۲۰۰۲ء

صلوٰۃ اللیل

نماز تہجد کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل وطریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں آرام فرماتے اور آخر رات میں بیدار ہو کر نماز پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سوتے (عشاء کے بعد) اور آخر رات میں بیدار ہوتے اور نماز (تہجد) پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۴، نسائی صفحہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سوتے اور آخر رات میں عبادت فرماتے۔ (مسلم صفحہ ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ پاک کے نزدیک سب سے محبوب اور پسندیدہ نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور محبوب روزہ یہی صوم داؤدی ہے کہ نصف شب تک سوتے تھے اور تہائی رات میں اٹھ جاتے تھے پھر رات کے چھٹے حصے میں (بالکل آخر شب) آرام فرماتے اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت طیبہ تھی کہ شروع رات میں سو جاتے اور آرام فرماتے اور کبھی نصف شب میں یا اس کے بعد یا دو تہائی گزرنے کے بعد اٹھتے اور نماز میں لگ جاتے، گویا نصف شب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت الٰہی میں لگ جاتے موقعہ اور طبیعت کے اعتبار سے تھوڑا آگے پیچھے ہو جاتا، آخر شب اٹھ کر عبادت کرنے کے بڑے فوائد ہیں، صحت اور جسمانی اعتبار سے بھی مفید ہے اس وقت کی بادنسیم صحت کے لئے بہت مفید ہے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد طبیعت میں نشاط رہتی ہے اس وقت خدائے پاک کا اعلان بھی ہوتا ہے کہ کوئی ہے مغفرت چاہنے والا، یعنی یہ وقت خدائے پاک کا بندوں کی طرف توجہ کرنے کا ہوتا ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۱۶)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ اس وقت اس لئے بیدار ہو کر نماز پڑھتے تھے اور عبادت کرتے تھے کہ یہ وقت نزول رحمت اور سکون اور طمانیت ہوتا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

لہٰذا عبادت میں طبیعت منشرح رہتی ہے۔

ایسے وقت میں اگر نماز کسی ضعف و نقاہت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تو سوئے نہیں ذکر و استغفار میں گزارے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تہجد کے لئے کس وقت بیدار ہوتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس وقت بیدار ہوتے تو فرمایا جب مرغ کی آواز سنتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

اشعث نے بیان کیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ کی آواز سنتے تو اٹھ جاتے اور نماز پڑھتے۔

(بخاری، مسلم صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ ۱۹۷)

فائدہ: اس زمانہ میں گھڑی وغیرہ کی سہولت حاصل نہیں تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرغ رکھا کرتے تھے تاکہ اس کی آواز اور بانگ سے آپ اٹھ جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں بھی جاتے تو مرغ ساتھ رکھتے کہ آپ سفر میں بھی اہتمام سے تہجد پڑھا کرتے تھے دیکھئے۔ شمائل کبریٰ صفحہ۔

مرغ کس وقت بانگ اور آواز دیتا ہے، علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں، حافظ نے فتح الباری میں ایک احتمال یہ بیان کیا ہے کہ مرغ اکثر یہ نصف رات کے قریب آواز دیتا ہے جیسا کہ محمد ابن ناصر نے کہا اس اعتبار سے حضرت ابن عباس کی روایت کے موافق یہ بات ہو جائے گی کہ آپ نصف کے قریب بیدار ہوتے تھے۔ اس کے مقابلہ میں ابن بطال کا قول ہے مرغ تہائی رات کے قریب بانگ دیتا ہے۔

(فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۱۷، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

صاحب سفر السعادۃ نے بیان کیا کہ مکان اور زمانہ کے اعتبار سے مرغ کے بانگ میں فرق ہوتا ہے حجاز میں مرغ نصف شب کے بعد اکثر بانگ دینے لگتا ہے اور ہمارے بلاد ہند میں تہائی رات کے اخیر میں بانگ دیتا ہے۔ (حاشیہ ابی داؤد صفحہ ۱۸۷)

خیال رہے کہ مرغ آخر رات میں بانگ دیتا ہے ممکن ہے کہ عرب کے مرغ نصف شب میں بانگ دیتے ہوں ورنہ عموماً ہند میں جیسا کہ دیکھا جاتا ہے صبح صادق سے قریب ایک گھنٹہ پون گھنٹہ کے بانگ دیتا ہے۔ ملا علی قاری نے بیان کیا کہ مختلف موقعہ پر مختلف عادتیں آپ کے بارے میں تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عادت کو بیان کیا۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اکثر و بیشتر مرغ ثلث لیل (دو تہائی شب گزرنے کے بعد) بانگ دیتا ہے اسی وقت کو آپ نے عبادت کے لئے پسند کیا چونکہ نزول الٰہی کا وقت ہوتا ہے۔ (عمدۃ جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کبھی چھوڑتے نہیں تھے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تہجد کی نماز پڑھنا چھوڑتے نہیں، اگر بیمار ہوتے یا تعب و سستی ہوتی تو بیٹھ کر پڑھتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۴۹، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵، ابوداؤد صفحہ ۱۸۴)

سفر میں بھی تہجد پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں (کبھی پہلے اور بعد کی سنتیں نہ پڑھتے مگر رات کی نماز تہجد پڑھتے۔ سواری ہی پر پڑھتے جس رخ بھی سواری کا ہوتا۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸)

ضعف اور نقاہت کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کھڑے ہو کر پڑھتے تھے اور جب عمر ہو گئی (ضعف ہو گیا) تو بیٹھ کر پڑھتے تھے (مگر چھوڑتے نہ تھے)۔ (ابن ابی شیبہ، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۸۸)

فائدہ: آخر رات میں چونکہ اللہ پاک کا قرب خاص ہوتا ہے اور مناجات الٰہی کا خاص وقت ہوتا ہے خدائے پاک کی توجہ بندے کی طرف مبذول ہوتی ہے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کا سفر و حضر میں اہتمام فرماتے بعض علماء کی یہ بھی رائے کہ یہ آپ پر واجب تھی۔

تہجد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے تو کیا کیا کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں رات گزاری (تا کہ آپ کا شب میں عمل مبارک دیکھ لوں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں سو گئے پھر آدھی رات کے قریب یا اس سے تھوڑا قبل یا تھوڑا بعد بیدار ہوئے، اور نیند کے آثار چہرے مبارک سے ہاتھوں سے دور فرمانے لگے پھر (بیٹھے بیٹھے) سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں (ان فی خلق السمٰوات والارض سے آخر سورہ تک) پڑھی پھر کھڑے ہوئے اور لٹکے ہوئے مشکیزے کی طرف (پانی لینے کے لئے) متوجہ ہوئے پھر اس پانی سے وضو فرمایا، اور اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نصف شب کے قریب بیدار ہو جاتے۔ ہاتھوں کو چہرہ انور پر پھیر کر نیند کے آثار کو دور کرنے لگتے۔ پھر وضو سے قبل سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھتے۔ پھر وضو فرماتے۔ پس رات میں تہجد میں اٹھنے کا مسنون طریقہ اور نماز سے قبل یہ ہے کہ اولاً نیند کے ظاہری آثار کو آنکھ اور

منہ سے دور کرے اور ملے۔ پھر بیٹھے بیٹھے سورہ آل عمران کی آخری آیتیں پڑھے۔ پھر اس کے بعد وضو کرے، مسواک کرے، وضو کے بعد عطر لگائے، اپنے پاس نہ ہو تو اہل خانہ کے پاس سے لے کر لگالے، اس کے بعد اولاً ہلکی دو رکعت پڑھے، اس کے بعد حسب نشاط دو، دو رکعت کر کے حسب وسعت لمبی سورتیں پڑھے، پھر وہ مسنون دعائیں جو تہجد کے ذیل میں ہیں جیسا "الدعاء المسنون" میں بیان کیا گیا ہے پڑھے پھر استغفار پڑھتا رہے، اور موقعہ جاگ کر ذکر اذکار میں رہے یا سو جائے اور فجر کی اذان ہوتے ہی اٹھ جائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسواک دان میں مسواک رہتی، جب آپ رات میں بیدار ہوتے تو پاخانہ پیشاب سے فارغ ہوتے، مسواک کرتے، وضو کرتے، پھر اپنی بیویوں سے خوشبو حاصل کر کے لگاتے۔ (قیام اللیل صفحہ۲۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رات میں بیدار ہوتے، نظیف عمدہ کپڑے پہنتے، بہترین خوشبو لگاتے پھر نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ (قیام اللیل صفحہ۱۱۲)

تہجد کی نماز کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو نماز کو اس دعا سے شروع فرماتے (یعنی تکبیر تحریمہ) کے بعد یہ پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ رَبَّ جِبْرَئِيْلَ وَمِيْكَائِيْلَ وَ إِسْرَائِيْلَ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ، اِهْدِنِي لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَاءُ إِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ"

(مسلم صفحہ۲۲۱۳، ابن خزیمہ صفحہ۱۸۵)

ترجمہ: "اے جبرئیل و میکائیل و اسرائیل کے رب، زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے، غیب حاضر کے جاننے والے، آپ ہی بندوں کے اختلاف امور میں فیصلہ کرنے والے ہیں، اختلاف کی صورت میں اپنے حکم کی رہنمائی فرما، آپ ہی جسے چاہتے ہیں سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتے ہیں۔"

تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے:

"لا الٰه الا انت سبحانك، اللهم انى استغفرك من ذنوبى، واسئلك رحمتك، اللهم زدنى علما ولاتزغ قلبى بعد اذ هديتنى وهب لى من لدنك رحمة انك

انت الوهاب" (ابوداؤد، نسائی ۲۴۲)

ترجمہ: "نہیں کوئی معبود آپ کے سوا، آپ پاک ہیں۔ اے اللہ اپنے گناہوں پر آپ سے مغفرت چاہتا ہوں، آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں، اے اللہ میرے علم میں زیادتی فرما، ہدایت کے بعد میرے دل کو کج نہ فرما، اپنی جانب سے رحمت عطا فرما، یقیناً آپ خوب بخشنے والے ہیں۔"

(مزید تفصیل سے تہجد کے موقعہ کی دعاؤں کے لئے "الدعاء المسنون" دیکھئے)۔

تہجد کی نماز کی ابتداء میں اولاً دو رکعت ہلکی پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کی نماز پڑھتے تو اولاً ہلکی دو رکعت پڑھتے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۵، مسلم، طحاوی، مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۳۰، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۶)

حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (تہجد) کو غور سے دیکھوں (تو دیکھا) کہ آپ نے اولاً دو ہلکی رکعت پڑھی، پھر دو رکعت طویل تین مرتبہ پڑھی پھر دو رکعت ذرا اس سے ہلکی پھر اس سے ہلکی پڑھی پھر وتر پڑھی، اس طرح تیرہ رکعت ہوئی۔ (مسلم، مشکوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو نماز تہجد کیلئے اٹھے تو دو ہلکی رکعت سے شروع کرے (یعنی دو رکعت ہلکی پڑھ لے پھر لمبی لمبی پڑھے) (ابن خزیمہ صفحہ ۱۸۳)

اکثر تہجد کی نماز بہت طویل پڑھتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد میں شریک ہوگیا آپ بہت دیر تک کھڑے پڑھتے رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اتنا طویل کیا کہ میں برا ارادہ کرنے لگا پوچھا کیا برا ارادہ۔ فرمایا، کہ آپ کو چھوڑ دوں اور میں بیٹھ جاؤں۔ (بخاری ۱/۱۵۳، مسلم ۲۶۴، سبل ۲۸۳)

فائدہ: آپ کافی دیر تک کھڑے تہجد میں قرآن پڑھتے رہے جس کو حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے، اور آپ کو پڑھتا چھوڑ کر الگ ہو جانے کا ارادہ کیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات تہجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوگیا آپ نے سورہ بقرہ شروع فرمادی، میں نے (دل میں) کہا سو آیتیں پڑھنے کے بعد رکوع کرلیں گے۔

(آپ پڑھتے رہے) پھر میں نے سوچا دو سو آیتوں کے بعد سجدہ کرلیں گے، مگر آپ پڑھتے رہے میں نے سوچا ختم پر رکوع کریں گے، مگر آپ پڑھتے رہے یہاں تک کہ سورۃ آل عمران شروع فرمادی، اسے پورا پڑھا سورۃ نساء شروع فرمادی، اسے بھی پورا پڑھ دیا، اور (جلدی نہیں پڑھتے تھے) ترتیل سے پڑھا۔

(نسائی صفحہ ۲۴۶، مسلم صفحہ ۲۶۴)

آپ ﷺ بسا اوقات تہجد کی ایک ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ آل عمران سورہ نساء، سوا پانچ پارے پڑھ لیتے۔ (اتحاف الخیرہ صفحہ ۱۲۳)

آپ ﷺ اس قدر تہجد پڑھتے کہ پیروں پر ورم آجاتا

حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ اس قدر نماز پڑھتے کہ آپ کے پیر مبارک پر ورم آجاتا۔ جو آپ سے کہا جاتا تو آپ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲، شمائل صفحہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دیر دیر تک تہجد کی نماز میں کھڑے رہنے سے پیروں میں ورم آجاتا، آپ یہ مشقت اس شکر میں اٹھاتے کہ خدائے پاک نے آپ کی مغفرت فرمادی تھی، حافظ ابن حجر نے ابن ابطال سے لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ عبادت میں کثرت سے مشقت اور تکلیف ہو جائے تو اس کی گنجائش ہے۔ (فتح الباری جلد ۳ صفحہ ۱۵)

آپ کا مشقت اٹھانا معرفت اور محبت کے کمال کی بات ہے، معرفت اور محبت کی وجہ سے مشقت کا برداشت کرنا سہل اور آسان ہو جاتا ہے، دیکھئے اہل دنیا کو۔ ہاں البتہ مشقت برداشت نہ ہو سکے، اور ملال اور رنج کا باعث ہونے لگے تو حافظ نے بیان کیا کہ چھوڑ دے، لیکن خیال رہے کہ یہ نوافل کے بارے میں ہے، فرائض کی ادائیگی میں ملال ہو تکلیف ہو ادا کرنا ہے، اولاً فرائض شرعیہ میں مشقت اور تکلیف نہیں تمام فرائض شرعیہ میں تکلیف اور مشقت نہ ہونے کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اسی وجہ سے تو اگر کھڑے ہو کر نماز سے تکلیف ہوتی ہو تو بیٹھ کر گنجائش دی گئی ہے ہاں البتہ عادت کے نہ ہونے کی وجہ سے نفس کو گراں گزرنا اور بات ہے اور نفس ہی کی مخالفت تو ملحوظ ہے عبادت میں۔

اکثر تہجد کھڑے ہو کر پڑھتے

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ تہجد اس قدر کھڑے ہو کر پڑھتے کہ آپ کے پیر میں ورم ہو گیا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲، نسائی صفحہ ۲۴۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ تہجد کی لمبی لمبی رکعت کھڑے ہو کر پڑھتے چنانچہ جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع بھی کھڑے ہونے کی حالت میں فرماتے۔ (مختصرا صفحہ ۲۴۴، نسائی صفحہ ۲۴۴، ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک ورم کر جاتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: آپ ﷺ لمبی لمبی رکعتیں کھڑے ہو کر پڑھتے تھے البتہ آخری عمر میں کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھنے لگے تھے۔

کبھی بیٹھ کر پڑھتے پھر رکوع کا وقت ہوتا تو کھڑے ہو کر پڑھتے پھر رکوع

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو میں نے (تہجد) بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا

یہاں تک کہ آپ ضعیف وکمزور ہوگئے تو آپ نماز (تہجد) بیٹھ کر پڑھتے (چونکہ طویل قرأت کرنا مشکل ہوتا تھا) پھر جب تیس، چالیس آیت باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہوتے تو پھر پڑھ کر رکوع فرماتے۔

(نسائی صفحہ۲۴۴، طحاوی جلد اصفحہ۲۰۰)

فائدہ: یعنی اس ضعف کی حالت میں بھی آپ بیٹھ کر اٹھ جاتے اور تیس، چالیس آیت کی تعداد کھڑے ہوکر پڑھتے تب رکوع میں جاتے باوجودیکہ آپ کا ثواب بیٹھ کر پڑھنے کی وجہ سے گھٹتا نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر پڑھنے کے بعد رکوع کھڑے ہوکر کچھ قرأت کر کے کرسکتا ہے آپ ﷺ کمزوری کی وجہ سے بیٹھ کر طویل قرأت کرتے پھر جب تیس آیتیں باقی رہ جاتیں تو کھڑے ہوکر پڑھتے اور رکوع کرتے افسوس جس نماز کا آپ نے اہتمام کیا آج وہ نماز امت سے یکسر چھوٹ چکی ہے۔

آخر عمر میں بیٹھ کر پڑھنے لگے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو بیٹھ کر (ہمیشہ) نماز (تہجد) پڑھتے نہیں دیکھا، ہاں مگر جب کہ عمر ہوگئی (ضعیف ناتواں ہوگئے) بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ (نسائی صفحہ۲۴۴، بخاری صفحہ۱۵۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی مگر اکثر نماز آپ بیٹھ کر پڑھتے۔

(نسائی صفحہ۲۴۵)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ وفات سے ایک سال قبل آپ کو بیٹھ کر نماز پڑھتے دیکھا۔ (نسائی صفحہ۲۴۵)

اکثر وبیشتر تہجد دو دو رکعت پڑھتے

حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ جب تہجد پڑھتے تو دو رکعت پر سلام فرماتے۔ (مطالب عالیہ صفحہ۱۴۰، مسند احمد جلد۵ صفحہ۴۱۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے رات میں تہجد کی آٹھ رکعتیں پڑھیں جس میں رکوع وسجدہ قیام کی مقدار فرماتے تھے اور دو رکعت پر سلام فرماتے تھے۔ (مجمع صفحہ۲۴۶)

فائدہ: ابن قیم نے لکھا کہ آپ ﷺ (اکثر) تہجد دو دو رکعت پڑھتے۔ (زاد المعاد صفحہ۲۲۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ ﷺ سے رات کی نماز کے بارے میں (کیسے پڑھی جائے) پوچھا تو آپ نے فرمایا دو، دو رکعت۔ (نسائی صفحہ۲۴۶)

کبھی چار چار بھی پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ

رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے، اس کے حسن اور طول کو نہ پوچھئے، پھر چار رکعت پڑھتے اس کے حسن اور طول کو نہ پوچھئے پھر تین رکعت پڑھتے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۳، بخاری صفحہ ۱۵۴)

کبھی تہجد کی آٹھ رکعت ایک نیت سے بھی پڑھتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (کبھی تہجد کی نماز) آٹھ رکعت پڑھتے اور قرأت رکوع سجدہ سب برابر مقدار میں کرتے اور تشہد صرف آخر میں پڑھتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۹۱، ابن خزیمہ صفحہ، زاد المعاد صفحہ ۳۲۹)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آٹھ رکعت ایک ہی مرتبہ بلا بیچ میں سلام کے پڑھتے، ایک سلام سے آٹھ رکعت پڑھنے میں کوئی اختلاف نہیں، البتہ آٹھ رکعت سے زائد پڑھنا مکروہ ہے۔ (فتح القدیر صفحہ ۴۴۶)

دن میں نفل چار رکعت اور رات میں دو رکعت بہتر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ میں نے نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا رات کی نماز کے بارے میں تو آپ نے فرمایا دو، دو رکعت، میں نے پوچھا اور دن کی نماز، تو آپ نے فرمایا چار، چار رکعت۔

فَائِدَہ: جمہور علماء کے نزدیک دن ہو یا رات دو، دو رکعت افضل ہے حضرت امام محمد وابو یوسف رَحِمَہُمَا اللّٰہُ تَعَالیٰ کے نزدیک رات میں نماز دو، دو رکعت اور دن میں چار افضل ہے اور امام صاحب کے نزدیک دن رات میں چار، چار رکعت افضل ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۴۵، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۹۷، بیہقی، عبد الرزاق)

خود بھی پڑھتے اہل عیال کو بھی پڑھنے کے لئے اٹھاتے

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ان کے دروازے کو ایک رات کھٹکھٹایا اور فرمایا تم لوگ نماز (تہجد) کیوں نہیں پڑھ رہے ہو۔ (مختصر از بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۲)

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ ایک شب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تہجد کے لئے بیدار ہوئے تو فرمایا آج رات کس قدر فتنے اتارے گئے، اور کس قدر خزانے کھولے گئے۔ (آپ کو کشف ہوا اسی کو بیان فرمایا۔ حجرے والیوں (ازواج مطہرات) کو جگادو۔ کتنی عورتیں ایسی ہیں جو دنیا میں کپڑے پہنیں ہیں اور آخرت میں ننگی رہیں گی۔ (بے پردگی اور عریانیت کی سزا میں)۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲)

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رات میں جس قدر خدا چاہتا نماز پڑھتے رہتے یہاں تک کہ جب رات ہو جاتی تو آپ ازواج مطہرات کو نماز کے لئے جگاتے اور فرماتے نماز، نماز پھر یہ آیت تلاوت فرماتے "وأمر اھلك بالصلوٰة واصطبر علیھا" اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور ان کو مضبوطی سے جمے رہنے کو کہئے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۱۶، مصنف ابن عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سنت ومستحب یہ ہے کہ تہجد خود بھی پڑھے اور اپنے اہل عیال کو پڑھنے کی تعلیم کرے ان کو بھی ترغیب دے تاکہ ان کو بھی عبادت کی عادت ہو اور اس بیش بہا فضیلت سے وہ بھی مشرف ہوں۔

اہل وعیال گھر والوں کو تہجد کے لئے اٹھانے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آدمی اپنے اہل (بیوی وغیرہ کو) رات میں اٹھاتا ہے اور دونوں ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو ان دونوں کو ذاکرین اور ذاکرات میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (نسائی، ابن ماجہ، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۲۹، سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۵۰۱، الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۸۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شب میں تہجد پڑھتے رہتے جب آخر رات ہوتی تو اپنی بیوی کو اٹھاتے۔ (قیام اللیل)

محمد بن طلحہ کہتے ہیں میرے والد رات میں اپنی بیوی کو، لڑکیوں کو، خادموں کو نماز میں اٹھاتے، اور فرماتے دو ہی رکعت چاہے پڑھ لو۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۰۱)

رحمت کی دعا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک کی اس شخص پر رحمت ہو جو رات کو اٹھا اور نماز پڑھنے لگا اور اس نے اپنی بیوی کو بھی اٹھایا پس اگر وہ نہ اٹھ سکی تو اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارا، اسی طرح اس عورت پر خدا کی رحمت ہو جو رات کو اٹھی اور نماز میں لگ گئی اور اپنے شوہر کو بھی اٹھایا اگر شوہر نہ اٹھا تو اس کے چہرے پر پانی کا چھینٹا مارا۔ (ابوداود، نسائی صفحہ ۲۳۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اہل بیوی اور اولاد کو نوافل کا بھی عادی بنائے، تہجد کا بھی ترغیب، اور سستی اور غفلت کے اسباب کو دور کرے، افسوس کہ آج کے اس دور میں فرائض وواجبات کی ترغیب دی جاتی نہیں، ان نوافل کی کیا دیں گے۔

تہجد پڑھنے کے سلسلے میں وقت کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف عادتیں

اکثر وبیشتر تو آپ آخر رات میں اٹھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع رات میں سو جاتے اور آخر رات میں بیدار ہوتے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، زرقانی جلد ۵ صفحہ ۶۷)

حضرت اسود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رات کی عبادت کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا آپ شروع رات میں سو جاتے، پھر جب سحر (آخر ثلث

لیل) ہوتا تو (بیدار ہوکر) طاق رات میں نماز ادا فرماتے (چونکہ وتر بھی پڑھتے تھے)۔ (مسند طیالسی جلد۲ صفحہ ۱۲۸)

مسروق نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کون سا عمل پسند تھا تو حضرت عائشہ نے جواب دیا، ہمیشگی والا عمل، پھر پوچھا کب اٹھتے، کہا جب مرغ بانگ دیتا تھا۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

فائدہ: گھڑی جب ایجاد نہیں ہوئی تھی تو آخر شب کا علم لوگ مرغ کی بانگ سے معلوم کر لیتے تھے ابن بطال نے بیان کیا کہ مرغ تہائی رات میں بانگ دیتا ہے یعنی دو تہائی رات گزرنے کے بعد تیسری تہائی میں، اسی وقت سحر کی ابتداء ہے جو صبح صادق تک باقی رہتی ہے، آپ کے پاس سفید مرغ تھا، جس کی آواز سے آپ بیدار ہوتے تھے۔ (فیض الباری جلد ا صفحہ ۴۱۳)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پسندیدہ نماز خدائے پاک کے نزدیک نماز داؤد ہے کہ وہ آدھی رات سوتے تھے تہائی رات عبادت فرماتے تھے، پھر چھٹے حصہ میں آخر رات صبح صادق کے قریب آرام فرماتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۲)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ کی عادت آخر رات میں اٹھنے کی تھی۔ (جلد ا صفحہ ۱۵۸)

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ ابوحذیفہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کا آخر وقت ہوتا تو آپ تہجد پڑھتے۔ (فتح الباری صفحہ ۳۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے وضو میں مسواک (ضرور) فرماتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز کے لئے اٹھتے تو مسواک فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳، نسائی صفحہ ۲۴۱)

فائدہ: سوکر اٹھنے کے بعد تہجد سے قبل آپ التزاماً مسواک فرماتے، چونکہ اس میں نظافت کے ساتھ دربار الٰہی میں حضوری کا اکرام ہے۔

وضو تہجد کے بعد عطر کا استعمال فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھتے، استنجا کرتے وضو فرماتے، مسواک فرماتے، پھر خوشبو کے لئے اہل خانہ کی طرف بھیجتے (تاکہ خوشبو لگائیں)۔

(بزار مجمع جلد۲ صفحہ ۲۶۳، سبل الہدیٰ جلد ا صفحہ ۲۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخر شب میں عطر کا استعمال فرماتے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود معطر ہونے کے مزید خوشبو کا استعمال تہجد کے وقت حضور الٰہی کے اکرام میں فرماتے۔ (شمائل کبریٰ صفحہ ۵۷۸)

کبھی وسط رات میں اٹھتے اور تہجد پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر بستر پر آتے اور سو جاتے پھر جب آدھی رات ہوتی تو بیدا ہو جاتے، اپنی ضرورت کی طرف متوجہ ہوتے، پانی کی طرف جاتے وضو فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۲۴۴، ابوداؤد صفحہ ۱۹۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ رات کو سو گئے یہاں تک جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ یا اس کے کچھ بعد آپ بیدار ہوئے اور اپنے چہرے سے نیند کے آثار پونچھنے لگے۔ اور سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں۔ (مسلم صفحہ ۲۶)

صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا میں نے آپ کی نماز شب پر نظر رکھی، تو میں نے دیکھا کہ آپ نے عشاء پڑھی اور سو گئے جب آدھی رات ہوئی تو جاگے۔

(مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۳۱۲)

فائدہ: معلوم ہوا کہ کبھی آپ آدھی رات کے قریب اٹھ کر بھی تہجد پڑھتے، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں "وكان يقوم تارة اذا انتصف الليل" جلد ۱ صفحہ ۳۲۸ بیشتر عادت شب آخر میں اٹھنے کی تھی۔

کبھی شروع رات میں سونے سے قبل پڑھنے لگتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ (کبھی) آپ عشاء کی نماز پڑھتے پھر نوافل پڑھتے، پھر اس کے بعد رات کی نماز پڑھتے اور سو جاتے۔ (مختصر مسند احمد صفحہ ۲۹۴، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: معلوم ہوا کہ اکثر بلکہ ہمیشہ تو آپ شب آخر میں تہائی رات کے بعد تہجد پڑھتے، کبھی شروع رات میں پڑھنے لگ جاتے اور کبھی وسط رات میں بھی اٹھ جاتے اسی لئے ایک صحابی کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے ہر حصہ میں عبادت کرتے تھے جس حصہ میں تم دیکھنا چاہو گے دیکھ لو گے۔

اگر کسی وجہ سے رات میں نہ پڑھ سکتے تو دن میں پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نماز پڑھتے تو اس پر ہمیشگی اختیار فرماتے اگر رات کی نماز تہجد کسی مرض یا شدت نیند یا تکلیف کی وجہ سے رہ جاتی تو دن کو بارہ رکعت پڑھ لیتے تاکہ عبادت اور اس کے دوام کی برکت باقی رہے۔

حضرت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند یا اور کسی عذر کی وجہ سے رات کا معمول (نماز ذکر وغیرہ) چھوٹ جائے تو اسے دن میں فجر وظہر کے درمیان پورا کر لینا ایسا ہے جیسے رات ہی میں

اس نے ادا کیا۔ (ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۵، ابوداؤد)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر رات کا کوئی معمول تہجد تلاوت ذکر وغیرہ عادت کے مطابق نہ کر سکا تو اسے دن میں ادا کرے چھوڑ نہ دے اس سے اس عمل کے برکات اور اثرات باقی اور مسلسل رہتے ہیں چھوڑ دینے سے یہ برکات ختم ہو جائیں گے بلکہ اصل عمل کو جو وہ کرتا تھا بسا اوقات ختم ہو جاتا اور پوری محروی ہو جاتی ہے۔

کبھی پوری رات نماز میں گزار دیتے

حضرت خباب بن الارت فرماتے ہیں کہ میں ایک رات نبی پاک ﷺ کی نماز کو خوب غور سے دیکھتا رہا پوری رات آپ نماز میں لگے رہے یہاں تک کہ صبح کے وقت آپ نے سلام پھیرا۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۲۹۷، ترمذی، نسائی صفحہ ۲۴۳)

فائدہ: آپ ﷺ کا اکثر یہ معمول بالکل پوری رات عبادت کا نہیں تھا، کبھی کبھی ذوق اور کمال اشتیاق میں ایسا ہوتا تھا۔ حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ آپ رات میں سوتے بھی اور عبادت بھی کرتے، البتہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں آپ آخر تک عبادت فرماتے تھے۔

کبھی ایک آیت بار بار پڑھتے ساری رات گزار دیتے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک پوری رات یہ آیت پڑھتے گزار دی:

"اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ، وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ"

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۹۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کبھی آپ ﷺ ایک آیت پڑھتے پوری رات گزار دیتے۔ (ترمذی، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۹۶)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آیت بار بار پڑھتے پڑھتے آپ نے صبح فرما دی۔
(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۷۳)

بیٹھ کر بھی طویل رکعتیں پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات میں کھڑے ہو کر بڑی لمبی لمبی نمازیں پڑھتے، اور بیٹھ کر بھی لمبی لمبی نمازیں پڑھتے، اور جب کھڑے ہو کر پڑھتے تو رکوع بھی (عموماً) کھڑے ہونے ہی کی حالت میں کرتے، اور بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع بھی بیٹھ ہی کر کرتے۔ (ابوداؤد) صفحہ ۱۳۷

فائدہ: آپ ﷺ لمبی لمبی نمازیں پڑھتے، جس طرح کھڑے اور قیام کی حالت میں لمبی نمازیں پڑھتے اسی طرح بیٹھ کر بھی پڑھتے۔

بسا اوقات جس مقدار سوتے اسی مقدار نماز پڑھتے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز (تہجد) پڑھتے پھر سو جاتے، پھر جس مقدار سوتے اسی مقدار تہجد پڑھتے، جس مقدار پڑھتے اسی مقدار آرام فرماتے اسی طرح سلسلہ رہتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، صفحہ ۲۴۲، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۸)

فائدہ: رات میں تہجد پڑھنے کے سلسلے میں آپ ﷺ کا مختلف عمل تھا ہمیشہ ایک ہی طریقہ اور مقدار نہیں تھا، جیسی طبیعت ذوق جیسا موقعہ ہوتا اسی اعتبار سے تہجد پڑھتے تاکہ امت کو سہولت حاصل رہے، کبھی آپ ساری رات صبح تک پڑھتے رہتے کبھی اکثر رات، کبھی جس قدر سوتے اسی قدر عبادت کرتے کبھی اس سے کم کبھی ایسا بھی ہوتا کہ تعب اور تکان و مرض کی وجہ سے نہ پڑھتے اور دن میں اسے پورا کرتے۔

کبھی مغرب سے عشاء تک بھی عبادت کرتے پھر تہجد بھی طویل ادا فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حضرت عباس نے کسی کام سے آپ ﷺ کے پاس بھیجا میں آیا تو آپ کو مسجد میں بیٹھا پایا (عبادت میں مشغول) تو مجھے ہمت نہ ہوئی کہ آپ ﷺ سے کوئی بات کروں، آپ نے مغرب ادا کی، اس کے بعد آپ نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ مؤذن نے عشاء کی اذان دی، آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر گھر تشریف لائے، یہاں چار رکعت نماز پڑھی ۔ پھر آپ ﷺ نے دو دو رکعت کر کے رات کی نماز بارہ رکعت پڑھی۔ (مختصراً سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۹۳)

فائدہ: اس طویل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب کے بعد عشاء تک مسلسل عبادت کی اس کے بعد عشاء کے بعد حسب معمول سو گئے پھر رات میں حسب معمول اٹھے اور تہجد ادا فرمائی۔ اس روایت کے پیش نظر صوفیہ کرام نے مغرب سے عشاء تک کی عبادت کی فضیلت کو ذکر کیا اور عباد کی ایک جماعت نے اس پر عمل کیا، چنانچہ امام غزالی نے احیاء میں اسے ذکر کیا ہے۔

تہجد کی رکعتوں کی مقدار کے متعلق آپ ﷺ کی مختلف عادتیں

❶ چار رکعت: حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات میں دو یا تین مرتبہ مسواک فرماتے، پھر جب رات کو نماز کے لئے اٹھتے تو چار رکعت پڑھتے نہ درمیان گفتگو فرماتے اور نہ کسی چیز کو کہتے اور دو رکعت پر سلام پھیر دیتے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۱۷)

فائدہ: یہ چار رکعت تہجد کی نماز آپ کبھی پڑھتے مثلاً کسی عذر، مرض کی وجہ سے ورنہ تو عموماً آٹھ سے کم نہ

پڑھتے، ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ آپ سے کم از کم تہجد میں دو رکعت بھی منقول ہے۔

(فتح القدیر جلد ا صفحہ ۴۴۷)

❷ چھ رکعت: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ رات میں بیدار ہوئے مسواک کیا وضو کیا "ان فی خلق السموات" آخر تک پڑھا کھڑے ہوئے دو رکعت پڑھی جس میں قیام، رکوع سجود طویل کیا، پھر جا کر سو گئے (پھر اٹھے اور نماز پڑھی) اس طرح تین مرتبہ کیا چھ رکعت پڑھی۔

(مسلم، مشکوٰۃ، طحاوی جلد ا صفحہ ۱۷۰، ابوداؤد)

فَائِدَہ: کبھی وتر کے علاوہ چھ طویل رکعت پڑھتے جس میں رکوع اور سجدہ بھی طویل فرماتے، یہ صحت کے موقعہ کا عمل تھا حضرت عائشہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے جب ضعیف ہو گئے تو چھ پڑھنے لگے۔ (طحاوی صفحہ ۱۶۸)

❸ سات رکعت. مسروق کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی نماز شب کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا سات رکعت۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳، سبل الہدیٰ جلد ۴ صفحہ ۲۸۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نو رکعت پڑھتے تھے۔ جب عمر ہو گئی اور کمزوری ہو گئی تو سات رکعت پڑھنے لگے۔ (طحاوی صفحہ ۱۶۸)

حضرت ام سلمہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ وتر کے ساتھ نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے، پھر جب ضعف اور کمزوری ہو گئی تو سات پڑھنے لگے۔ (تلخیص صفحہ ۱۵)

حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ وتر کے ساتھ سات رکعت سے کم نہیں پڑھتے تھے۔

(تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۵)

فَائِدَہ: چونکہ آپ ﷺ وتر کو تہجد کے ساتھ پڑھتے تھے اس لئے یہ نماز طاق عدد ہو جاتی تھی اس طرح چار تہجد ہوتی اور تین رکعت وتر کی، یہ آخر زمانہ کا عمل تھا جب عمر ہو گئی اور آپ کمزور ہو گئے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ کا بیان گزرا۔ (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۴۴۷)

❹ آٹھ رکعت: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ شب کی نماز تہجد آٹھ رکعت پڑھتے تھے، جس میں قیام، رکوع و سجود برابر برابر ہوتا تھا، اور دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔

فَائِدَہ: یعنی جتنی دیر قیام میں لگتی تھی اتنی ہی دیر رکوع و سجدہ میں۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۷۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات میں آٹھ رکعت اور دن میں بارہ رکعت پڑھتے تھے۔ (مسند ابویعلی، مجمع صفحہ ۲۷۷، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۹۱)

بارہ رکعت اس سے مراد ممکن ہے سنن راتبہ ہو، یا مراد اس سے ظہر کی آٹھ رکعت سنت نفل اور عصر کی چار رکعت سنت مراد ہو۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی نماز شب کے بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے فرمایا گیارہ رکعت پڑھتے تھے، چار، چار رکعتیں اور تین وتر پڑھتے تھے۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۱۹۲)

سعد بن ہشام نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز شب کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ آپ عشاء لوگوں کے ساتھ پڑھ کر بستر پر آرام فرماتے، پھر وسط رات میں اٹھتے اپنی ضرورت طہارت وضو سے فارغ ہو کر نماز کی جگہ آتے اور آٹھ رکعت پڑھتے خیال ہے کہ قرأت، رکوع وسجود سب برابر فرماتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۹۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ہو یا غیر رمضان ہو گیارہ رکعت سے زائد (تہجد) نہ پڑھتے (آٹھ رکعت تہجد، تین رکعت وتر)۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۴۲، موطا، ابوداؤد، ترمذی)

فائدہ: تہجد کی اصل نماز آٹھ رکعت اکثر یا ہمیشہ پڑھتے تھے اس سے کم پڑھنا آخر عمر کا واقعہ ہے اور اس سے زائد جو روایت میں ہے مثلاً گیارہ پڑھتے تھے تو اس میں تین رکعت وتر ہے اس سے زائد جو روایت میں تیرہ مروی ہے اس میں وتر کے بعد کی دو رکعت نفل بھی شامل ہے صحیح روایتوں میں تیرہ سے زائد نہیں مروی ہے البتہ بعض روایت میں سترہ رکعت بھی مروی ہے اس کا بیان اس کی تشریح آگے آرہی ہے۔

ابن ہمام نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی زائد سے تہجد کی رکعتیں آٹھ ہی ہوتیں اس میں کبھی وتر کبھی کبھی فجر کی سنت شامل کر کے ذکر کر دی جاتیں۔ (فتح القدیر صفحہ ۴۴۷)

مگر روایتیں بتا رہی ہیں کہ اس سے زائد بھی پڑھتے گو وہ عام معمول نہ ہوتا۔

۵ نو رکعت: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں نو رکعت تہجد پڑھتے تھے۔

(ترمذی، ابن خزیمہ صفحہ ۱۹۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور ہو گئے تو تہجد کی رکعت نو سے چھ یا سات رکعت کر دیا۔ (ابوداؤد، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۸۷)

مسروق کے سوال کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا کہ کبھی آپ رات میں سات رکعت کبھی نو رکعت کبھی گیارہ رکعت پڑھتے تھے جو فجر کی دو سنت کے علاوہ ہوتی تھی۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

فائدہ: جیسا وقت جیسا موقعہ ملتا اسی اعتبار سے کم وبیش پڑھتے تھے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

یہاں بھی نو رکعت وتر شامل کر کے ہے چھ رکعت اصل تہجد اور تین رکعت وتر، اور جو حضرات وتر ایک رکعت

بھی درست قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک تہجد کی آٹھ رکعت۔ وتر کی ایک رکعت۔ احناف کے نزدیک بعد میں آپ نے ایک رکعت سے منع فرما دیا تھا۔ (بخاری صفحہ۱۵۱)

❻ گیارہ رکعت: حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ رمضان ہو یا غیر رمضان گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری صفحہ۱۵۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ عشاء اور فجر کے درمیان (جو نماز تہجد پڑھتے تھے) وہ گیارہ رکعت ہوتی تھی۔ (ابن ماجہ صفحہ)

حضرت صفوان بن معطل سلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں سفر کے موقعہ پر آپ ﷺ کے رات کی نماز کو بغور دیکھتا رہا۔ تو آپ نے گیارہ رکعت پڑھی۔ (مسند احمد، مجمع جلد۲ صفحہ۲۷۲)

فَائِدَہ: آٹھ رکعت تو تہجد کی اور تین رکعت وتر کی، چونکہ آپ وتر تہجد کے وقت پڑھتے تھے اس لئے راوی اسے بھی شامل کر کے بیان کرتا ہے۔

❼ تیرہ رکعت: حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ تہجد کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ۱۸۹)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ شب کی نماز تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔

(بخاری صفحہ۱۵۴، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۶، ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ۱۹۱)

حضرت زید بن خالد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دو دو رکعت کر کے وتر کے ساتھ تیرہ رکعت پڑھیں۔ (سبل صفحہ۱۹۱)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وتر کے ساتھ تیرہ رکعت پڑھتے تھے پھر اذان کے بعد دو ہلکی رکعت۔ سنت فجر پڑھتے تھے۔ (بخاری، سبل الہدیٰ صفحہ۲۹۴)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زائد رات کی نماز وتر کے ساتھ نہیں پڑھی ہے۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ۱۵)

فَائِدَہ: حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں تیرہ رکعت سے زائد منقول نہیں۔ (تلخیص صفحہ۱۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی رات میں نماز تیرہ رکعت ہوتی تھی جس میں وتر، اور فجر کی دو رکعتیں بھی ہوتیں (یعنی آٹھ تہجد، تین وتر، دو سنت)۔ (مشکوٰۃ)

ملا علی قاری نے بیان کیا ہے کہ اس میں تین رکعت کی تصریح، ترمذی نے شمائل میں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے، اور اسی تیرہ میں سنت فجر بھی ہے پس تہجد کی اصل رکعت آٹھ ہوئیں۔

❽ سولہ رکعت: حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رات میں سولہ رکعت فرض کے علاوہ پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲/۲۷۲، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۹۴)

فَائِدَۃ: سولہ کی تعداد اس طرح ہوسکتی ہے کہ اولاً عشاء کی نماز کے بعد گھر میں آکر چار رکعت پڑھتے تھے سونے سے قبل جیسا حدیث عائشہ میں ذکر ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۳۴۶)

اس کے بعد رات میں کبھی اولاً دو ہلکی رکعت پڑھتے تھے پھر آٹھ رکعت تہجد کی نماز، پھر دو وتر کے بعد کی نماز، اس طرح سولہ ہوگئیں یا بارہ رکعت تہجد کی اور چار رکعت عشاء کے بعد کی۔ اور ہمیشہ کا معمول نہیں تھا ہمیشہ کا معمول تو آٹھ رکعت کا تھا۔

❾ سترہ رکعت: ابوالحسن بن ضحاک نے کہا حضرت طاؤس سے مرسلاً منقول ہے کہ آپ ﷺ رات میں سترہ رکعت نماز پڑھتے تھے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۹۴)

محدث ابن مبارک نے حضرت طاؤس سے مرسلاً روایت کی کہ آپ ﷺ رات میں سترہ رکعت پڑھتے تھے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۴۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے حواشی منذری کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ زائد سے زائد مقدار جو رات کی نماز کے متعلق منقول ہے وہ سترہ رکعت ہے۔ (تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۱۵)

رکعتوں کے مختلف مقدار کی توجیہ اور وضاحت

جیسا کہ روایت مذکور سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رات کے وقت میں رات کی نماز کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ سترہ پڑھتے تھے۔

یہ رکعتوں کا اختلاف، موقعہ اور حال کے اعتبار سے تھا کبھی تعب یا نقاہت یا دوسرے مشاغل کی وجہ سے کم اور کبھی انشراح اور سہولت کی وجہ سے زائد پڑھ لیتے تھے جیسی طبیعت جیسا مزاج ہوتا اس لئے کہ نماز شب کی کوئی رکعت متعین طور پر واجب نہیں تھی۔ (اعلاء)

اور رکعتوں کی تعداد راوی کے اعتبار سے بھی ہے کہ وہ کبھی وتر کبھی وتر کے بعد دو رکعت سنت کو اور فجر کی سنت کو شامل کر لیتے ہیں اور کبھی شامل نہیں کرتے، اور کبھی بعض کو شامل کر لیتے ہیں اور بعض کو نہیں، آپ ﷺ خالص تہجد کی نماز آٹھ رکعت ہمیشہ یا اکثر پڑھتے تھے اگر اس کے ساتھ تین وتر کو شامل کر لیا جاتا تو گیارہ ہو جاتیں ہیں اگر وتر کے بعد دو سنت کو شامل کر لیا جاتا ہے تو تیرہ بن جاتی ہیں، کبھی چھ تہجد تین وتر، کو نو ہو جاتیں ضعف و نقاہت کے زمانہ میں تہجد چار اور اس کے ساتھ وتر شامل کر لیا جاتا تو سات ہو جاتیں۔

چنانچہ درس ترمذی میں فتح الملہم کے حوالہ سے ہے: آنحضرت ﷺ کا عام معمول تھا کہ آپ صلوٰۃ اللیل

کا افتتاح رکعتین خفیفتین سے فرماتے (دو ہلکی رکعت سے) جو تہجد کے مبادی میں ہوتی تھیں اس کے بعد آٹھ طویل رکعتیں ادا فرماتے تھے آپ کی اصل تہجد ہی رکعتیں ہوتی تھیں پھر تین رکعت وتر کی پڑھتے تھے پھر دو رکعت نفل بیٹھ کر ادا فرماتے تھے جو وتر کے توابع میں سے ہوتی تھیں، اس کے بعد طلوع فجر کے ساتھ دو رکعتیں سنت فجر اس طرح کل سترہ رکعتیں ہو جاتیں۔ (جلد۲صفحہ۲۱۳)

نماز تہجد میں قرأت کے سلسلے میں آپ ﷺ کی مختلف پاکیزہ عادتیں

آپ ﷺ کبھی آواز سے پڑھتے کبھی آہستہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کبھی آواز سے قرأت کرتے اور کبھی آہستہ۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۷، ابن خزیمہ صفحہ ۱۸۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کبھی زور سے پڑھتے اور کبھی آہستہ پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۶)

بسا اوقات کچھ آواز سے قرأت کرتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اتنی آواز سے قرأت فرماتے کہ اگر حجرے میں ہوتے تو صحن میں آواز آتی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۷)

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رات میں آپ ﷺ کی قرأت کی آواز میں سنتی اور میں اپنے بستر پر ہوتی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۶، سبل صفحہ ۲۷۷)

فائدہ: رات کی نماز اور تہجد میں آپ دونوں طرح آہستہ اور جہر آواز سے قرأت فرماتے۔ لہٰذا دونوں طرح پڑھنا درست اور سنت ہے ہاں آواز سے بہتر ہے۔ خیال رہے کہ اتنی آواز سے پڑھنا کہ دوسرے لوگوں کو پریشانی ہو جائے آپ نے منع کیا ہے۔ (ابن خزیمہ جلد۲صفحہ۱۹۰)

جب رحمت و جنت اور عذاب کی آیتوں سے گزرتے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رحمت کی آیتوں سے گزرتے تو سوال کرتے (دعا کرتے) اور عذاب کی آیتوں سے گزرتے تو پناہ مانگتے اور تنزیہات کے مقام سے گزرتے تو سبحان اللہ پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۶، مسلم صفحہ ۲۶۴، ابوداؤد)

فائدہ: یعنی جہاں رحمت خداوندی اور جنت کا ذکر ہوتا وہاں اس کی دعا فرماتے، عذاب اور گرفت و مواخذہ کا ذکر ہوتا تو پناہ اور حفاظت مانگتے، جہاں تنزیہات کا ذکر ہوتا یعنی کفار و مشرکین کی ان حرکتوں کا ذکر ہوتا جس سے وہ اللہ کو متصف کرتے تھے جیسے اولاد وغیرہ تو وہاں خدا کی پاکی بیان کرتے ہوئے سبحان اللہ کہتے۔

ابولیلیٰ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے بغل میں تھا آپ رات کو نفل پڑھ رہے تھے عذاب کی آیت سے گزرے تو آپ نے فرمایا۔ "اعوذ باللّٰہ من النار وویل لأهل النار" (ابن ماجہ صفحہ ۹۶، ابوداؤد)

تہجد کی نماز میں قرأت کی مقدار

اکثر و بیشتر لمبی لمبی سورتیں پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ آپ کھڑے ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی اور طویل قیام کیا اسی طرح رکوع اور سجود بھی کیا۔ (ابوداؤد)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں آپ ﷺ کے ساتھ پوری رات (قریب) نماز پڑھتی سورہ بقرہ سورہ نساء پڑھتے۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۹۲)

حضرت حذیفہ کی روایت میں ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ تہجد کی نماز میں ساتھ ہوگیا، تو آپ نے سورہ بقرہ سورہ نسا، سورہ آل عمران پہلی رکعت میں پڑھ کر سجدہ کیا پھر اسی طرح طویل رکوع وسجدہ کیا۔
(نسائی صفحہ ۲۴۶، مسلم)

کبھی سورہ مزمل کی مقدار قرأت فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت ہے کہ میں نے آپ ﷺ کے ساتھ قیام کی مقدار کا اندازہ لگایا تو معلوم ہوا کہ ہر رکعت سورہ مزمل کی مقدار قرأت ہوتی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۹۳)

کبھی سورہ بقرہ دو رکعت میں پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سورہ بقرہ کو دو رکعت میں پڑھا۔
(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۱، سبل صفحہ ۱۸۵، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

تہجد اور صلوٰۃ اللیل کا مطلب

معلوم ہونا چاہئے کہ رات کی نماز جو عشاء کے بعد سے شروع ہوجاتی ہے بلکہ ایک اعتبار سے مغرب وعشاء کے درمیان نوافل کو بھی صلوٰۃ اللیل سے موسوم کرتے ہیں چنانچہ آپ سے مروی ہے جو عشاء کے بعد بھی پڑھی جائے وہ صلوٰۃ اللیل ہے۔ (ترغیب، اعلاء السنن صفحہ ۴۹)

بہر حال قیام اللیل کا مفہوم عام ہے اس نماز کو بھی کہتے ہیں جو سونے سے قبل عشاء کے بعد پڑھی جائے اور اسے بھی کہتے ہیں جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے۔

اور تہجد اس نفل نماز کو کہتے ہیں جو سونے کے بعد اٹھ کر پڑھی جائے چنانچہ علامہ عینی تہجد کا یہ مطلب لکھتے ہیں نیند کے بعد اٹھ کر جاگو۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۶۵)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تہجد اس نماز کو کہتے ہیں جو نیند کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جائے اور آپ کی نماز یہی ہوتی ہے "التهجد يقع على الصلوٰة بعد النوم، واما الصلوٰة قبل النوم فلا تسمى تهجدا"
(تلخیص جلد۲ صفحہ ۱۷)

ابوبکر ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے کہ حجاج ابن عربیہ جو صحابی رسول ہیں کہتے ہیں تہجد وہ نماز ہے جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے اسی طرح حجاج ابن عمر المازنی کہتے ہیں کہ تہجد کی نماز وہ نماز ہے جو سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے اور آپ کی نماز ایسی ہی ہوتی تھی۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۲۷۷)

اعلاء السنن میں ہے تہجد اور قیام لیل میں عموم خصوص کی نسبت ہے ہر تہجد قیام لیل ہے مگر عشاء کے بعد سونے سے قبل کی نماز تہجد نہیں ہے حافظ نے فتح الباری میں بھی اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے۔

اس کے برخلاف بعض حضرات نے سونے سے قبل عشاء کے بعد کی نماز کو بھی تہجد کے مفہوم میں داخل کیا ہے، چنانچہ مرعاۃ المفاتیح میں ہے صلوٰۃ اللیل اور تہجد دونوں کا مفہوم ایک ہے، ابن فارس اور کراع کے حوالہ سے رات میں نماز پڑھنے والا تہجد پڑھنے والا ہے۔ (جلد۴ صفحہ ۱۶۴)

تہجد اور اس کے فضائل وخصائص

فرض کے بعد تہجد کا درجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: افضل ترین نماز فرض نماز کے بعد رات کی نماز تہجد ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی صفحہ ۲۴۰، ترغیب جلد۱ صفحہ ۴۲۳)

جنت میں سلامتی سے داخل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مجھے وہ اعمال بتائیے کہ جس پر عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا لوگوں کو کھانا کھلاؤ۔ سلام کو عام کرو۔ رشتہ داروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ جب لوگ سو رہے ہوں تو تم رات کو نماز پڑھو۔ سلامتی سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

فائدہ: تہجد اہل جنت کے اعمال میں سے ہے۔ تہجد کے عادی سہولت سے جنت میں داخل ہونے والے ہیں۔ (ترغیب جلد۱ صفحہ ۴۲۵)

جنت کا شیش محل کس کے لئے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں ایک بالا خانہ ہے جس کا اندر باہر سے باہر اندر سے نظر آتا ہے (یعنی شیشہ کا ہے) ابو مالک اشعری نے پوچھا وہ کس کے لئے ہے۔ اے اللہ کے رسول۔ آپ نے فرمایا۔ جو خوشگوار کلام کرے۔ کھانا کھلائے۔ اور رات میں نماز

پڑھے جب لوگ سو رہے ہوں۔ (ترغیب صفحہ ۴۲۴)

تہجد پڑھنے والے اول بلا حساب و کتاب کے جنت میں

حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت میں لوگوں کا حشر ایک مقام پر ہوگا۔ ایک منادی آواز دے گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جن کے پہلو بستر سے الگ رہتے تھے۔ پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور ان کی تعداد کم ہوگی۔ پس یہ جنت میں بلا حساب کے داخل ہوں گے۔ پھر تمام لوگوں کے لئے حساب کا حکم ہوگا۔

(ترغیب صفحہ ۴۲۶، بیہقی)

مؤمن کا شرف اور عزت کس میں

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی پاک ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے محمد عیش کرلو جتنا چاہو، پھر مرنا ہے چاہے جو عمل کرلو بدلہ پانا ہے جس سے چاہے دل لگا لو اس سے جدا ہونا ہے اور جان لو کہ مؤمن کا شرف رات کی نماز ہے اور اس کی عزت لوگوں سے استغنا ہے۔

(طبرانی، ترغیب صفحہ ۴۳۱، کنز صفحہ ۷۸۲)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ رات کی عبادت مؤمن کے لئے فوائد اور فضیلت کے اعتبار سے شرف ہے۔ اس سے ایک روحانی قوت ملتی ہے ایمان کے ازدیاد اور تازگی اور قوت کا باعث ہے۔ اور عزت اس میں ہے کہ بندوں سے اپنی حاجت روائی میں نہ پڑے اسباب ظاہری اختیار کر کے خدا سے اپنی حاجت وضروریات کا سوال کرتا رہے۔

تہجد سے تین شیطانی گرہیں کھلتی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آدمی جب سوتا ہے تو شیطان اس کی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ اور ہر گرہ پر یہ (وسوسہ) ڈالتا ہے کہ رات بہت طویل ہے۔

(یعنی ابھی بہت وقت رات باقی ہے) پس اگر وہ اٹھ جاتا ہے اور ذکر خدا میں لگ جاتا ہے تو اس کی ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر وضو کرتا ہے تو (دوسری) گرہ کھل جاتی ہے پھر نماز پڑھتا ہے تو ایک گرہ (تیسری گرہ) کھل جاتی ہے پس وہ صبح خوشگوار طبیعت کے ساتھ کرتا ہے۔ ورنہ تو نفس کی خباثت سستی کے ساتھ صبح کرتا ہے۔

(نسائی صفحہ ۹۳۹، بخاری صفحہ ۱۵۳، مسلم صفحہ ۲۶۵)

فَائِدَۃ: مطلب یہ ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے سستی اور غفلت کے اسباب پیدا کر دیتا ہے، چنانچہ غفلتوں اور تکاسل کی تین قیدوں میں اسے جکڑ دیتا ہے اسی وجہ سے رات میں تہجد پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ان شیطانی بندھنوں کو توڑنا سب کے بس کی بات نہیں۔

تہجد کی نماز جسمانی صحت اور دفاع مرض کا باعث

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔تم پر رات کی نماز لازم ہے تم سے پہلے صالحین کی عادت رہی ہے خدا کے تقرب خدا کی خوشنودی گناہوں کی معافی۔ گناہوں سے باز رکھنے اور جسم کو بیماریوں سے بچانے کا باعث ہے۔

فائدہ: اس وقت کی ہوا اور فضاء صحت جسمانی کے لئے مفید اور نفع بخش ہوتی ہے۔ پھر ہلکی سی جسمانی ورزش بھی ہو جاتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے اور نظام ہضم کو بہتر رکھتی ہے۔ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۷۹۱)

تہجد صالحین کا شعار ہے

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر تہجد لازم ہے کہ وہ تم سے پہلے صالحین کی عادت رہی ہے۔تمہارے رب کے تقرب کا ذریعہ ہے گناہوں کو معاف کرنے والی ہے گناہوں سے باز رکھنے والی ہے۔ (ترمذی، ترغیب جلد ا صفحہ ۴۲۷)

کنز العمال کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جسم کو بیماری سے دور رکھنے والی ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۸۶)

فائدہ: صلحاء اور اولیاء کا معمول رہا ہے کہ وہ تہجد کا التزام اور اہتمام کرتے رہے ہیں۔ اسی کی برکت سے وہ ولایت کے بلند و بالا مرتبہ پر فائز ہوتے ہیں۔ ولایت اور معرفت کا حصول تہجد کی نماز سے ہوتا ہے اسی وجہ سے اہل اللہ اور اصحاب معرفت کی یہ محبوب نماز ہے اس وقت وہ خدائے پاک اور اپنے مولیٰ عزوجل سے مناجات کرتے ہیں اس کا قرب حاصل کرتے ہیں اور اپنی پیاس معرفت کو اس نماز سے بجھاتے ہیں اور روح معرفت کو غذا اور تسکین دیتے ہیں۔

امت کے اشراف کون

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہماری امت کے اشراف، معزز قرآن کے حاملین (حفاظ، وقراء علماء قرآن) اور راتوں کو نماز پڑھنے والے ہیں۔ (ابن ابی الدنیا، ترغیب صفحہ ۴۳۱)

فائدہ: رات کو نماز والے خصوصاً اس دور میں امت کے خاص ہیں بلکہ اخص الخواص ہیں، امت کے چیدہ منتخب بزرگ ہستیوں میں ہیں، جن پر خدائے پاک کو بھی فخر اور تعجب ہوتا ہے۔

کبھی نامراد نہیں ہوگا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی کبھی نامراد نہیں ہوگا۔ جو بیچ رات میں عبادت کرے۔ سورہ بقرہ سورہ آل عمران پڑھے۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۴۳۴)

رات کی دو رکعت دنیا و مافیہا سے بہتر

حضرت حسان بن عطیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ ابن آدم کی دو رکعت نماز تہجد دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔
(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۸۵)

فائدہ: اس نماز سے آخرت میں وہ دولت حاصل ہوتی ہے جو ہفت اقلیم سے بہتر ہے۔ چنانچہ ہفت اقلیم کے بادشاہ ان کے اکرامات کو دیکھ کر رشک اور حسرت کریں گے۔ کاش کہ وہ بادشاہ کے بجائے تہجد گزار عبادت گزار ہوتے۔

رات میں ایک وقت دعاء کی قبولیت کا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات میں ایک وقت ہے جسے یہ وقت مل جائے اور خدا سے دنیا اور آخرت کا کوئی سوال کرے تو اسے مل جاتی ہے اور یہ وقت ہر رات میں رہتا ہے۔
(مسلم، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۲۷)

رات کی نماز کو دن کی نماز پر فوقیت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رات کی نماز کو دن کی نماز پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسے خفیہ صدقہ خیرات کو علانیہ خیرات پر فضیلت حاصل ہے۔ (استذکار صفحہ ۱۸۹، ابن عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۷)

فائدہ: چونکہ رات کی نماز نفس پر گراں، اور مجاہدہ نفس کی بات ہے۔ نرم نرم بستر، محبوب نیند۔ غفلت و سستی چھوڑ کر وضو کرنا۔ نماز پڑھنا یقیناً ایک مجاہدہ کی بات ہے۔ اسی وجہ سے تو ایسے لوگ دنیا میں بہت کم اور نادر ہیں۔ شاذ و نادر بستی میں کوئی ایسا صالح و نیک ہوتا ہے جو شب اخیر کو یاد خدا میں اور مناجات میں گزارتا ہے۔

رات کو زیادہ سونا اور نماز نہ پڑھنا قیامت کے دن فقیر بناتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ سلمان کی والدہ نے حضرت سلمان سے کہا اے بیٹا رات کو زیادہ مت سویا کرو۔ رات کو زیادہ سونا انسان کو قیامت کے دن کنگال بنا دیتا ہے۔
(بیہقی، کنز العمال صفحہ ۷۸۲)

فائدہ: چونکہ سونے والا غافل ہوتا ہے۔ غفلت کی وجہ سے یہ اعمال صالحہ سے محروم رہتا ہے زیادہ سونے والا عموماً کم عقل قلیل الذہن ہوتا ہے یہ دنیاوی فوائد سے بھی محروم رہتا ہے اس کی دنیا بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اعمال میں چست نہ ہونے کی وجہ سے بیشتر اعمال سے محروم رہتا ہے جس کی وجہ سے آخرت کی بیش بہا دولت سے بھی محروم رہ کر گھاٹے میں رہتا ہے اور آخرت میں تہی دامن کنگال ہوتا ہے اللہ کی پناہ۔

تین شخص اللہ پاک کو بہت محبوب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک تین شخصوں کو محبوب رکھتے ہیں۔ ایک وہ جو رات کو اٹھے اور قرآن پاک کی تلاوت کرے۔ دوسرا وہ جس کا دایاں ہاتھ چھپا کر ایسا صدقہ کرے کہ بائیں ہاتھ کو پتہ نہ چلے (یعنی بہت ہی چھپ چھپا کر) تیسرا وہ جو کسی معرکہ میں تھا ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ دشمن کا مقابلہ کرتا رہا۔ (مسند احمد، مشکوۃ، اعداتحاف المہرہ صفحہ۱۲۲)

فائدہ: یہ تینوں شخص بڑے مجاہد ہیں انہوں نے ایک بڑا اہم کام انجام دیا۔ پہلا شخص نفس کا مجاہد اس نے نفس کی لذت راحت کو چھوڑ کر نیند کو قربان کر کے خدائے پاک کو یاد کیا۔ دوسرا مجاہد مال اور شہادت میں ایک اہم مرتبہ رکھتا ہے۔ عموماً نفس چاہتا ہے کہ میرا خرچ کرنا لوگ جان لیں تا کہ تعریف کریں۔ تیسرا مجاہد قتال ہے جو راہ خدا میں اپنی جان کو قربان کر رہا ہے۔

اہل تہجد کی دعاء رد نہیں کی جاتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کا ایک تہائی حصہ رہ جاتا ہے تو ہر رات اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اس کو دوں۔ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی چاہے میں اسے معاف کر دوں۔ (بخاری صفحہ ۱۵۳، مسلم صفحہ ۲۵۸)

تہجد پڑھنے والے پر خدائے پاک تعجب فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے رب کو دو آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے۔

❶ جو اپنے بستر سے کود کر نکلتا ہے اور اپنی محبوب بیوی کو چھوڑ کر کیسے لحاف سے نماز کی طرف آتا ہے تو اللہ پاک فرشتوں سے کہتے ہیں دیکھو میرے بندے کو۔ اپنے بستر سے کیسے نکلا۔ اپنی بیوی اہل خانہ کو چھوڑ کر کیسے نماز کی طرف، اس چیز کی رغبت میں جو میرے پاس ہے (یعنی جنت) اور خوف سے جو میرے پاس سے (جہنم سے) متوجہ ہوا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ لذت اور آرام راحت کو قربان کر کے میری یاد کی طرف دیکھو کیسے متوجہ ہوا۔
(مشکوۃ صفحہ ۱۱۱)

یہ محبت اور خوف کی وجہ سے ہوا۔ نفس کے خلاف اور اس کی مخالفت وہ بھی واجب اور فرض نہیں یقیناً تعجب کی بات ہے، ایسے لوگ قابل رشک ہیں۔

جنت میں اڑنے والے گھوڑے کس کے لئے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے اوپر سے قیمتی جوڑے نکلتے ہیں اور اس کے نیچے سونے کے ایسے گھوڑے ہیں جس میں یاقوت موتی سے بنے زین لگے ہیں جو نہ لید کرتے ہیں اور نہ پیشاب کرتے ہیں اس کے ایسے بازو ہیں جس کی لمبائی انتہائے بصر تک ہے اس پر اہل جنت چڑھ کر جہاں چاہیں گے اڑیں گے پس اس کے نیچے کے درجے کے لوگ کہیں گے اے میرے رب ایسا اعزاز واکرام کس بنیاد پر ان کو ملا۔ ان کو جواب دیا جائے گا۔ یہ لوگ رات میں نماز پڑھتے تھے اور تم لوگ سوتے تھے وہ لوگ روزہ (نفل) رکھتے تھے اور تم لوگ کھاتے تھے وہ لوگ خرچ کرتے تھے تم بخل کرتے تھے۔ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے تھے تم لوگ بخل کرتے تھے۔

(ترغیب جلد ا صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: دیکھئے اس حدیث پاک میں کتنی فضیلت ان لوگوں کے لئے بیان کی گئی ہے جو ان اعمال کے کرنے کے درپے ہوں گے جن میں ایک رات کی نماز بھی ہے۔

مسجد حرام سے بھی زائد ثواب تہجد کی نماز کا ہے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مسجد میں نماز کا ثواب دس ہزار ہے اور مسجد حرام میں نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور سرحدی زمین پر نماز کا ثواب دو لاکھ نماز کے برابر ہے اور ان سب سے زائد ثواب اس دو رکعت نماز کا ہے جسے بندہ بیچ رات میں (یعنی تہجد) پڑھتا ہے جس کا کوئی مقصد نہیں ہوتا سوائے اللہ تعالیٰ کی رضا کے۔ (ترغیب صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: دیکھئے اس روایت سے معلوم ہوا کہ تہجد کا ثواب مسجد حرام کی نماز سے بھی زائد ثواب ہے کس قدر خدائے پاک کا انعام ہے۔ جسے مسجد حرام میں نماز کی وسعت اور طاقت نہیں وہ تہجد کی رکعتوں میں یہ ثواب بلکہ اس سے زائد حاصل کرسکتا ہے افسوس جس نماز کی اتنی اہمیت، آج وہ عوام تو عوام اہل علم اور خواص سے بھی متروک ہو چکی ہے شب آخر کی بیداری امت سے جاتی رہی۔

تہجد کی برکت سے گناہوں اور برائیوں سے رک جاتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا فلاں شخص تو رات میں نماز پڑھتا ہے اور جب صبح ہو جاتی ہے تو چوری کی حرکت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا، عنقریب وہ اس سے رک جائے گا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۰)

فائدہ: اگر فرائض اہتمام اور پابندی سے پڑھتا ہے تو اس کی برکت سے آہستہ آہستہ دوسرے گناہ جس کا

عادی ہوتا ہے چھوٹ جاتے ہیں اور جس کا عادی نہیں ہوتا ہے اس سے گریز کرتا ہے تہجد کا عادی تو اور گناہ سے احتراز کرنے لگ جاتا ہے تہجد کی نماز سے اس کا قلب روشن اور مجلی ہو جاتا ہے اسے معرفت خداوندی حاصل ہو جاتی ہے جس سے وہ گناہوں کے نقصانات کو سمجھنے لگتا ہے اسے خدا کی ناراضگی کا سبب جانتا ہے کہ تہجد سے وہ خدا ہی کی رضا تو حاصل ہوتی ہے تو گناہوں سے بچنے لگ جاتا ہے دراصل معرفت اور قرب خداوندی سے اس پر حقائق منکشف ہو جاتے ہیں اس لئے وہ صالح ہونے لگتا ہے اور خدا کو ناراض کرنے والے اعمال سے بچنے لگ جاتا ہے۔

جو تہجد نہ پڑھ کر صبح تک سوتا رہتا ہے اس کے کان میں شیطان کا پیشاب

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص کا ذکر آپ کے سامنے ہوا جو سوتا رہا یہاں تک کہ صبح کر دی اور نماز کے لئے نہیں اٹھا اور آپ نے فرمایا اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کر دیا۔

(بخاری صفحہ ۱۵۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ صبح تک سوتا رہا شیطان نے اس کے کان میں دیر تک سونے کی وجہ سے اہانۃً پیشاب کر دیا اسے اپنے دام اور قید و تصرف میں لے لیا کہ اہم عبادت سے غافل رکھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انسان کے خسارے اور نقصان کے لئے یہ بات کافی ہے کہ رات میں صبح تک سوتا رہا اور رات میں ذکر خدا نہ کرے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ اور اس کے کان میں (غفلت کی وجہ سے) شیطان پیشاب کرے۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۰۳)

قیلولہ کر کے تہجد میں اٹھنے کی سہولت حاصل کرے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیلولہ کر کے رات کی نماز میں مدد حاصل کرو۔ اور سحری کھا کر دن میں سہولت حاصل کرو۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۰۴)

فائدہ: گرمی کے زمانہ میں رات چھوٹی ہوتی ہے اس لئے دن کو تھوڑا آرام کرنے سے رات کی عبادت میں سہولت حاصل ہو جاتی ہے اس لئے دن کو کچھ سو جائے تاکہ عبادت کا موقعہ مل سکے۔

تہجد پڑھنے کی تاکید خواہ کم ہی سہی

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ رات میں تہجد پڑھوں خواہ کم یا زیادہ۔ اور آخر میں وتر پڑھوں۔ (طبرانی، بزار، ترغیب صفحہ ۴۲۹)

حضرت ایاس بن معاویہ مزنی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کی نماز ضروری ہے (فضیلت اور ثواب کے اعتبار سے) خواہ بکری کے دودھ دوہنے کی مقدار کیوں نہ ہو۔ اور یہ کہ عشاء

کے بعد جو نماز پڑھی جائے گی وہ سب قیام اللیل میں ہے۔ (طبرانی، ترغیب جلد ا صفحہ ۴۳۰)

فائدہ: عرب کا عرف اور محاورہ ہے کم وقت کی تعبیر ''دودھ دوہنے'' کی مقدار سے کرتے ہیں۔ چونکہ بکری کے تھن میں دودھ کم ہوتا ہے اس لئے جلدی ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہمیں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ رات کی نماز پڑھیں اور اس کی آپ نے ترغیب فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: تم پر رات کی نماز تہجد ضروری ہے خواہ ایک رکعت سہی۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۲۵)

فائدہ: مطلب یہ ہوا کہ تعب وسستی یا قلت وقت یا ضعف کمزوری کی وجہ سے زیادہ نہیں پڑھ سکتا ہے تو کم از کم دو ہی رکعت پڑھ لے تا کہ اس کی فضیلت پائے اور یہ وقت یادالٰہی میں کچھ گزر جائے۔

ہو سکے تو اس وقت عبادت کرے

عمر بن عنبسہ سے مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے قریب سب سے زیادہ شب آخر میں ہوتا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے کہ تم اس وقت خدا کے یاد کرنے والے میں ہو سکو تو ہو جاؤ۔

فائدہ: شب آخر کا وقت بہت قیمتی ہے اللہ پاک کے نزول کا وقت ہے بندوں کی طرف توجہ کا وقت ہے۔ ایسے وقت کو سو کر غفلت میں لہولعب میں مت گزارو۔ عبادت کرلو۔ اگر نماز نہ پڑھ سکو تو ذکر ہی کچھ کرلو۔ آپ نے تاکیداً فرمایا۔

شرح بخاری میں ہے کہ آخر رات میں ذکر، تلاوت بھی قیام لیل میں داخل ہے۔ نماز متعین نہیں۔ لہٰذا اٹھ کر بستر ہی میں ذکر فکر مراقبہ میں مشغول رہنے والا قیام لیل رات کی عبادت کا ثواب پائے گا۔

(فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۴۱۲)

مؤمن کی شان ہے کہ بیماری کی حالت میں ہی تہجد ناغہ کرے

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو ایک رات یا دو رات تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۱)

ایک روایت میں ہے کہ دو یا تین دن ناغہ ہوا تھا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ کوئی جسمانی بیماری کی وجہ سے آپ بیمار نہیں ہوئے تھے بلکہ آپ پر کچھ دنوں تک وحی کا سلسلہ موقوف ہو گیا تھا۔ (عمدۃ صفحہ ۱۸۲)

اس کے رنج وغم سے متاثر ہوئے کہ آپ کی طبیعت علیل ہو گئی جس کی وجہ سے آپ رات میں نماز کے لئے

نہیں اٹھ سکے تھے۔

اس حدیث پر امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "ترك القیام للمریض" جس سے وہ اشارہ کرنا چاہتے ہیں قیام لیل رات میں تہجد پڑھنے کی عادت سنت متوارثہ ہے اس کا غفلت اور سستی سے چھوڑنا مناسب نہیں۔ ہاں مرض اور بیماری میں ترک اور اس کے ناغہ کا سبب ہوسکتا ہے۔

افسوس کہ آج اس سنت پر عمل خواص الخواص میں ہے، بہت کم شاذ و نادر ہی حضرات اس کا معمول رکھتے ہیں اصل میں اس کا داعی اور محرک معرفت وخشیت اور سلوک طریقت ہے آج کے دور میں یہ عامۃً متروک ہے، امت کے چند افراد ہی اس کے عامل ہیں۔ ورنہ تو اسی امت پر ایک زمانہ گزرا ہے کہ بادشاہ عہدہ شاہی اور بادشاہت کی مشغولیت کے ساتھ تہجد کے پابند ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ہند کے بادشاہوں میں التمش۔ ناصر الدین۔ عالم گیر اورنگزیب۔ اور شیر شاہ سوری وغیرہ حد درجہ تہجد کے پابند تھے یہی نہیں چور ڈکیت بھی تہجد پڑھا کرتے تھے، اور اب تو جو عرفا اور موحولا مشائخ کہلاتے ہیں وہ بھی تہجد سے عاری نظر آتے ہیں اللہ اللہ کتنا فرق ہوگیا، "اللھم ارحم امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

تہجد پڑھتا رہے پڑھ کر نہ چھوڑے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے عبداللہ، فلاں آدمی کی طرح مت ہو جانا کہ رات کو وہ تہجد پڑھتا اور پھر چھوڑ دیا۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۵۵)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ غفلت اور سستی سے اتنی بڑی دولت کو نہ چھوڑے۔ امام بخاری نے یہ باب قائم کیا ہے "ما یکرہ من ترك قیام اللیل لمن کان یقومه" جلد۱ صفحہ۱۵۵ یعنی پڑھتے پڑھتے چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

حافظ نے بیان کیا کہ (جاری) عبادت کے سلسلہ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے اور اس کا سلسلہ باقی رکھنا مستحب ہے۔ (فتح الباری جلد۳ صفحہ۳۸)

اونگھ اور نیند آنے کے وقت نماز پڑھنے سے منع فرماتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو نماز میں اونگھ (نیند) آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے اگر وہ نیند اونگھ کی حالت میں نماز پڑھے گا تو اسے نہیں معلوم کہ استغفار کرنے کے بجائے اپنے کو برا کہنے لگ جائے۔ (استذکار صفحہ۲۰۵، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تک تم کو نشاط رہے نماز پڑھو۔ اور جب طبیعت میں فتور تھکن پیدا ہو جائے تو چھوڑ دو۔ (بخاری، ابوداؤد صفحہ۱۸۶)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نیند کے وقت میں زور ڈال کر عبادت نہ کرے۔ ہاں ایسی ترتیب اور صورت اختیار کرے کہ نیند نہ آئے، مثلاً دوپہر کو سو جائے۔ رات کو زیادہ پیٹ بھر نہ کھائے ٹھنڈی اور نیند زیادہ لانے والی چیزوں کا استعمال خصوصاً رات میں نہ کرے بلغمی مزاج کی وجہ سے زیادہ نیند آئے تو دافع بلغم اشیاء استعمال کرے۔ مشقت اور تعب کی صورت میں نماز پڑھنے سے آپ نے اس وجہ سے منع فرمایا کہ اس سے پھر طبیعت عبادت سے اکتا کر عبادت سے متنفر ہو جاتی ہے۔

رات کی ایک رکعت دن کی دس رکعت سے افضل

حضرت عمرو بن العاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رات کی ایک رکعت دن کی دس رکعت سے افضل ہے۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۳)

تہجد کی نماز، خدا سے رات میں ہم کلامی ہے

حضرت ثور بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے (پچھلی کتابوں میں) پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے رات میں خوب گفتگو کیا کرو۔ اور لوگوں سے کم۔ لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کی روح، اللہ سے کس طرح بات کریں۔ کہا خلوت اور تنہائی میں اللہ سے مناجات (تہجد پڑھو) اور دعا کرو۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۳)

موتیوں کے گھوڑوں پر اڑان

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ تہجد پڑھنے والے حضرات قیامت کے میدان میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے موتیوں کے جیسے گھوڑے جن میں روح پھونک دی گئی ہوگی لائے جائیں گے ان سے کہا جائے گا اپنی جنت کے منزلوں میں ان پر سوار ہو کر جاؤ۔ چنانچہ وہ ان پر سوار ہوں گے اور فضا میں اڑ کر جائیں گے لوگ ان کو دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہیں گے۔ یہ کون لوگ ہیں جن پر خدائے پاک کا ہمارے درمیان اتنا اکرام ہے پس یہ لوگ اسی طرح (اڑتے رہیں گے) جنت میں اپنے گھروں کو جائیں گے۔

فَائِدَہ: ماشاء اللہ کس قدر اکرام ہوگا تہجد پڑھنے والے حضرات پر۔ کہ موتیوں کے گھوڑوں پر اڑ کر قیامت کے میداں سے جنت جائیں گے۔

آسمان تک فرشتوں کا گھیر لینا

حسن رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فرماتے ہیں ان کے ساتھ تین خصوصی اکرام کئے جائیں گے۔

❶ تہجد پڑھنے والے کی مانگ سے آسمان تک نور کا سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔

❷ تہجد پڑھنے والے کے پیر سے آسمان تک فرشتے اسے گھیر لیتے ہیں ایک منادی اعلان کرتا ہے کہ اگر اللہ کے مناجات کو بندہ جان لیتا تو وہ تہجد نہ چھوڑتا۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۳)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ تہجد کے وقت نماز، تلاوت، وذکر کے برکات اور اس کے انوار اور خدائے پاک سے ہم کلامی کو محسوس طور پر اپنی نگاہوں سے دیکھ لیتا تو تہجد سے فارغ ہی نہ ہوتا۔

شب اخیر میں تہجد کے وقت خدا کی خصوصی توجہ اور رحمت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب شب آخر میں ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں۔ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ میں اسے دوں۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کروں۔
(بخاری جلد اصفحہ ۱۵۳، مسلم صفحہ ۲۵۸)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کے تہائی حصہ کے آخر میں آسمان دنیا پر تشریف لاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں: ہے کوئی مغفرت چاہنے والا، ہے کوئی توبہ چاہنے والا، ہے کوئی مانگنے والا، ہے کوئی دعا کرنے والا، یہاں تک کہ فجر طلوع ہوجاتی ہے۔ (مسلم، کنز جلد ۷ صفحہ ۷۸۴)

اگر امت پر باعث مشقت نہ ہوتا تو فرض کر دیا جاتا

حسان بن عطیہ سے مرسلاً منقول ہے کہ شب اخیر میں ابن آدم کی دو رکعت نماز دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے اگر مشقت کی بات میری امت کے لئے نہ ہوتی تو میں فرض کر دیتا۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۸۴)

فائدہ: اس نماز کی بڑی تاکید اور ترغیب آئی ہے اور پڑھ کر چھوڑ دینے پر وعید بھی ہے اس لئے عادی پر چھوڑنا ملامت کا باعث ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ گئی تو اس کی قضاء فرمائی حضرات صحابہ کرام تابعین عظام نے پابندی سے اس پر عمل کیا دن کی مصروفیت اور مشاغل نے قیام لیل سے ان کو باز نہیں رکھا۔ اسی وجہ سے علماء کے ایک طبقہ نے اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔

چونکہ مذکورہ علامتیں اس کے موکد ہونے کو ثابت کرتی ہیں۔ اس کے بالمقابل جمہور علماء کی رائے ہے کہ یہ غیر موکدہ سنت ہے جسے نفل سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کہ اس کا ادا کرنا بڑی فضیلت ومنقبت کا باعث اور نہ ادا کرنا کوئی ملامت کا باعث نہیں۔ افسوس کہ امت پر ایک ایسا زمانہ گزرا کہ خواص تو کیا عامی آدمی بھی تہجد اور قیام لیل کا پابند ہوتا تھا اور آج تغافل کا ایسا دور ہے کہ امت کے خوص اور اہل فضل بھی تہجد کے پابند نہیں۔

تہجد کے سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام کے اسوۂ حسنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا فرماتے پھر گھر میں داخل ہوتے اور صبح تک نماز پڑھتے رہتے۔ (اقامۃ الحجۃ)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کے اول حصہ میں کچھ آرام فرماتے اور پھر ساری رات خدائے تعالیٰ کی

عبادت میں مشغول رہتے۔

حضرت عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پڑوسی تھی کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عمر کا مثل نہیں دیکھا دن کو روزہ دار اور لوگوں کی ضرورتوں میں مصروف اور رات عبادت نماز میں مشغول۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۱)

ایک موقعہ پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حضرت ابن عمر کے متعلق فرمایا.. ابن عمر کیا ہی بہتر آدمی ہے کاش کہ رات میں پڑھا کرتے۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابن عمر رات میں بہت کم سویا کرتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۶۱)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اشارہ اور نمط کو حضرت ابن عمر نے کس طرح جان سے لگالیا۔ یہ محبت اور خلوص اور کمال اطاعت کی بات تھی آج تو فرائض کا بھی اہتمام نہیں۔ نوافل کا کیا ہوگا، کیسا ماحول آگیا اللہ ہی حفاظت فرمائے۔

تہجد کی نماز اور اس کے معاون اسباب

چونکہ تہجد کی نماز قیام اللیل بڑی قیمتی اور فضیلت کی بات ہے بڑی بیش بہا دولت ہے خاص برگزیدہ بندے ہی اس پر مداومت کرتے ہیں عام طور پر سب کے بس کی بات نہیں۔ بیش قیمت ہونے کی وجہ سے شیطان بھی پوری سعی کرتا ہے کہ اس دولت سے لوگ محروم رہیں اس وجہ سے اکثر لوگ محروم رہتے ہیں، اس سلسلے میں امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے قیام اللیل کے معاون اسباب کو بیان کیا ہے اہل طلب ان امور کی رعایت رکھیں گے تو ان کو یہ فضیلت حاصل ہوسکتی ہے۔ کچھ تو اس کے اسباب ظاہری کو بیان کیا ہے اور کچھ باطنی اسباب ہیں۔

اسباب ظاہری جو معاون ہیں چار ہیں

❶ کم کھانا: زیادہ کھانے اور پیٹ بھرنے کی وجہ سے غفلت اور نیند کا غلبہ ہوتا ہے۔ جس سے شب آخر کی عبادت سے محروی ہو جاتی ہے۔

حضرت زین العابدین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ایک روز حضرت یحییٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کی آنکھ لگ گئی اور رات کا معمول ترک ہوگیا وجہ اس کی یہ ہوئی کہ جو کی روٹی پیٹ بھر کر کھالی تھی، اس پر حق تعالیٰ نے ان سے بذریعہ وحی فرمایا۔ اے یحییٰ اگر تم جنت الفردوس کو ایک مرتبہ جھانک کر دیکھ لیتے تو اس کے عشق میں تمہارا جسم گھل جاتا۔ اور آنسو بہا لینے کے بعد تمہاری آنکھوں سے خون بہتا اور ٹاٹ چھوڑ کر لوہا پہنتے۔ یعنی اس کو حاصل کر لینے کے لئے تم ہر قسم کی سختیاں جھیلتے مگر چونکہ تم نے دیکھا نہیں اس لئے غافل ہو کر سو گئے۔

❷ دن میں مشاغل اور تعب و تھکن کے امور کو ذرا کم کرے چونکہ تھکن اور تعب سے نیند زیادہ آتی ہے اور نیند کا غلبہ رہتا ہے۔

❸ دن کو خصوصاً گرمی کے دنوں میں قیلولہ ضرور کرے۔ اس سے رات کو اٹھنے میں مدد ملتی ہے۔

❷ معاصی اور فواحش سے پرہیز کرے۔ چونکہ گناہوں سے قلب میں قساوت پیدا ہوتی ہے اور قساوت سے عبادت میں غفلت پیدا ہوتی ہے حسن بصری نے فرمایا گناہوں کی وجہ سے تہجد کی دولت سے محروم رہتا ہے۔

خیال رہے کہ تمام گناہ دل میں قساوت پیدا کرتے ہیں اور تہجد کے لئے محرومی اور رکاوٹ کا باعث ہوتے ہیں۔

حسن بصری کا قول ہے جس کی تہجد قضاء ہوتی ہے نیند نہیں ٹوٹتی ہے وہ ضرور کسی گناہ کی سزا میں ہوتا ہے۔

ایک صاحب نے حضرت ابن ادہم سے کہا کوئی ترکیب تہجد کی بتا دیجئے فرمایا دن میں گناہ چھوڑ دیجئے جب دن میں گناہ چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں رات میں اپنے سامنے کھڑا ہونے کو قبول فرمالیں گے۔

(ماخوذ فضائل تہجد، اتحاف السادۃ)

تہجد کے بعد یا شب آخیر میں استغفار

اللہ تعالیٰ کے قول وہ (اہل اللہ) صبح کے وقت استغفار کرتے ہیں کی تفسیر میں حضرت نافع حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ وہ رات میں عبادت میں مشغول رہتے۔ نافع (اپنے غلام) سے پوچھتے سحر کا وقت ہوگیا۔ نافع کہتے نہیں، تو پھر دوبارہ نماز پڑھنے لگتے۔ پھر جب نافع کہتے ہاں سحر کا وقت ہوگیا تو بیٹھے استغفار کرتے رہتے اور دعا کرتے، یہاں تک صبح ہو جاتی۔

حضرت ابراہیم تیمی کہتے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا تھا (اپنی اولاد کی درخواست معافی پر) تو کہا تھا "سوف استغفر لکم" استغفار کروں گا تمہارے لئے اپنے پروردگار سے اس سے مراد سحر کے وقت کا انتظار تھا۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ سحر کے وقت ہر دن آسماں سے ایک منادی آواز دیتا ہے کوئی سائل ہے جسے دیا جائے کوئی دعا کرنے والا ہے جس کی دعا قبول کی جائے کوئی استغفار کرنے والا ہے جس کی مغفرت کی جائے پس آسمان و زمین کے درمیان انسان اور جن کے علاوہ سب یہ آواز سنتے ہیں کیا نہیں دیکھتے مرغ اور اس کے مثل دیگر پرندے اس وقت بولنے لگ جاتے ہیں (مرغ کا بولنا دراصل اپنی زبان میں استغفار کرتا ہے)۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۶)

فَائِدَہ: علی الصباح پرندوں کا چہچہانا استغفار کرنا ہے۔

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہم لوگ (صحابہ کرام) جب رات تہجد کی نماز پڑھ لیتے تھے تو اس کے بعد ستر مرتبہ استغفار کا حکم دیا جاتا۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۸)

فَائِدَہ: سحر کا وقت صبح صادق سے پہلے کا وقت ہے جو سحری کھانے کا وقت ہے تہجد پڑھنے والے عموماً اس وقت

فارغ ہو جاتے ہیں۔ سو تہجد سے فارغ ہو جانے کے بعد استغفار کرنا مسنون ہے۔ اور تہجد کا آخری وظیفہ استغفار اور دعا ہے اگر تہجد کی وجہ سے نہ بھی پڑھ سکا تو بیٹھے بیٹھے استغفار اس وقت کرتے رہنا مسنون ہے۔

تمام اسلاف کرام کا یہ مشغلہ اور معمول رہا ہے جس کے بے شمار دینی و دنیاوی فوائد ہیں۔

تہجد کا عادی اگر تہجد نہ پڑھ سکے تو

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی تکلیف وغیرہ کی وجہ سے رات کی عبادت نہ کر سکتے تو دن میں بارہ رکعت پڑھتے۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۲۵۵، قیام اللیل صفحہ ۱۸۹)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا رات کوئی معمول نماز وغیرہ چھوٹ جائے اسے ظہر و فجر کے درمیان پڑھ لیا تو گویا اس نے رات ہی میں ادا کیا۔

(نسائی صفحہ ۲۵۵، ابوداؤد صفحہ ۱۸۶، ترمذی، ابن ماجہ)

حمید بن عبدالرحمٰن نے کہا کہ رات کی نماز وغیرہ چھوٹ جائے تو ظہر سے قبل ادا کرلے۔ تو وہ رات کی ہی طرح ہے۔ (نسائی صفحہ ۲۵۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی رات کے معمولات (تہجد ذکر وغیرہ) چھوٹ جائے اور وہ دن چڑھے ادا کرے تو گویا اس نے رات میں ہی عبادت کی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ا/۲)

ابوسلمہ کہتے ہیں کہ جس کا کوئی معمول وغیرہ رہ جائے اور اس نے زوال شمس سے پہلے ادا کر لیا تو گویا اس نے رات ہی کو ادا کیا۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ا/۲)

ابن سیرین کے متعلق مروی ہے کہ وہ سات اوراد رات میں پورا کیا کرتے تھے اگر چھوٹ جاتا تو اسے دن میں پورا کیا کرتے۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۸۹)

عبداللہ بن ابی بکر کی روایت میں ہے کہ حضرات صحابہ تابعین کا کوئی معمول رات کے نیند کی وجہ سے چھوٹ جاتا تو زوال سے قبل پڑھ لیا کرتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جو شخص تہجد پڑھتا ہو رات میں ذکر وغیرہ معمول ادا کرتا ہو۔ کسی وجہ سے رات میں اسے ادا نہ کر سکا تو زوال سے قبل ادا کرے۔ اس کا ثواب فضل الٰہی سے رات کے مثل مل جائے گا مزید اسے دن میں ادا کرے تاکہ اس کے انوار و برکات اور اثرات کو دوام اور پابندی کے ہونے میں ضائع نہ ہو اور عادت بھی باقی رہے گی ورنہ تغافل کی وجہ سے بالکل چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔

تراویح کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے اسوۂ حسنہ کا بیان

رمضان المبارک میں آپ نے تراویح کی بیس رکعت پڑھی ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رات بیس رکعت تراویح پڑھائی جب تیسری رات ہوئی لوگ جمع ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف نہیں لائے پھر صبح کو فرمایا: مجھے خیال آیا کہ اگر تم پر فرض ہوجائے تو تم اسے نبھا نہ سکو (اس لئے پڑھنے نہیں آیا)۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۲۱)

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دن تراویح کی بیس رکعت ادا فرمائی پھر فرض نہ ہوجائے بلکہ سنت رہے اس لئے آپ اس کے بعد تشریف نہیں لائے اور نہیں پڑھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تشریف لائے تو رمضان میں مسجد نبوی میں ایک کنارے لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں جواب دیا یہ لوگ قرآن پڑھنے والے ہیں حضرت ابی ابن کعب امامت کررہے تھے یہ حضرات ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے اچھا کیا۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۱۳۶)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تراویح پڑھ کر چھوڑ دی تھی کہ فرض نہ ہوجائے اس کو ان صحابہ کرام نے حضرت ابی کی اقتداء میں پڑھنا شروع کردیا اس کی آپ نے تصویب فرمائی اور مستحسن قرار دیا، اس کو حضرت عمر فاروق نے اپنے دور میں حضرت ابی ابن کعب کی امامت میں جاری اور رائج کیا، حضرت عمر فاروق نے آپ ہی کی سنت کو رائج کیا آپ کی محبوب اور پسندیدہ سنت کو امت میں باقی رکھا اور اس کا سلسلہ چلایا، پس یہ سنت نبوی ہے نہ کہ سنت عمر گو خلفاء راشدین کی سنت بھی قابل اقتداء ہے اور اسے بھی سنت سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بلا جماعت کے بیس رکعت تراویح پڑھتے اور وتر پڑھتے، ایک روایت میں ہے کہ تین رکعت وتر پڑھتے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۵، سنن کبریٰ صفحہ ۴۹۶، تلخیص الحبیر صفحہ ۲۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۴)

علامہ طحاوی اس روایت مذکور پر فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس کی روایت کی بناء پر بیس رکعت آپ ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے، علامہ عینی نے بیان کیا یہ سنت عمر نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ ہے۔

(صفحہ ۱۷۸)

ابن عبدالبر مالکی نے استذکار میں حضرت ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۶)

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے چند راتیں اصحاب کے ساتھ پڑھیں، پھر باقی ماہ اپنے گھر میں پڑھنے لگے تاکہ امت پر فرض نہ ہو جائے۔ (شرح مہذب صفحہ ۳۰)

ابن قدامہ نے کہا تراویح سنت موکدہ ہے سب سے پہلے آپ ﷺ نے اسے مقرر فرمایا۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی، لوگوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر اگلے دن بھی نماز پڑھائی، لوگ کثرت سے جمع ہو گئے پھر تیسری رات بھی جمع ہوئے یا چوتھی رات بھی، اس کے بعد نہیں تشریف لائے جب صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: میں نے تم کو دیکھا جو تم نے کیا (یعنی شوق طلب کے ساتھ کثرت سے جمع ہوئے اور جماعت میں شریک ہوئے، مجھے تمہاری طرف آنے سے کسی چیز نے منع نہیں کیا، مگر یہ کہ میں نے خوف کیا کہ تم پر فرض نہ ہو جائے، اور یہ واقعہ رمضان کا تھا۔

(بخاری صفحہ ۱۵۲، مشکوٰۃ صفحہ)

غالباً یہ وہی روایت ہے جو حضرت عائشہ کی اوپر تلخیص کے حوالہ سے گزری، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تراویح کے سنت سے فرض ہو جانے کی خوف سے بعد میں نہیں پڑھی، امام نووی کے مطابق جماعت کے ساتھ مسجد میں تو نہیں پڑھی مگر گھر میں تنہا پڑھتے رہے پس تراویح کی سنت رسول اللہ ہونے میں کوئی کلام نہیں، اسی وجہ سے حضرات صحابہ کرام کی ایک جماعت تراویح گھر میں پڑھتی رہی جس میں حضرت ابن عمر، حضرت قاسم، سالم کا نام علامہ عینی نے عمدہ میں ذکر کیا ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

خیال رہے کہ انہیں روایات مذکورہ کے پیش نظر خلفاء راشدین حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور اصحاب خیر القرون، عمل کرتے رہے، اور ماہ رمضان مبارک میں تراویح بیس رکعت پڑھتے رہے، اس سے اس امت کا تعامل اور عملی سلسلہ چلتا رہا، اسی سنت متواترہ پر ہر دور کے اہل ایمان نے عمل کیا اور مساجد اور گھروں کو تراویح کی عبادت سے معمور اور روشن رکھا۔

لہٰذا تراویح اور اس کے بیس رکعت کا انکار امت کے تعامل اور جمہور کے خلاف ہے، مزید کچھ اور تحقیق

آگے آرہی ہے، جس سے اجماع، جمہور کا قول ومسلک، معلوم ہورہا ہے۔

تراویح جماعت کے ساتھ سنت رسول اللہ ﷺ ہے نہ کہ سنت حضرت عمر

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک ختم ہونے میں جب سات دن باقی رہا تو لوگوں کو (تراویح کی) نماز پڑھائی، تہائی رات تک، پھر اس کے بعد نہیں پڑھائی، پھر اس کے بعد پڑھائی، اور وہ پانچویں رات تھی یہاں تک کہ نصف رات ہوگئی۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۱۳۸، التمہید جلد ۸ صفحہ ۱۱۲)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو رمضان کے تیئس کی رات میں "تراویح" نبی پاک ﷺ نے پڑھائی یہاں تک کہ ایک تہائی رات ہوگئی۔ (استذکار صفحہ ۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تشریف لائے (مسجد نبوی میں) تو لوگوں کو رمضان میں مسجد کے کنارے ایک جانب نماز (تراویح) پڑھتے پایا، تو آپ نے فرمایا یہ کیا: جواب دیا گیا، وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں، ابی بن کعب ان کی امامت کرتے ہیں وہ ان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو آپ نے فرمایا، ٹھیک کررہے ہیں بہت بہتر کررہے ہیں۔

ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ رمضان میں تراویح پڑھنے کی ترغیب فرماتے تھے بغیر اس بات کہ کہ اسے فرض قرار دیں، اور فرماتے تھے جس نے رمضان میں ایمان اور ثواب کی نیت سے نماز پڑھی اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (استذکار صفحہ ۱۳۸، ابوداود، نسائی)

فائدہ: آپ ﷺ نے چند دن تراویح رمضان میں پڑھائی پھر فرض ہوجانے کے خوف سے ترک فرمادیا آپ ہی کے اس عمل کو حضرات صحابہ نے اختیار کیا اور ابی کے پیچھے چونکہ ان کو قرآن پاک زیادہ یاد تھا پڑھنے لگے چونکہ حضرات صحابہ جانتے تھے کہ امت کی رعایت سے فرض نہ ہوجائے مواظبت نہیں فرمائی اور ہمارے پڑھنے سے فرض ہونے کا خطرہ نہیں اس لئے اس سنت پر انہوں نے عمل کرنا شروع کردیا، ادھر آپ ﷺ نے مسجد میں پڑھتے دیکھ کر تصویب اور تعریف فرمائی، جس سے صحابہ کرام کو اس سنت کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے میں تقویت ملی۔

پس تراویح اور اس کا جماعت کے ساتھ ہونا یہ آپ کی سنت اور آپ کے عمل اور آپ کی تقریر اور تصویب سے ثابت ہے پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر کی سنت اور جماعت کے ساتھ رائج کرنا ان کے اثر سے غلط ہے، جو کام آپ نے کیا تھا اور جو کام یعنی ابی کی اقتداء میں جماعت تراویح کا ہونا آپ نے دیکھا تھا اسی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باقی رکھا۔

ابن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں: "ان عمر انما منه سنه ما سه رسول الله صلى الله عليه وسلم" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی سنت کو جاری کیا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے تھے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۱۳۸)

پس معلوم ہوا تراویح عین سنت رسول ہے۔

تراویح کے فضائل اور اس کا ثواب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو رمضان میں ایمان کے پیش نظر ثواب کے ارادے سے نماز کے لئے کھڑا ہوگا (تراویح کے لئے) اس کے پچھلے گناہ معاف جائیں گے۔

(قیام اللیل صفحہ ۱۲۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اللہ نے رمضان مبارک کے روزے کو فرض قرار دیا ہے اور میں نے مسلمانوں کے لئے تراویح کو سنت قرار دیا ہے پس جو روزے رکھے اور تراویح پڑھے ایمان اور ثواب کے ارادے سے وہ گناہوں سے ایسے نکل جائے گا جیسا اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (قیام اللیل صفحہ ۲۱۳، بنایہ صفحہ ۵۸۵، مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز تراویح کی ترغیب فرماتے ہوئے سنا۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایمان وثواب کے ارادے سے تراویح میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۷۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا اولاً حمد ثنا کی پھر فرمایا، یہ وہ مہینہ ہے جس کے روزہ کو اللہ پاک نے فرض کیا ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تراویح کو مسنون قرار دیا ہے۔

(قیام اللیل صفحہ ۲۱۴)

جلیل القدر صحابہ اور تابعین بھی بیس رکعت تراویح پڑھتے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعات تراویح پڑھتے تھے اور تین رکعت وتر۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۷)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن الخطاب کے دور میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۱۶)

یزید بن رومان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تیئس رکعت (بیس تراویح تین وتر) پڑھتے تھے۔ (موطا امام مالک صفحہ ۴۰، الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۷، سنن کبریٰ صفحہ ۴۹۶)

حضرت ابن ابی ملیکہ کے متعلق حضرت نافع کہتے ہیں کہ وہ بیس رکعت ہم لوگوں کو پڑھاتے تھے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۲)

ابوالحسناء نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ بیس رکعت پانچ تراویح میں پڑھائیں۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۰۹)

جلیل القدر ائمہ مجتہدین کے نزدیک تراویح بیس رکعت

علامہ ابن عبدالبر مالکی نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ صحابہ کرام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۲۳)

حضرات ائمہ اربعہ امام مالک اپنے ایک قول میں اور امام ابوحنیفہ، اور حضرت امام شافعی اور امام احمد بن حنبل بیس رکعت کے قائل ہیں۔

بدایۃ المجتہد میں داؤد ظاہری کا قول لکھا ہے کہ وہ بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کے قائل تھے۔

(صفحہ ۲۰۲)

رسائل الارکان میں بحر العلوم لکھتے ہیں بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہوگیا اس پر ائمہ اربعہ کے فقہاء کا اتفاق ہے۔ (صفحہ ۱۲۸)

امام ترمذی سنن ترمذی شریف میں لکھتے ہیں، بیشتر اہلِ علم جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر وغیرہما صحابہ کرام سے بیس رکعت ثابت ہے یہی قول سفیان ثوری، ابن مبارک اور امام شافعی کا ہے اور امام شافعی نے فرمایا: میں نے اپنے شہر مکہ میں بیس رکعت پڑھتے پایا ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۶۶)

حنابلہ: امام احمد بن حنبل کے مسلک کے حاملین بھی بیس رکعت کے قائل ہیں چنانچہ بیس رکعت کو سنت موکدہ قرار دیتے ہیں، اور لکھتے ہیں یہ اس حدیث کی بناء پر ہے جو ابوبکر عبدالعزیز شافعی نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے، امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں. تراویح بیس رکعت ہے دس سلام کے ساتھ جو وتر کے علاوہ ہے، یہ پانچ ترویحہ ہوئے، اور ترویحہ چار رکعت کا ہوتا ہے دو سلام کے ساتھ یہی ہمارا مذہب ہے یہی ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب نے کہا، یہی امام احمد، ابوداؤد وغیرہ کا مذہب ہے قاضی عیاض نے جمہور علماء کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔ (شرح مہذب صفحہ ۳۲)

ابن عبدالبر مالکی نے حضرت علی، ابن ابی ملیکہ، حارث ہمدانی، ابوالبختر، اہل کوفہ، حضرات شوافع، اور جمہور علماء کا یہی مسلک ذکر کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے۔ (الاستذکار صفحہ ۱۵۷)

خلافت راشدہ کے دور میں بیس رکعت جماعت سے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح کی نماز پڑھائیں۔ (کنز العمال، موطا امام مالک صفحہ ۴۰)

فائدہ: ابن تیمیہ الحرانی اس روایت پر لکھتے ہیں کہ بس ثابت ہوگیا کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور وتر تین رکعت، پس کثیر من العلماء کا مسلک اسی سنت پر ہے کیونکہ حضرت ابی بن کعب نے مہاجرین وانصار کی موجودگی میں بیس رکعت پڑھائیں اور کسی صحابی نے اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ (فتاویٰ ابن تیمیہ صفحہ ۱۴۳)

پس گویا بیس رکعت پر صحابہ کا اجماع ہوگیا ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں کہ بیس رکعات پر اجماع صحابہ ہوا۔
(المغنی جلد ۱ صفحہ ۸۰۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان المبارک میں قراء حضرات کو بلایا اور ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائیں اور حضرت علی ان کو وتر خود پڑھاتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۱)

ابوالحسناء نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ رمضان میں بیس رکعت لوگوں کو پڑھائیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت ابی بن کعب لوگوں کو بیس رکعت اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

حضرت عطا کہتے ہیں کہ ہم نے (حضرات صحابہ وغیرہ) کو دیکھا کہ وہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۳، الفتح صفحہ ۱۸)

ابواسحاق نے بیان کیا کہ حضرت حارث رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین وتر۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۳، الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۷)

حضرت شبر بن شکل (حضرت ابن مسعود کے شاگرد) رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت اور وتر پڑھاتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۹۲)

حضرت وکیع سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں۔ (الاستذکار صفحہ ۱۵۸)

ابن عبدالبر مالکی نے بیان کیا کہ حضرت علی، ابن ابی ملیکہ حارث صمران، ابوالبختری شبر (جو حضرت علی اور ابن مسعود کے تلامذہ میں ہیں بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے)۔ (الاستذکار صفحہ ۱۵۷)

بیس رکعت تراویح کا اجماع ہے اور یہ مقدار مجمع علیہ ہے

علماء محققین نے اس اجماع کو ذکر کیا ہے:

❶ ابن قدامہ کی مشہور ومعتبر کتاب المغنی میں ہے بیس رکعت تراویح پر اجماع صحابہ ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۸۰۳)

❷ ابن تیمیہ کے فتاویٰ میں ہے مہاجرین وانصار کی جماعت نے بیس رکعت پڑھی اور کسی نے بھی نکیر نہیں فرمائی پس گویا صحابہ کا اجماع ہوگیا۔ (جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

❸ ابن حجر ہیثمی کہتے ہیں صحابہ کرام کا بیس رکعت تراویح پر اتفاق ہوگیا۔ (تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۹۷)

❹ عون الباری شرح بخاری میں محدث بھوپالی لکھتے ہیں۔ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کے دور میں جو طریقہ بیس رکعت کا ہوا اس کو علماء نے اجماع کے مثل شمار کیا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۰۴)

❺ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ فتاویٰ عزیزی میں لکھتے ہیں: اس عدد پر صحابہ کا اجماع ہو چکا ہے۔ (فتاویٰ عزیزی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

❻ علامہ شعرانی کشف الغمہ میں لکھتے ہیں کہ اسی بیس رکعت پر تمام اسلامی شہروں میں عمل مستحکم ہوگیا۔ (صفحہ ۱۱۶)

❼ علامہ ابن عبدالبر نے بیان کیا کہ جمہور علماء کا یہی قول ہے یہی ہمارے یہاں (مالکیہ) مختار ہے۔ (الفتح الربانی صفحہ ۱۷، الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۷)

❽ ملا علی قاری کی شرح النقایہ میں ہے پس اس پر اجماع ہوگیا چونکہ بیہقی نے سند صحیح سے ذکر کیا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان اور علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمْ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۱۰۴)

❾ شرح احیاء میں ہے کہ حضرات صحابہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھتے تھے پس اس پر اجماع ہوگیا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۵)

❿ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں حضرات صحابہ اور ان کے بعد کے لوگوں نے تراویح بیس رکعت مقرر کیں۔ (حجۃ اللہ البالغۃ صفحہ ۶۷)

رکعات تراویح کے متعلق

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کی جس حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت (آٹھ نفل تین وتر) سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اس سے مراد رات کی نماز تہجد ہے اس سے مراد تراویح نہیں۔ روایت کا مقصد یہ ہے کہ آپ رمضان میں بھی تہجد کی نماز میں اور دنوں سے اضافہ نہیں فرماتے تھے اسی وجہ سے اسے اکثر محدثین نے باب التہجد اور باب قیام اللیل میں ذکر کیا ہے تراویح مستقل کا اپنے نام سے ذکر

کیا جاتا ہے اسی وجہ سے محدثین کرام نے باب التراویح الگ سے قائم کیا ہے چنانچہ امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام مالک نے اسی طرح مروزی کی قیام اللیل میں تراویح کے ذیل میں اس روایت کو بیان نہیں کیا، ابن قیم نے بھی اسے قیام اللیل میں ذکر کیا یہ طریقے اور طرز اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس سے مراد رمضان المبارک کی تراویح نہیں بلکہ تہجد ہے لہٰذا تراویح کی آٹھ رکعت نہیں بلکہ بیس رکعت ہے جو آپ ﷺ سے، خلفاء راشدین سے جلیل القدر صحابہ وتابعین سے ائمہ مجتہدین سے بلکہ اجماع امت سے ثابت ہے مزید اس کی تحقیق اس سے متعلق تالیف کردہ رسائل میں دیکھئے۔

ائمہ اربعہ بھی بیس ہی رکعت کے قائل ہیں

احناف کی تمام متون وشروح اور مذہب کی کتابوں میں ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے اس کا پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ (قدوری، ہدایہ صفحہ ۱۳۰، شامی جلد ۲ صفحہ ۴۵، البحر الرائق)

شوافع بھی تراویح بیس رکعت کے قائل ہیں۔

علامہ سبکی شافعی فرماتے ہیں ہمارا مسلک بیس رکعت تراویح سنت ہونے کا ہے جو بسند صحیح ثابت ہے۔

(شرح منہاج، جلد صفحہ، الاستذکار صفحہ ۱۵۷)

امام نووی شرح مہذب میں لکھتے ہیں ہمارا مذہب ہے کہ تراویح بیس رکعت ہے دس سلام کے ساتھ۔

(جلد ۴ صفحہ ۳۱)

علامہ عینی لکھتے ہیں شوافع تراویح بیس رکعت کے قائل ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

شرح مہذب میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ ہمارے یہاں مذہب میں بیس رکعت تراویح، دس سلام سے دو دو رکعت کر کے پانچ تراویح کے ساتھ ہے اور تین رکعت وتر۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳۲)

اسی طرح حاوی کبیر میں ہے کہ بیس رکعت پانچ ترویحہ میں دو دو رکعت کر کے ہے۔ (الحاوی الکبیر جلد ۲ صفحہ ۲۹۱)

حنابلہ: حنابلہ بھی بیس رکعت کے قائل ہیں۔ امام نووی نے امام احمد کا مسلک بیس رکعت ذکر کیا ہے۔

(شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳)

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ امام احمد بھی تراویح بیس رکعت کے قائل ہیں۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

مالکیہ: مالکیہ حضرات بھی بیس رکعت کے ایک قول میں قائل ہیں۔ (بدایۃ المجتہد)

مالکیہ کے یہاں جو چھتیس رکعت ہے اس میں بیس رکعت تراویح ہے، اور سولہ رکعت ترویحہ میں پڑھی جانے والی نفل ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل مدینہ کا تعامل اور عام طریقہ یہ تھا کہ وہ ترویحہ میں یعنی چار رکعت پڑھ کر امام صاحب جو بیٹھتے تھے تو اس وقفہ میں چار رکعت اور پڑھ لیا کرتے تھے جو حضرات مکہ مکرمہ میں حرم شریف میں

تراویح پڑھتے تھے وہ اس ترویحہ کے وقفہ میں خانہ کعبہ کا طواف کرلیا کرتے تھے۔ (العرف الشذی صفحہ ۳۲۹)

اس طرح اہل مدینہ کے یہاں چار ترویحوں میں سولہ رکعت نفل اور بیس رکعت اصل تراویح مل کر چھتیس ہو جاتی تھیں پس ثابت ہوا کہ تراویح کی اصل مقدار بیس ہی ہے۔

شرح مہذب میں امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ اصل تو بیس رکعت تھیں ترویحہ میں وہ چار رکعت پڑھتے تھے جس سے اس کی تعداد سولہ رکعت کے ساتھ چھتیس رکعت اور وتر کے ساتھ انتالیس ہو جاتی تھی (شرح مہذب ۴/۳۳)

شرح زرقانی علی الموطا میں ہے کہ امام مالک نے فرمایا ہمارا قدیم مذہب چھتیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۲۳۸)

تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلے تو دیکھا مسجد کی ایک طرف صحابہ کرام جماعت کے ساتھ (تراویح) پڑھ رہے ہیں آپ نے پوچھا یہ کیا ہے جواب دیا، ان لوگوں کو قرآن پاک یاد نہیں ہے حضرت ابی پڑھتے ہیں تو یہ لوگ ان کے ساتھ جماعت بنا لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا کیا، جو کیا خوب بہتر کیا۔ (الاستذکار صفحہ ۱۴۷، اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۴۱۸)

فائدہ: تراویح جماعت کے ساتھ مشروع اور سنت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ ادا فرمائی، آپ نے جماعت کے ساتھ ہونے کی تصویب فرمائی، حضرت عمر فاروق نے تمام صحابہ کے سامنے مسجد نبوی میں حضرت ابی کی امامت میں جماعت کرائی، اس طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کرائی اس طرح صحابہ کرام کا ایک جم غفیر اس پر عامل رہا اس کے بعد تابعین کے دور میں اس پر عمل رہا خیر القرون نے اس پر عمل کیا اس کے بعد امت کا تعامل عہد در عہد چلتا رہا اور آج تک یہ عمل جماعت کے ساتھ ہوتا رہا، گویا عہد نبوت عہد صحابہ سے آج تک اس پر عمل کا سلسلہ چلتا رہا ائمہ محققین کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے۔

امام طحاوی نے بیان کیا ہے کہ تراویح کی جماعت واجب علی الکفایہ ہے چونکہ اجماع اس پر ہے کہ لوگوں کا مسجد کو تراویح سے خالی کرنا درست نہیں۔

ابن عبد البر مالکی نے بیان کیا کہ تراویح نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے جو مستحب اور مرغوب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی ایسی طریقہ کو اختیار نہیں کر سکتے مگر جسے آپ نے پسند کیا اور جس سے آپ خوش ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے اس فعل کی بڑی تعریف اور منقبت بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ

انہوں نے ماہ رمضان کو روشن کر دیا۔ (الاستذکار)

شرح احیاء میں ہے کہ احناف، حنابلہ اور بعض مالکیہ کے نزدیک یہ جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(صفحہ ۴۲۰)

علامہ عینی نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ جوامع الفقہ میں ہے تراویح سنت موکدہ ہے اور جماعت واجب ہے اور ذخیرہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ اکثر مشائخ کے نزدیک جماعت سنت علی الکفایہ ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۷۸)

علامہ عینی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ رمضان میں مسجد کو تراویح سے خالی نہ رکھا جائے گا لہٰذا جماعت واجب علی الکفایہ ہے۔ (عمدہ صفحہ ۱۷۸)

درمختار میں ہے کہ تراویح میں جماعت واجب علی الکفایہ ہے اگر مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہوگی تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۵)

شرح منیہ کبیری میں ہے کہ جماعت سنت موکدہ علی الکفایہ ہے۔ (صفحہ ۴۰۲)

علامہ عینی نے احناف کا مسلک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ رمضان میں عشاء کے بعد (مسجد میں جمع ہوں) ایک امام ان کو بیس رکعت پانچ ترویحہ کے ساتھ پڑھائے، اس کی جماعت (مسجد میں) سنت علی الکفایہ ہے اگر مسجد میں جماعت نہ ہوگی تو سب لوگ گنہ گار ہوں گے۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۷۷، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۵۸۶)

شرح مہذب میں علامہ نووی نے بیان کیا کہ (مسلک شوافع میں) جماعت کے ساتھ افضل ہے تنہا پڑھنے سے اسی پر جمہور علماء ہیں بعضوں کا علامہ نووی نے اجماع نقل کیا ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۳۲)

خیال رہے کہ تراویح خواہ جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا پڑھ رہا ہو عشاء کی نماز فرض پڑھنے کے بعد سے ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں تراویح کا وقت عشاء کے بعد وتر سے پہلے ہے۔ تراویح نصف شب تک یا تہائی رات تک پڑھنا مستحب ہے۔ (عمدہ صفحہ)

ملا علی قاری نے مرقاۃ میں ذکر کیا ہے کہ شارح طیبی نے بیان کیا کہ تراویح آخر رات میں بہتر ہے چنانچہ اہل مکہ سو کر اٹھنے کے بعد پڑھتے تھے اور بیشتر لوگ شروع رات میں سونے سے قبل پڑھ لیتے تھے۔

(مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۶۱)

اسی پر اب امت کا تعامل ہے اور یہی طریقہ مسنون آپ سے اور صحابہ کرام اور خلفاء راشدین سے ثابت ہے فتح القدیر میں ہے کہ تراویح کا نصف لیل یا ثلث لیل تک پڑھنا مستحب ہے۔ (جلد ۱ صفحہ ۳۶۹)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ ایک ختم قرآن پاک کا تراویح میں سنت موکدہ ہے لوگوں کی تعب اور سستی کی وجہ سے اسے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۸)

تراویح وتر کے بعد پڑھی جا سکتی ہے حفاظ کرام کو تراویح پر جو روپیہ ملتا ہے اس کا شرعی حکم شمائل کبریٰ جلد سوم میں دیکھیے۔

عورتوں کے لئے بھی تراویح کا انتظام مسنون ہے جو مرد پڑھائے گا

ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی جماعت مقرر فرما دی تھی مردوں پر حضرت ابی بن کعب کو امام مقرر فرما دیا تھا اور عورتوں پر سہل بن حثمہ کو مقرر فرمایا تھا چنانچہ حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کا پہلا عشرہ شروع ہوتا تو حضرت ابی مردوں کو تراویح پڑھاتے۔

(الاستذکار صفحہ ۱۵۲)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابی کو (مردوں پر) اور تمیم داری کو (عورتوں پر) امام بنا دیا تھا۔

ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ تمیم داری کو کبھی عورتوں کا امام بنا دیتے تھے۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۱۵۲)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مردوں پر تراویح کے لئے حضرت ابی ابن کعب کو اور عورتوں کے لئے تراویح پر حضرت سلیمان ابن ابی خیثمہ کو مقرر فرمایا تھا۔

(قیام اللیل صفحہ ۲۲۶، شرح مہذب)

اسی طرح حضرت عرفجہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوگوں کو تراویح کا حکم دیتے تھے مردوں میں بھی امام عورتوں میں بھی امام مقرر فرماتے تھے چنانچہ مجھے عورتوں کی تراویح کا امام بنایا تھا۔

(شرح مہذب صفحہ ۳۴، قیام اللیل صفحہ ۲۲۶)

فائدہ: ان روایات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تراویح کے لئے مردوں کو جمع کیا اور امام مقرر کیا اسی طرح ان حضرات نے عورتوں کے لئے بھی تراویح کا انتظام کیا اور امام مقرر فرمایا۔

جس طرح مردوں کے لئے تراویح سنت ہے اسی طرح عورتوں کے لئے بھی تراویح سنت ہے۔

حیرت اور تعجب ہے کہ مردوں میں تو تراویح کا انتظام مسجدوں میں ہے مگر گھروں میں عورتوں کے اندر تراویح کا اہتمام نہیں، عموماً عورتیں تراویح ترک کر دیتی ہیں منفرداً پڑھنے سے سستی اور تغافل کے باعث ترک کر دیتی ہیں بچوں کی تربیت اور گھریلو مشاغل بہانہ بن جاتے ہیں لہٰذا گھروں میں جماعت سے تراویح کا انتظام جسے مرد پڑھائیں ہونا چاہئے عورتوں میں تراویح کی سنت متروک ہوتی جا رہی ہے اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ

محلے کے بعض گھروں میں حفاظ کرام متعین کر دیئے جائیں جو عورتوں کو تراویح پڑھائیں پردہ کا لحاظ کرتے ہوئے قریبی عورتیں آئیں اور تراویح پڑھیں جن گھروں میں عورتیں زائد ہوں اور مکانی سہولت ہو وہاں اس کا انتظام کریں، قرآنی برکتیں گھر میں ہوں گی اور سنت کی ادائیگی بھی ہو جائے گی اور حفاظ کرام کو بھی سنانے کا موقعہ مل جائے گا۔

تراویح کی جماعت مسجد میں ہو رہی ہو تو گھر میں یا تنہا پڑھنا بھی صحیح ہے

حضرت ابن عمر سالم قاسم ابراہیم نافع یہ حضرات مسجد سے چلے آتے تھے اور لوگوں کے ساتھ مسجد میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ (الاستذکار صفحہ۵۹، الحاوی جلد۱ صفحہ۲۰۷، عمدۃ جلد۷ صفحہ۱۷۸)

امام مالک نے فرمایا حضرت ربیعہ اور دیگر حضرات علماء (صحابہ و تابعین) مسجد سے چلے آتے تھے اور جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ (الاستذکار جلد۵ صفحہ۱۵۸، قیام اللیل صفحہ۲۳۰)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے (گھر میں پڑھتے تھے)۔

(الاستذکار صفحہ۱۱)

سعید بن جبیر رمضان میں مسجد میں تنہا تراویح پڑھتے تھے اور ادھر جماعت سے تراویح ہوتی تھی۔

(طحاوی صفحہ۲۰۷، قیام اللیل صفحہ۲۳۱)

ابراہیم نخعی بیان کرتے ہیں مسجد میں لوگ امام کے پیچھے جماعت سے پڑھتے تھے اور کچھ لوگ مسجد کے کنارے تنہا پڑھتے تھے۔ (طحاوی صفحہ۲۰۷)

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ لیث نے ذکر کیا کہ اگر مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور لوگ جماعت سے تراویح پڑھ رہے ہوں تو گھروں اور مسجد سے باہر تراویح کی جماعت کی جا سکتی ہے۔ (الاستذکار جلد۵ صفحہ۱۵۸)

امام نووی نے بھی لکھا ہے کہ مسجد میں تراویح ہونے کی شکل میں گھر میں تراویح پڑھنا سنت ہے اگر مسجد میں جماعت نہ ہو اور اسے چھوڑ کر گھر میں پڑھیں تو یہ درست نہیں۔ (شرح مہذب صفحہ۳۱)

حضرت عروہ بن زبیر رمضان میں لوگوں کے ساتھ عشاء پڑھ کر گھر چلے آتے لوگوں کے ساتھ نہ پڑھتے (گھر میں تراویح پڑھتے)۔ (قیام اللیل صفحہ۲۳۱)

فائدہ: تراویح مسجد میں سنت موکدہ کفایہ ہے، رمضان المبارک میں مسجد کو جماعت کے ساتھ تراویح سے منور کرنا صحابہ تابعین کا تعامل ہے، ان روایت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد کشادہ ہو صحن مسجد میں گنجائش ہو اور آواز سے خلل نہ ہو تو مسجد میں دوسری جگہ صحن وغیرہ میں تراویح کی جا سکتی ہے اور اس جماعت ثانیہ میں کوئی کراہت نہیں۔ مسجد میں جماعت تراویح کی صورت میں گھروں میں دکانوں میں بیٹھکوں میں تراویح پڑھنا

درست اور بہتر ہے خصوصاً جو حفاظ کرام فارغ ہیں وہ ان مقامات پر تراویح پڑھائیں جو ان کے حق میں بھی سنت مؤکدہ ہے اسی صورت میں عورتیں بھی تراویح کی نماز پڑھ لیں گی اور گناہ سے بچ جائیں گی اور بچے بچیاں بھی پڑھ لیں گی، اور قرآن ودعا کی برکت سے گھر بھی منور ہوگا، لہٰذا ہمارے دور کے حفاظ کرام جو باہر کے علاقے میں تراویح کے لئے مسجد تلاش کرتے ہیں اور بسا اوقات مسجد نہ ملنے پر قرآن پاک نہیں سنا پاتے ہیں بہتر ہے کہ وہ اپنے گھروں میں یا احباب کے گھروں میں تراویح پڑھائیں تاکہ ہر چہار جانب محلے، ماہ مبارک میں قرآن کی برکت سے معمور اور منور ہو جائیں۔

تراویح کی چار رکعت کے بعد استراحت مستحب ہے

زید بن وہب ذکر کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چار رکعت کے بعد ہم لوگوں کو راحت کا موقع دیتے تھے اتنی دیر جتنے میں آدمی مسجد سے مقام سلع (ایک پہاڑ کا نام) چلا جاتا۔

(سنن بیہقی جلد۲ صفحہ ۴۹۷، کنز العمال صفحہ ۴۰۹، اعلاء السنن صفحہ ۶۶)

فائدہ: تراویح کی ہر چار رکعت کے درمیان تھوڑی دیر بیٹھنا جسے جلسہ استراحت کہتے ہیں اور ترویحہ بھی کہتے ہیں مستحب ہے عہد صحابہ کے دور میں اور اس کے بعد بھی عمل رہا، اس ترویحہ کی اصل وہ حدیث اور روایت ہے جسے محدث بیہقی نے اسی باب کے ذیل میں بیان کیا کہ "حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں چار رکعت پڑھتے پھر راحت حاصل کرتے۔" (صفحہ ۴۹۷، کشف الغمہ صفحہ ۱۱۶)

رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم طویل نمازیں پڑھتے تو چار رکعت پر کچھ راحت اور آرام فرماتے، اسی طرح تراویح بھی صلوٰۃ اللیل ہے اس میں بھی وقت لگتا ہے مسلسل تعب کا باعث ہوتا ہے اس لئے چار رکعت کے درمیان آپ کے صلوٰۃ اللیل کی عادت شریفہ کو تراویح میں اختیار کیا۔

کبیری میں ہے: یہ ترویحہ مستحب ہے بیہقی میں بسند صحیح ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں لوگ یہ وقفہ اختیار کرتے تھے، اسی طرح اہل حرمین کا بھی تعامل رہا جس مقدار تراویح ہوتی اسی مقدار یہ وقفہ اختیار کرتے۔ (صفحہ ۴۰۴)

شامی میں بھی ہے کہ یہ جلسہ ترویحہ مستحب ہے البتہ آخری ترویحہ بیس رکعت کے بعد اور وتر سے پہلے جلسہ استراحت مستحب نہیں ہے اسی کو فقہاء نے صحیح قرار دیا ہے۔ (شامی جلد۲ صفحہ ۴۶، کبیری)

شرح احیاء میں بھی ہے کہ اس جلوس کو ہمارے اصحاب احناف نے مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد۳ صفحہ ۴۲۰)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ اس کی اصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے کہ آپ چار رکعت کے بعد کچھ دیر راحت فرماتے پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور پڑھتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۶)

اعلاء السنن اور شرح احیاء میں آخری ترویحہ پر بھی جلسہ استراحت کو مستحب قرار دیا ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۶۶)
حافظ نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ نے جس خبر پر اولا اجماع کیا ہے وہ جلسہ ترویحہ ہے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۱)
بعض حضرات نے جلسہ ترویحہ میں نفل پڑھنے کو بہتر نہیں سمجھا عتبہ بن عامر لوگوں کو منع کرتے تھے کہ وہ ترویحہ کے درمیان کوئی نفل نماز پڑھیں۔ (قیام اللیل)
شاید کہ تراویح میں تعب کی وجہ سے منع کرتے ہوں، اسی طرح حضرت ابودرداءؓ منع فرماتے تھے۔

ترویحہ کے اوراد، ترویحہ میں کیا کرے

تراویح کے جلسہ استراحت اور ترویحہ میں کوئی متعین عمل ثابت نہیں۔
اسلاف کرام نے اختیار دیا کہ خواہ تسبیح وتہلیل پڑھے یا تلاوت کرے، یا چار رکعت پڑھے، یا خاموش رہے۔ (شامی صفحہ ۴۶، کبیری، اتحاف السادۃ صفحہ ۴۲۰)
اس میں اہل مکہ کا تو یہ عمل تھا کہ وہ اس دوران طواف کرتے تھے اور اہل مدینہ چار رکعت نفل تنہا پڑھتے تھے۔ (شامی صفحہ ۴۶، کبیری اتحاف صفحہ ۴۲۰)
چونکہ حرم میں نفل سے طواف افضل ہے اس لئے اہل حرم کے لئے طواف اولیٰ ہے اور اس کے علاوہ اختیار ہے۔ تسبیح میں اصحاب احناف نے یہ تسبیح ذکر کی ہے جس پر اہل بخاریٰ اور اس کے اطراف کا عمل تھا۔
"سُبْحَانَ ذِی الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّةِ وَالْعَظْمَةِ وَالْهَيْبَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ ذِی الْحَيِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ، رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ" تین مرتبہ پڑھے۔ (اتحاف صفحہ ۴۲۰)
اور علامہ شامی نے اس کے بعد یہ اضافہ بھی کیا ہے:
"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ نَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ نَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ النَّارِ" (شامی جلد ۲ صفحہ ۴۶)
شرح احیاء میں ہے کہ بعض نے چوتھا کلمہ بعض نے سورہ اخلاص تین مرتبہ اور بعضوں نے درود پاک ذکر کیا ہے۔ (صفحہ ۴۲۰)
فائدہ: ترویحہ میں ذکر درود استغفار سب کی اجازت ہے۔

رمضان المبارک میں وتر جماعت کے ساتھ تراویح کے بعد مسنون ہے

امام مالک نے حضرت یزید بن رومان سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں (مسجد نبوی میں) رمضان میں تیئس رکعتیں ہوتیں تھیں۔ (الاستذکار صفحہ ۱۵۵، شرح مہذب نووی ۳۳)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت ابی تین رکعت وتر (تراویح کے ساتھ) پڑھاتے تھے۔
(الاستذکار جلد۴ صفحہ ۱۵۵)

حضرت عطاء نے کہا حضرت صحابہ کرام رمضان میں تیئس رکعت پڑھتے تھے۔ (الاستذکار جلد۴ صفحہ ۱۵۹)

فَائِدَہ: وتر رمضان میں جماعت کے ساتھ افضل ہے، گو تنہا بلا جماعت کے بھی جائز ہے۔ (کبیری جلد۴ صفحہ ۱۵۹)

قاضی خان میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جماعت کے ساتھ افضل ہے۔ (کبیری صفحہ ۱۱)

اسی طرح ابن ہمام نے فتح القدیر میں ذکر کیا ہے کہ وتر رمضان میں جماعت کے ساتھ افضل ہے اور ہدایہ میں ہے کہ رمضان کے علاوہ وتر جماعت سے نہ پڑھے۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۷۰)

نماز وتر کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ اور طریق مبارک کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز پڑھتے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے آپ کے اصحاب وتر پڑھتے۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وتر کے بارے میں پوچھا گیا۔ کیا یہ فرض ہے، تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھا، اسی پر آپ کے اصحاب رہے (یعنی پابندی سے پڑھتے رہے)۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

علامہ عینی نے ابن عقیل کا قول لکھا ہے کہ وتر پڑھنا آپ پر واجب تھا۔
(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۶، عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵)

وتر کی نماز تین رکعت پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ (بیہقی صفحہ ۴۱)

حضرت ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے۔
(بزار کشف الاستار صفحہ ۳۵۴)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت آخر شب میں پڑھتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے جس میں سورہ اعلیٰ، سورہ کافرون، سورہ احد پڑھتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے۔

(مختصر ترمذی صفحہ ۱۰۶، مشکوۃ صفحہ ۱۱۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وتر رات میں تین رکعت ہے جیسے دن میں مغرب تین رکعت ہے۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۸)

حضرت عمر بن خطاب وتر کی تین رکعت ایک سلام سے پڑھتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۴)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی تین رکعت پڑھتے اور آخر میں سلام کرتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا (صحابہ وتابعین) کا اجماع ہے کہ وتر کی تین رکعت ہے اور یہ کہ ایک سلام سے پڑھا جائے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے پڑھنے کی سخت تاکید فرماتے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ وتر لازم ہے جو وتر نہ پڑھے ہم میں سے نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۰۱، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۱۷)

حضرت عمرو بن شعیب کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ پاک نے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے وہ وتر ہے اس کی پابندی کرو۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۶۳)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر وتر حق ہے لازم ہے۔ (مسند احمد، ابن حبان، اعلاء جلد ۶ صفحہ ۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہر مسلمان پر وتر واجب ہے۔

(مسند بزار صفحہ ۲۵۲، اعلاء صفحہ ۱۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۷، مجمع صفحہ ۲۴۰)

فائدہ: ان تاکیدی روایتوں کی وجہ سے احناف کے یہاں وتر واجب ہے اور نہ پڑھنے پر اس کی قضاء ضروری ہے، مرقات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام نے اس پر مواظبت فرمائی۔ جس سے وجوب ثابت ہوتا ہے۔ (مرقات جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

عید، بقرعید کی نماز کی طرح وتر بھی ہے

سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کو اسی طرح شروع اور ثابت کیا ہے جس طرح عید اور بقرعید کو۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح عید و بقرعید کی نماز واجب ہے اسی طرح وتر بھی واجب ہے۔

فرائض خمسہ کے ساتھ وتر کا اضافہ

حضرت خارجہ بن حذافہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ فجر کے وقت تشریف لائے اور فرمایا، اللہ پاک نے ایک نماز کا اضافہ کیا ہے (یعنی نماز پنجگانہ کے ساتھ) وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے لوگوں نے پوچھا وہ کون نماز ہے آپ نے فرمایا وہ وتر ہے جو عشاء اور صبح کے درمیان ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۲۹۷، مجمع جلد۲ صفحہ ۲۴۰، استذکار صفحہ ۲۶۳، ابن ماجہ صفحہ ۸۱)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک وتر واجب ہے اسی طرح ابن مسعود، حضرت حذیفہ، حضرت ابراہیم نخعی، یوسف بن خالد سمتی، سعید بن میتب، ابوعبیدہ، ضحاک، سمنون اصبغ بن فرج، کے نزدیک بھی وتر واجب ہے، علامہ عینی نے وتر کے وجوب کو تاکیدی روایتوں کی وجہ سے راجح وجوب قرار دیا ہے۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۱۱)

ملا علی قاری نے "الوتر حق" کی شرح میں اسے سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۱۷۵)

ابن نجیم نے محیط اور خانیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ صحیح اور راجح قول میں یہ واجب ہے، مشائخ نے اسے عملاً واجب اور اعتقاداً سنت کہا ہے۔

بحر الرائق جلد۲ صفحہ ۴۰ بروایت زفر یہ فرض ہے۔ (کبیری صفحہ ۴۱۱)

آپ ﷺ وتر کی تین رکعت ایک ہی سلام سے پڑھتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ تین رکعت وتر ادا فرماتے، درمیان میں فصل نہ فرماتے (یعنی ایک ہی سلام سے پڑھتے)۔ (طحاوی صفحہ ۱۶۵، حاکم، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی تین رکعت پڑھتے اور آخر ہی میں سلام کرتے (یعنی ایک سلام سے پڑھتے)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: وتر کی تین رکعتیں اسی طرح ہیں جس طرح مغرب۔ (یعنی جس طرح مغرب کی تین رکعت ایک سلام سے ہے اسی طرح وتر بھی)۔

(مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۲۴۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ وتر کی دو رکعت پر سلام نہیں کرتے تھے۔

(نسائی صفحہ ۲۴۸، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۳۱)

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وتر کی تین رکعت اس طرح پڑھتے کہ

سلام نہ کرتے (یعنی دو رکعت پر سلام نہ کرتے۔'' (سنن کبریٰ صفحہ ۴۰)

دو رکعت پر سلام کر کے وتر ایک سلام سے۔ پڑھنا حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابی، حضرت ابن عباس، ابوامامہ، عمر بن عبدالعزیز اسی طرح سفیان ثوری، ابن مبارک، اور اسی طرح فقہا سبعہ: سعید بن المسیب جیسے بلند پایہ حضرات کا مسلک ہے۔ (غنیۃ المستملی صفحہ ۴۱۳)

ابن عبدالبر نے ذکر کیا کہ وتر کی تین رکعت ایک سلام سے حضرت عمر، حضرت علی حضرت ابن عباس حضرت ابن مسعود ابی ابن کعب، انس بن مالک، ابوامامہ، عمر بن عبدالعزیز اور ثوری کا مسلک ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۸۳)

فَائِدَۃ: علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک سلام سے وتر کی تین رکعت پر اجماع ہے ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری کا قول ذکر کیا ہے کہ ایک سلام سے صرف آخری سلام کیا جائے گا وتر کی تین رکعت پر مسلمانوں کا صحابہ تابعین کا اجماع ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فقہاء مدینہ کا قول بھی یہی لکھا ہے وتر تین رکعت ایک سلام سے ہے۔

(طحاوی صفحہ ۱۷۵، بنایہ صفحہ ۵۰۱، مرقات)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے متعلق ہے کہ ایک سلام سے تین رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۰)

ابن نجیم نے بحر الرائق میں لکھا ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ وتر کو دو سلام سے ادا کرنا درست نہیں، لہٰذا ان حضرات کی اقتداء میں وتر پڑھنا جو دو سلام سے پڑھتے ہیں درست نہیں ایسے موقعہ پر احناف کو تنہا پڑھنا چاہئے۔

(بحر الرائق صفحہ ۴۲)

یہی علامہ شامی نے بھی حاشیہ بحر میں لکھا ہے کہ شوافع کی اقتداء وتر میں اس وقت درست ہوگی جب وہ ایک سلام سے پڑھیں اسی طرح رد المحتار میں دو رکعت پر سلام کو مفسد وتر قرار دیا ہے۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۸)

فتح القدیر میں حسن بصری سے منقول ہے کہ مسلمانوں کا (صحابہ تابعین) اجماع ہے کہ وتر تین رکعت ہے ایک سلام سے۔ (جلد ۱ صفحہ ۴۲۸)

وتر کب اور کس وقت ادا فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رات کے کل حصہ میں وتر ادا کرتے، آپ صبح سے قبل وتر ادا فرما لیتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شروع رات میں، وسط رات میں، اور آخر رات میں وتر پڑھتے تھے، صبح صادق سے پہلے پہلے وتر پورا فرما لیتے۔ (مشکوٰۃ، ترمذی صفحہ ۱۰۳)

حضرت عقبہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وتر کبھی شروع رات میں، کبھی وسط رات

میں، کبھی آخر رات میں ادا فرماتے تا کہ مسلمانوں کو اس مسئلہ میں سہولت رہے۔

(کنز العمال جلد۸ صفحہ ۱۷، مصنف عبدالرزاق صفحہ ۱۷)

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ آپ کبھی وتر عشاء کے بعد ہی پڑھ لیتے کبھی وسط رات میں ادا فرماتے، اور کبھی آخر شب میں، عشاء کے بعد سے فجر تک آپ وتر ادا فرما لیتے، اس لئے کہ صبح صادق ہوتے ہی وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے البتہ مستحب وقت آخر شب ہے۔

آخر شب میں تہجد کے بعد ادا فرماتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تہجد پڑھتے رہتے یہاں تک کہ آخر میں وتر پڑھتے۔ (قیام اللیل صفحہ ۳۰۵)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رمضان اور رمضان کے علاوہ میں گیارہ رکعت سے زیادہ (تہجد اکثر و بیشتر) نہ پڑھتے چار رکعت پڑھتے کیا کہنا کس قدر بہتر اور کس قدر لمبی پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے خوب ہی بہتر طور پر طویل ادا فرماتے، پھر تین رکعت (وتر) پڑھتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۴، طحاوی صفحہ ۱۶۶)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وتر شروع رات میں، وسط رات، اور آخر رات میں پڑھتے تھے، پھر آخر رات میں پڑھنا ہو گیا تھا۔ (کنز العمال صفحہ ۶۲)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو رات کو بیدار ہو اسے چاہئے کہ وتر آخر رات میں صبح سے پہلے پڑھے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۸)

فَائِدَہ: ان لوگوں کے لئے جو تہجد پڑھنے کے عادی ہیں، یا رات میں عبادت میں مصروف رہیں آخر میں تہجد بوقت سحر پڑھنا اس کا مستحب ہے آپ ایسا ہی کرتے تھے وتر عشاء کے بعد سے لے کر صبح صادق سے قبل کسی وقت میں پڑھ لے، جائز ہے گو آخر شب بہتر ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۲۶۹)

ہاں عشاء پڑھنے سے قبل وتر درست نہیں۔ (مرقات ۱۶۸) ابن ہمام نے ذکر کیا ہے کہ مستحب سحر کا وقت ہے۔ (فتح القدیر)

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وتر عشاء کے وقت سونے سے پہلے پڑھ لیتے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عشاء کی نماز پڑھتے (مسجد میں) پھر گھر آنے سے قبل سات رکعت پڑھتے چار رکعت میں دو، دو پر سلام پھیرتے، یعنی دو، دو رکعت کر کے سلام پھیرتے چار رکعت ایک سلام سے ادا فرماتے، اس کے بعد تین رکعت ادا فرماتے وتر کی دو رکعت میں سلام کرتے (جیسا

بعض موقعہ پر آپ سے ثابت ہے ورنہ تو ایک ہی سلام سے ادا فرماتے) گھر آتے تو دو رکعت پڑھتے، اور سو جاتے۔ (مختصر سبل الہدیٰ صفحہ ۲۶۳)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے عشاء کے بعد سونے سے قبل وتر کی تین رکعت ادا فرمائی یا تو آپ نے کبھی ایسا کیا ہے تاکہ قول کے علاوہ عمل سے قبل النوم وتر ثابت ہو جائے، ورنہ تو آپ کی عادت طیبہ وتر کی یہ تھی کہ تہجد کے بعد پڑھتے تھے۔

مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عشاء کے بعد آپ چار رکعت پڑھتے تھے اور دو سلام سے۔ اسی قسم کی روایتوں سے فقہاء نے اخذ کر کے بیان کیا ہے کہ عشاء کے بعد دو، دو رکعت کر کے چار رکعت پڑھے، اس کے بعد وتر کی تین رکعتیں، اس کے بعد دو رکعت۔

خیال رہے کہ اس روایت میں وتر کی دو رکعت پر سلام کا ذکر ہے وتر کا یہ طریقہ بھی آپ سے ثابت ہے مگر بیشتر عمل تین رکعت ایک سلام کے ساتھ تھا جسے احناف نے اختیار کیا ہے جس کا ذکر ماقبل گزر چکا ہے۔

وتر کو نوافل کے آخر میں پڑھنا بہتر ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وتر کو نماز (نفل) کے آخر میں پڑھو۔ (بخاری صفحہ ۱۳۶، مسلم صفحہ، ابوداؤد صفحہ ۲۰۳، نسائی صفحہ ۲۴۷)

حضرت نافع کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رات کی نماز میں وتر آخر میں پڑھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ رات کو نوافل پڑھتے رہتے اور آخر میں وتر پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۸۷)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ امر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کو (تہجد کے بعد) شب کے آخر میں پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعت وتر آخر شب میں پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۵)

مشغول حضرات کے لئے یا آخر شب میں نہ اٹھ سکنے پر سونے سے پہلے پڑھ لے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے اندیشہ ہو کہ وہ آخر رات میں نہ اٹھ سکے گا، وہ وتر پڑھ لے پھر سو جائے، اور جسے یقین ہو کہ وہ شب آخر میں اٹھ جائے گا وہ آخر شب میں وتر پڑھے، چونکہ آخری شب فرشتوں کی حاضری کا وقت ہوتا ہے اور یہ افضل وقت ہوتا ہے۔

(مسلم صفحہ، ترمذی صفحہ ۱۰۳، ابن ماجہ صفحہ ۸۳، ابن خزیمہ صفحہ ۱۴۶، ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۸۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا کہ بغیر وتر پڑھے میں سو جاؤں۔
(بزار، نیل صفحہ ۴۱)

سعید بن مسیّب سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر و عمر نے وتر کا تذکرہ کیا، حضرت ابوبکر نے عرض کیا میں وتر کی نماز پڑھ کر سوتا ہوں پھر اگر جاگ گیا تو نفل پڑھتا رہتا ہوں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے، حضرت عمر نے عرض کیا میں نماز پڑھ کر سو جاتا ہوں، پھر آخر رات میں وتر پڑھتا ہوں آپ نے اس پر فرمایا، حضرت ابوبکر احتیاط سے کام لیتے ہیں اور حضرت عمر قوت اعتماد پر۔ (کنز العمال صفحہ، نیل صفحہ)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر تین امور کی پابندی کی نصیحت فرمائی ان میں ایک یہ کہ وتر پڑھ کر سوؤں۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۶۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگرچہ وتر آخر شب میں بہتر ہے مگر جن لوگوں کو آخر شب میں نیند نہ کھلنے کا اندیشہ ہو یا جن کو مصروفیت زائد رہتی ہو آخر شب میں اٹھنا مشکل ہو ان کو چاہئے کہ سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کریں۔

وتر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کونسی سورہ پڑھتے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں "سبح اسم ربك الاعلی" دوسری میں "قل یا ایها الکافرون" اور تیسرے میں "قل هو الله احد" پڑھتے تھے اور سلام آخر میں فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۲۴۸، طحاوی صفحہ ۶۸، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی" دوسری میں "کافرون" تیسری میں "قل هو الله احد" پڑھتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۲)

حضرت عائشہ کی ایک روایت میں وتر میں معوذتین اور سورہ احد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا منقول ہے۔
(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۷، طحاوی صفحہ ۱۶۸، بنایہ صفحہ ۵۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سورہ اعلیٰ سورہ کافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۶، ابن ابی شیبہ کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۶۷، ابن ماجہ صفحہ ۸۲)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے وتر کی نماز پڑھی، آپ نے پہلی رکعت میں "سبح اسم ربك الاعلی" دوسری میں کافرون تیسرے میں "قل هو الله احد" پڑھا۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۶۸، کنز العمال صفحہ ۶۷، دار قطنی صفحہ ۲۱)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان نو سورتوں کو وتر میں (اکثر) پڑھا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سورۃ تکاثر، سورۃ انا انزلنا اور اذا زلزلت دوسری رکعت میں سورہ عصر، سورہ کوثر، اور تیسری رکعت

میں سورہ کافرون، سورہ تبت اور قل ھو اللہ احد۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۷۱، کنز العمال جلد صفحہ ۶۳۸)

فَائِدَہ: وتر میں ان مذکورہ سورتوں کا پڑھنا مسنون اور بہتر ہے، مگر اس پر ہمیشگی نہ کرے بھی کبھی دوسری سورتیں پڑھ لے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: وتر کے لئے یہ سورتیں متعین نہیں، ہاں آپ کی اقتداء میں اور تبرکاً پڑھے تو بہتر ہے۔ (بنایہ صفحہ ۵۰۹)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ وتر میں معوذتین پڑھا کرتے تھے۔ (کنز العمال صفحہ)

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم دعاء قنوت رکوع سے قبل پڑھتے

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ ایک رات گزاری تا کہ دیکھوں کہ آپ دعاء قنوت وتر میں کس طرح پڑھتے ہیں، آپ نے رکوع سے پہلے دعا قنوت پڑھی۔

(دار قطنی صفحہ ۱۳۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰۲)

حضرت ابی ابن کعب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وتر پڑھتے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے۔ (نسائی صفحہ ، ابن ماجہ صفحہ ۸۳، بنایہ صفحہ ۸۰۳)

حضرت علقمہ نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اصحاب، قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰۲)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قنوت وتر قرات سے فارغ ہونے کے بعد رکوع سے پہلے پڑھتے تھے، احناف کے نزدیک وتر کی دعاء قنوت میں بھی طریقہ مسنون ہے۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سال بھر قنوت وتر پڑھا کرتے تھے چنانچہ سفیان ثوری، ابن مبارک، اسحٰق یہ حضرات بھی پورے سال پڑھا کرتے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۰)

ابن ہمام نے ذکر کیا کہ عاصم الاحول نے حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے قنوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں، پھر پوچھا رکوع سے قبل یا رکوع کے بعد کہا رکوع سے قبل، اور وہ جو حضرت انس کی دوسری روایت رکوع سے بعد قنوت کا پڑھنا ہے تو اس سے مراد قنوت نازلہ ہے کہ ایک ماہ اسے آپ نے پڑھا ہے۔

(فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۲۹)

وتر کے بعد دو رکعت پڑھتے

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وتر کے بعد دو ہلکی رکعت پڑھتے۔

حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھتے جس میں زلزلت اور کافرون پڑھتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۶)

حضرت ام سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وتر کے بعد دو ہلکی رکعت بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۸۳، ترمذی صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابوامامہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ وتر کے بعد دو رکعت نماز بیٹھ کر پڑھتے جس میں سورہ اذا زلزلت اور کافرون پڑھتے۔ (مشکوۃ صفحہ، احمد سنن کبریٰ صفحہ ۳۳)

اسی طرح حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے بھی مروی ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۳)

فَائِدَہ: وتر کے بعد دو رکعت پڑھنا ان احادیث کی وجہ سے سنت ہے اور یہ آپ کی اتباع میں بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے گو کھڑے ہو کر پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

وتر کی تیسری رکعت میں سورۃ کے بعد ہاتھ اٹھائے پھر باندھے

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ وہ آخری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھتے پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۷۰)

حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قنوت کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (اعلاء السنن جلد ۶ صفحہ ۷۰)

حضرت عبداللہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے (وتر کی آخری رکعت میں) قل ہو اللہ احد پڑھا اس کے بعد تکبیر کہی (ہاتھ اٹھانے کے ساتھ) پھر دعاء قنوت پڑھی (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۹۶، اعلاء جلد ۶ صفحہ ۶۸)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ قنوت سے پہلے ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر کہے۔ عبدالرحمٰن بن اسود کی روایت میں ہے کہ وہ قنوت وتر کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

حضرت ابوہریرہ ماہ رمضان میں قنوت میں دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۴۱)

حضرت ابوقلابہ قنوت کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے۔

تکبیر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھاتے

حضرت عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دعاء قنوت پڑھنے سے پہلے اللہ اکبر کہا۔ (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۹۶، اعلاء جلد ۶ صفحہ ۶۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ (جب وہ تیسری رکعت) کی قرات سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب قنوت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر رکوع میں جاتے۔
(طبرانی، اعلاء، صفحہ ۷۱، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جب قرات سے فارغ ہو جاتے (تیسری رکعت کی) تو تکبیر

کہتے پھر قنوت پڑھتے پھر رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ (مغنی جلد ۱ صفحہ ۸۰۱، اعلاء جلد ۶ صفحہ ۷۲)

حارث نے حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے نقل کیا ہے کہ تکبیر کے بعد وہ قنوت شروع کرتے۔ (کنز العمال)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قرات سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھے تک اٹھاتے۔ (کبیری صفحہ ۴۱۷، اعلاء صفحہ ۷۲)

فَائِدَہ: معلوم ہوا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ جب تیسری رکعت میں سورۃ پڑھ لے تو اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ اٹھائے پھر قنوت پڑھے، حضرات صحابہ کرام کا اسی طریقہ پر عمل تھا جیسا کہ جلیل القدر صحابہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت براء رضوان اللہ علیہم اجمعین سے صراحۃً مروی ہے۔ (اعلاء صفحہ ۷۲)

اسی کے قائل ابوعبیدہ اور اسحاق ہیں۔ (کبیری صفحہ ۴۱۰)

وتر کا وقت کب تک رہتا ہے

حضرت خارجہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لائے اور فرمایا، اللہ پاک نے ایک نماز کا تمہارے پر اضافہ کیا ہے، وہ تمہارے لئے سرخ اونٹ سے بھی بہتر ہے وہ وتر ہے اللہ پاک نے اس نماز کا وقت عشاء اور طلوع فجر کے درمیان رکھا ہے۔ (استذکار صفحہ ۲۸۷)

حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے مناوی نے اعلان کیا کہ خبردار صادق ہو جانے کے بعد وتر نہیں ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۸۷)

فَائِدَہ: ان روایتوں کے پیشِ نظر اس امر پر تو اجماع ہے کہ وقت اس کا عشاء کے بعد شروع ہوتا ہے اس سے قبل نہیں، اور بیشتر علماء اس کے قائل ہیں کہ طلوع صبح صادق تک اس کا وقت وقت اداء رہتا ہے۔

چنانچہ ابن عبدالبر مالکی لکھتے ہیں کہ سعید بن جبیر، مکحول، عطاء بن ابی رباح، سفیان ثوری کا بھی یہی مسلک ہے کہ طلوع فجر کے بعد وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۲۸۷)

امام نووی نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ وتر کا وقت عشاء سے طلوع فجر صبح صادق تک رہتا ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۱)

لہٰذا اگر کوئی شخص صبح صادق تک نہیں پڑھ سکا تو اب طلوع شمس کے بعد وقت یا دیگر اوقات میں جس میں قضا مشروع ہے قضاء کرے۔

وتر نہ پڑھ سکے تو قضاء کا حکم

حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ رات میں جس کی وتر چھوٹ جائے وہ دن میں قضاء کرے۔
(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ہم میں سے کسی کو صبح ہو جائے اور وتر کی نماز نہ پڑھ سکے تو کیا ہوگا، آپ نے فرمایا صبح ہو جانے کے بعد پڑھ لے۔ (دارقطنی جلد۲ صفحہ۲۲)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. جو وتر بغیر پڑھے سو جائے یا بھول جائے وہ جب صبح ہو جائے تو پڑھ لے یا جب بھی یاد آ جائے۔ (ابوداؤد صفحہ۲۰۳، ابن ماجہ صفحہ۸۳، ترمذی صفحہ۱۰۷)

فائدہ: ہدایہ میں ہے کہ وتر کی بالا جماع قضاء ہے یعنی تمام علماء اس پر اتفاق رکھتے ہیں کہ اس کی قضا ہوگی۔

(فتح القدیر صفحہ۴۲۶)

طاؤس سے منقول ہے کہ جس کی وتر رہ جائے اور صبح ہو جائے تو وہ وتر پڑھ لے جب اسے یاد آئے۔ ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۸ پر لیث نے ذکر کیا کہ طاؤس نے کہا کہ وتر کی قضا کی جائے گی۔

فائدہ: وتر واجب ہے، اس کا وقت وقت عشاء ہے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک صبح صادق ہو جانے سے اس کا وقت ختم ہو جاتا ہے، جب وقت میں وتر ادا نہیں کی جائیں تو پھر اس کی قضاء واجب ہے۔

(عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ۵)

علامہ طیبی کے حوالہ سے مرقات میں ہے کہ وتر بلا پڑھے سو جائے تو صبح (طلوع شمس کے بعد) اسے پڑھے۔

مرقات میں ہے کہ احناف کے نزدیک وتر کی قضاء ہے حتیٰ کہ اگر صاحب ترتیب نے صبح پڑھ لی، اور وتر نہیں پڑھا تو اس کی نماز صبح صحیح نہ ہوگی۔ (صفحہ۱۶۴)

کہ ترتیب کی وجہ سے اس کے ذمہ سے صبح سے قبل وتر ادا کرنا تھا ہاں اگر صاحب ترتیب نہ ہو تو ادا ہو جائے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سفر میں بھی پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز سفر میں سواری پر پڑھ لیتے تھے۔

(بخاری صفحہ۱۳۶، طحاوی صفحہ۱۴۹، ابن ماجہ صفحہ۸۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ وہ سواری پر نماز پڑھتے رہتے تھے (نفل) اور وتر پڑھتے تو اتر کر زمین پر پڑھتے۔ (طحاوی صفحہ۲۴۹)

حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ سفر میں بھی سنت (موکدہ) ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۳۰۱)

فائدہ: خیال رہے کہ وتر واجب ہے اس کا سواری پر پڑھنا درست نہیں، ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی عذر کی وجہ

سے پڑھا ہوگا عینی اور طحاوی نے لکھا کہ واجب کے حکم سے پہلے آپ نے سواری پر پڑھا ہو۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، عمدۃ صفحہ ۱۵، بحر جلد ۲ صفحہ ۴۰)

قنوت میں کیا پڑھتے

حضرت عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رکوع کے بعد یہ قنوت پڑھی

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِی عَلَیْکَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّی وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ." (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۱۴، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۴۷، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۷، بحر الرائق جلد ۲ صفحہ ۴۵، قیام اللیل صفحہ ۲۲۱)

ابوعبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہم لوگوں کو یہ دعا قنوت سکھاتے تھے تاکہ وتر میں پڑھیں:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُثْنِی عَلَیْکَ الْخَیْرَ کُلَّهٗ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّی وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُو رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ." (ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۰۱، مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۷۴، شرح مہذب)

مراسیل ابوداؤد میں حضرت خالد بن عمران سے مروی ہے کہ (قبیلہ مضر پر بددعا سے منع کرنے کے موقعہ پر) حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ دعاء قنوت کی آپ کو تعلیم فرمائی تھی۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)

علامہ سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ دعا مذکور بکثرت روایت سے ثابت ہے جو مختلف الفاظ سے مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ یہ قرآن کا جزء تھا جو منسوخ التلاوۃ ہوگیا جس کا نام سورۃ عقد اور خلع تھا۔ (اتقان)

درمختار میں ہے کہ اس قنوت کا پڑھنا سنت ہے۔ (اعلاء صفحہ ۹۲)

حضرت عمر اور حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اسی قنوت کو پڑھا کرتے تھے۔ حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کی تعلیم کردہ ہونے کی وجہ سے اس کا پڑھنا دوسری دعاء کے مقابلہ میں بہتر ہے۔ (اعلاء السنن) بحر الرائق میں ہے کہ اس دعاء پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا اس کو پڑھے۔ (جلد ۲ صفحہ ۴۵، فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۴۳۴)

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دعاء قنوت کی تعلیم

حضرت حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات مجھے سکھائے کہ میں اسے قنوت (وتر) میں پڑھا کروں:

"اللھم اھدنی فیمن ھدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شرما قضیت انك تقضی ولا تقضی علیك وانه لا یذل من والیت تبارکت ربنا وتعالیت." (ابوداؤد صفحہ ۲۰۱، ترمذی صفحہ ۱۰۵، ابن ماجہ صفحہ ۸۲، نسائی صفحہ، مجمع جلد ۲ صفحہ ۴۴، حاکم بنایہ صفحہ ۵۰۵، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، فتح القدیر صفحہ ۳۰)

ملا علی قاری نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ قنوت کے بعد اس کا ملا لینا بہتر ہے۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۱۷۴)

شرح منیہ میں بھی لکھا ہے کہ دعاء قنوت کے بعد اس کا پڑھنا اولیٰ ہے، درمختار میں اس کا شامل کرنا مستحب لکھا ہے۔ فتح اور بحر میں ہے کہ اللھم کے بعد اس دعاء حسین کو پڑھنا بہتر ہے۔ (صفحہ ۴۵، فتح القدیر صفحہ ۴۳۰)

وتر کے آخر میں کیا پڑھتے

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد (سلام کے بعد) جب بیٹھتے تو "**سبحان الملك القدوس**" تین مرتبہ فرماتے اور آخری مرتبہ ذرا کھینچ کر کہتے۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۶۸، ابن عبدالرزاق صفحہ)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز کا سلام پھیرتے تو "**سبحان الملك القدوس**" کہتے، اور نسائی کی روایت میں ہے کہ تیسری مرتبہ آواز کو بلند فرماتے بیہقی میں ہے تیسری مرتبہ زور سے پڑھتے اور کھینچ کر پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۹، مشکوٰۃ، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۲)

فائدہ: چنانچہ ملا علی قاری نے مرقات میں ذکر کیا کہ آپ تیسری مرتبہ مد کھینچ کر پڑھتے، اور آواز بھی بلند کرتے چنانچہ وتر کے بعد اس طرح کرنا سنت ہے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ بعض روایت میں "**رب الملئکۃ والروح**" کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ بیہقی میں ہے کہ تیسری مرتبہ "**رب الملئکة والروح**" پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۴۰)

وتر کے بعد کی دعاء

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ، وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ، وَاَعُوْذُبِكَ

مِنْكَ، لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ."

تَرْجَمَہ: "اے اللہ میں آپ کی ناراگی سے آپ کی رضا کی پناہ مانگتا ہوں، اور آپ کی سزا سے معافی کی پناہ مانگتا ہوں، آپ سے پناہ مانگتا ہوں آپ کی کوئی تعریف نہیں حاصل کرسکتا جیسا کہ آپ نے خود اپنی تعریف کی۔" (ابوداؤد صفحہ ۲۰۲، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۶، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶، سنن کبریٰ صفحہ ۴۲)

فَائِدَہ: آپ وتر کے سلام کے بعد یہ دعاء پڑھتے۔ وتر کے بعد یہ دعاء مسنون ہے۔

اگر وتر شروع رات میں پڑھ لے تو نوافل پڑھے مگر وتر نہیں

حضرت ثوبان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کی حالت میں تھے آپ نے فرمایا یہ سفر بڑی پریشانی اور مشکلات کا باعث ہے جب تم وتر پڑھ لو تو دو رکعت پڑھ لو (نفل) اگر (تہجد کے لئے) جاگ گئے تو ٹھیک (نماز پڑھ لو گے) نہیں تو یہ دو رکعت اس (تہجد) کی جگہ ہو جائے گی۔

(دارمی، طحاوی صفحہ ۲۰۲، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۶، بیہقی، معارف جلد ۴ صفحہ ۲۵۹)

حضرت ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ وتر کو شروع رات میں پڑھ لیا کرتے تھے پھر جب رات میں بیدار ہوتے تو دو، دو رکعت پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۸۵)

مسروق نے ذکر کیا کہ جب تم وتر پڑھ کر سوئے ہو پھر بیدار ہو جاؤ تو دو رکعت نفل پڑھتے رہو (مگر وتر نہ پڑھو)۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ اگر وتر شروع رات میں پڑھ لیا تو وتر نہ پڑھے ہاں دو۔ دو رکعت پڑھتا رہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

معارف السنن میں ہے کہ جس نے شروع رات میں وتر پڑھ لیں پھر تہجد کے وقت اٹھا تو تہجد پڑھ سکتا ہے، اب دوبارہ وتر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ یہی مسلک امام اعظم ابوحنیفہ، امام ثوری، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، ابوثور، ابن المبارک، ابراہیم نخعی، اور حضرات صحابہ میں صدیق اکبر حضرت عمار، حضرت سعد بن وقاص، حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، تابعین میں حضرت علقمہ حضرت طاؤس اور ابوالحلو کا ہے، شرح مہذب میں امام نووی، اور قاضی عیاض نے اکثر علماء کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۲۵۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہی صحیح قول ہے کہ آپ ﷺ نے وتر کے بعد نماز (نفل) پڑھی ہے۔

(ترمذی صفحہ ۱۰۸، معارف جلد ۴ صفحہ ۲۵۸)

ابن ابی شیبہ میں حضرت رافع کا قول ہے کہ میں وتر پڑھ لیتا ہوں، اور پھر رات میں بیدار ہوتا ہوں تو دو دو رکعت پڑھتا ہوں اور وتر نہیں۔ (صفحہ ۲۸۵)

اسی طرح دیگر متعدد صحابہ اور تابعین کی روایتوں کونقل کیا ہے کہ وتر شروع رات میں پڑھنے کے بعد تہجد پڑھتے تھے پھر وتر نہیں پڑھتے تھے، کہ آپ ﷺ نے وتر کو دوبارہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، رہی بات کہ جو آپ نے فرمایا، وتر کو آخر میں پڑھا کرو، اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ شروع رات میں وتر پڑھ لیا اور تہجد پڑھ لیا تو دوبارہ پڑھو، ہاں اگر ہو سکے تو وتر کو آخر رات میں پڑھو، یعنی تہجد کے بعد، چنانچہ وتر کا آخری میں ہونا مندوب اور اولیٰ ہے۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۲۵۸)

جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ وتر کے بعد رات میں نماز پڑھے تو پڑھ سکتا ہے وتر کے لوٹانے کی ضرورت نہیں، آپ نے وتر کے بعد دو رکعت اس لئے پڑھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ وتر کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

(شرح مہذب جلد۴ صفحہ ۱۶)

قنوت نازلہ

اعداء اسلام کی سخت اذیت پر قنوت نازلہ مسنون ہے

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے رکوع کے بعد ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی، اس موقعہ پر آپ نے پڑھا جب قراء کی ایک جماعت جس کی تعداد ستر تھی، ان کو شہید کر دیا تھا۔

(بخاری صفحہ ۱۳۶)

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قبیلہ رعل اور ذکوان پر ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۱۳۶، نسائی صفحہ ۱۶۴)

علامہ عینی نے شرح ہدایہ میں لکھا ہے، کفار اعداء اسلام کی جانب سے حوادث کے موقعہ پر اس کا پڑھنا مسنون ہے۔ (صفحہ ۵۴۴)

قنوت نازلہ صبح میں

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا گیا کیا آپ ﷺ نے صبح میں قنوت (نازلہ) پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا ہاں۔ (بخاری صفحہ ۱۳۶)

حضرت براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ قنوت (نازلہ) صبح میں پڑھتے تھے، صحیح ابن خزیمہ میں حضرت براء کی روایت میں مغرب کا بھی ذکر ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۱۵۴، نسائی صفحہ ۱۶۴، ابوداؤد، عمدۃ القاری صفحہ ۲۱)

فَائِدَۃ: قراء اور حفاظ قرآن کی ایک جماعت کو جس میں ستر افراد تھے دھوکہ دے کر کفار نے شہید کر دیا تو آپ ﷺ نے ان ظالمین کے حق میں بددعاء کی قنوت نازلہ پڑھی تھی۔ (عمدۃ القاری جلد۷ صفحہ ۱۸)

اسی سے کفار کی سخت اذیت کے موقعہ پر اس کا پڑھنا مسنون ہوا ابن ہمام لکھتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسیلمہ سے جنگ میں اہل کتاب سے جنگ میں قنوت نازلہ پڑھی ہے، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ (فتح صفحہ ۴۳۴)

قنوت نازلہ مغرب میں بھی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مغرب اور فجر میں قنوت (نازلہ) پڑھتے تھے۔

فائدہ: حاشیہ بخاری میں امام طحاوی کے حوالہ سے ہے کہ اب مغرب میں قنوت نازلہ نہیں ہے۔ (بخاری صفحہ ۲۶)

ایک ماہ سے زیادہ آپ نے نہیں پڑھا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی۔ جس میں آپ نے قبیلہ عرب پر بددعاء فرمائی پھر آپ نے چھوڑ دی۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

ایک روایت میں چالیس دن تک ہے۔ (عنایہ فتح القدیر ۴۳۵)

فائدہ: آپ نے قنوت نازلہ صرف ایک ماہ پڑھی اس کے بعد نہیں پڑھی، اس سے معلوم ہوا کہ ایک ماہ تک پڑھنا مسنون ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قومہ میں سمع اللہ کے بعد قنوت نازلہ پڑھتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ جب "سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لك الحمد" پڑھ لیتے تو کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ سے پہلے بددعاء فرماتے (قنوت نازلہ) پڑھتے۔
(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی دوسری رکعت میں جب رکوع سے سر اٹھاتے تو یہ فرماتے "اللھم العن فلانا الخ" (یعنی قنوت نازلہ) پڑھتے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کے بعد (قومہ میں) ایک ماہ تک قنوت پڑھی۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

ان روایتوں کے پیش نظر جمہور علماء نے یہ مسنون قرار دیا ہے کہ مسلمانوں پر جب کوئی حادثہ، دشمنان اسلام، کفار مشرکین، یہود و نصاریٰ کی جانب سے کوئی اذیت دہ تکلیف دہ، معاملہ پیش آئے، نقصان پہنچانے یا قتل و ہلاکت کے درپے ہو جائیں تو ایسے پریشان کن موقعہ پر دفاع اور خدا سے مدد نصرت کے لئے صبح کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھیں، مقتدی خاموش قنوت نازلہ کی دعاؤں پر قومہ کی حالت میں ہاتھ چھوڑے آمین کہتے رہیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت معاویہ محاربہ کے موقعہ

پر پڑھتے تھے۔ (اعلاء السنن جلد۶ صفحہ۸۳، طحاوی جلد۱ صفحہ۱۴۹)

شرح منیہ کے حوالہ سے کفار کی جانب سے مصائب کے موقعہ پر ہمارا اور جمہور کا مذہب قنوت نازلہ پڑھنا ہے۔ (اعلاء صفحہ۱۰۱)

خیال رہے کہ معمولی مصیبت پر قنوت نازلہ نہ پڑھے تاوقتیکہ سخت مصیبت اور ہلاکت کا واقعہ نہ پیش آئے جیسے فساد اور جنگی موقعہ پر۔ (اعلاء صفحہ۹۲)

قنوت نازلہ صرف صبح کی نماز میں پڑھے، اشباہ کے حوالہ سے ہے کہ حوادث کے موقعہ پر فجر میں قنوت پڑھے۔ (اعلاء صفحہ۱۰۱)

بنایہ میں ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا حوادث کے موقعہ پر صرف فجر میں قنوت نازلہ پڑھے۔

احناف کے نزدیک مغرب اور بقیہ نمازوں میں قنوت نازلہ منسوخ ہے امام طحاوی نے مغرب اور بقیہ نمازوں میں اسے منسوخ مانا ہے۔ (جلد۱ صفحہ۱۴۶)

حوادث وفساد کے موقعہ پر فجر میں قنوت نازلہ کا معمول بنایا ہے۔ (بحر صفحہ۴۸، شامی صفحہ، بنایہ)

قنوت نازلہ صرف فجر کی نماز میں پڑھی جائے گی۔ (الشامی جلد۲ صفحہ۱۱)

البتہ شدت کے موقعہ پر مغرب میں پڑھی جائے گی۔

دعاء قنوت نازلہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوعاً منقول ہے کہ آپ "اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ" کے بعد یہ قنوت پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ عَذِّبْ كَفَرَةَ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ، الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَكَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيَجْحَدُوْنَكَ آيَاتِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ، وَيَتَعَدَّوْنَكَ حُدُوْدَكَ، وَيَدْعُونَ مَعَكَ اِلٰهًا آخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ، عُلُوًّا كَبِيْرًا"

(الدعاء جلد۲ صفحہ۴۵، الدعاء المسنون صفحہ۴۱)

ترجمہ: "اے اللہ مشرکین اور اہل کتاب کے منکرین پر عذاب نازل فرمایئے کہ جنہوں نے آپ کے راستہ سے لوگوں کو باز رکھا آپ کی آیتوں کا انکار کیا، آپ کے رسولوں کو جھٹلایا، آپ کے مقرر کردہ حدوں سے تجاوز کیا، آپ کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک کیا حالانکہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں بابرکت ہیں آپ، بلند و بالا ہیں آپ ان تمام چیزوں سے، جو آپ کے لئے یہ ثابت کرتے ہیں۔"

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے منقول ہے کہ رکوع کے بعد یہ دعاء قنوت (نازلہ) پڑھا کرتے تھے:

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلِلْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِھِمْ وَانْصُرْھُمْ عَلٰی عَدُوِّكَ وَعَدُوِّھِمْ، اَللّٰھُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَۃَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَكَ عَنْ سَبِیْلِكَ وَیُکَذِّبُوْنَكَ رُسُلَكَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَائَكَ اَللّٰھُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِھِمْ وَزَلْزِلْ أَقْدَامَھُمْ وَانْزِلْ بِھِمْ بَاسَكَ الَّذِیْ لَا تَرُدُّہٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ." (سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۰، الدعاء المسنون صفحہ ۱۹۳)

ترجمہ: "اے اللہ تمام مؤمن مرد اور عورتیں، تمام مسلم مرد مسلم عورتوں کی مغفرت فرما دیجئے ان کے قلوب میں الفت اور ان کے درمیان مصالحت فرما دیجئے، اپنے اور ان کے دشمن پر مدد فرما دیجئے اے اللہ ان کافروں پر لعنت فرمائیے، جنہوں نے آپ کے راستے سے لوگوں کو روکا، آپ کے رسولوں کو جھٹلایا، آپ کے دوستوں سے قتال کیا، اے اللہ ان کی باتوں کے درمیان اختلاف فرما دیجئے، ان کے قدم کو متزلزل کر دیجئے، ان پر ایسا عذاب نازل کیجئے جس سے یہ مجرم قوم بچ نہ سکیں۔"

فائدہ: بہتر یہ ہے کہ اولاً حضرت حسینؓ کی روایت میں جو قنوت "اللھم اھدنی" ہے اسے آخر تک پڑھے، پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو دعاء قنوت اوپر منقول ہے، اسے پڑھے، مزید وہ دعائیں جو اسلاف سے ثابت ہیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

سنن ونوافل نمازوں کے سلسلے میں آپ ﷺ کے پاکیزہ اسوہ اور طریق مبارک کا بیان

صلوٰۃ اشراق

آپ ﷺ اشراق اہتمام سے ادا فرماتے

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورج اپنے مطلع سے نکل کر ایک نیزہ یا دو نیزہ بلند ہو جاتا، جیسے پچھم میں عصر کے وقت سورج رہتا ہے تو آپ ﷺ دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مختصر ابن ماجہ ۱۸)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورج طلوع ہو کر بلند ہو جاتا تو آپ دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

حضرت عاصم بن ضمرہ سلول کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی سے آپ ﷺ کے دن کے نوافل کے متعلق معلوم کیا تو انہوں نے جواب دیا تم کہاں اس کی طاقت رکھ سکو گے، تو میں نے کہا، بتایئے جہاں تک ہو سکے گا کوشش کروں گا، تو حضرت علی نے فرمایا: آپ ﷺ جب فجر پڑھ لیتے تو رک جاتے، یہاں تک کہ سورج اتنا ہو جاتا، یعنی مشرق میں اس مقدار ہو جاتا جتنا کہ عصر کے وقت بلند رہتا ہے (یعنی ایک ڈیڑھ دو نیزہ) یعنی پچھم کی طرف تو آپ کھڑے ہوتے دو رکعت نماز پڑھتے الخ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۱، ترمذی صفحہ ۱۳۱، اتحاف السادۃ، الفتح جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر اس جگہ سے نہ اٹھتے یہاں تک کہ نماز پڑھ لیتے۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ طلوع شمس کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے، جسے ارباب حدیث کی ایک جماعت اور علماء وصوفیا اشراق کے نام سے موسوم کرتے ہیں، دن کے آغاز میں جب سورج نکل کر کچھ اونچا بلند ہو جائے۔ آپ ﷺ سے اس نماز کی بڑی فضیلت منقول ہے۔

اشراق کی فضیلت

مقبول حج وعمرہ کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صبح کی نماز جماعت سے پڑھے پھر بیٹھا ذکر الٰہی کرتا رہے، یہاں تک کہ سورج نکل جائے (اور ذرا اونچا ہو جائے) پھر دو رکعت نماز پڑھے تو اسے حج وعمرہ کا ثواب ملے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مکمل، مکمل مکمل، یعنی پورا ثواب ملے گا۔
(ترمذی صفحہ ۱۳۱، ترغیب صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، پھر طلوع شمس تک بیٹھا ذکر کرتا رہے، پھر دو رکعت نماز پڑھے تو وہ حج وعمرہ کا ثواب لے کر آئے گا۔
(ترغیب جلد ۶ صفحہ ۲۹۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو صبح کی نماز پڑھ لے پھر اسی جگہ بیٹھا رہے، یہاں تک کہ نماز پڑھ لے تو اسے مقبول حج وعمرہ کا ثواب ملے گا۔ (طبرانی، ترغیب صفحہ ۲۹۶)

فائدہ: افضل ہے کہ اسی جگہ بیٹھا ذکر کرتا رہے پھر سورج نکلنے اور بلند ہونے پر دو رکعت نماز پڑھ لے، خیال رہے کہ یہ فضیلت اسے حاصل ہوگی جو فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھ کر ذکر میں لگا رہے، خواہ تلاوت و استغفار میں لگا رہے، حدیث پاک میں یہ ثواب دو امور کے ساتھ ہے۔

❶ فجر کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔

❷ نماز کے بعد ذکر وغیرہ میں لگا ہو کسی دنیاوی امور تجارت دکانداری یا دنیاوی گفتگو وغیرہ میں نہ لگا ہو تب حج و عمرہ کا ثواب پائے گا، ورنہ تو اشراق کی اس فضیلت کے علاوہ دوسری فضیلت کا حامل ہوگا۔

مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اشراق جو کہ نفل ہے مسجد میں پڑھی جائے گی، چنانچہ ظفر جلیل کے حوالہ سے اعلاء میں ہے کہ یہ نماز مسجد میں پڑھی جائے گی۔ (جلد ۷ صفحہ ۲۶)

جیسا کہ حدیث پاک کی عبارت اور اس کا سیاق بتا رہا ہے کہ مسجد میں بیٹھنے کے بعد نماز کا ذکر ہے، گو گھر میں بھی صحیح ہے۔

اشراق سے جسم پر جہنم حرام

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز پڑھے پھر ذکر کرتا رہے یہاں تک کہ سورج طلوع ہو جائے، پھر دو رکعت یا چار رکعت نماز پڑھے تو جہنم اس کی کھال کو نہ چھوئے گی۔ (بیہقی، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۲۹۶)

گناہ معاف جیسے ماں نے آج ہی جنا ہو

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور دنیاوی کوئی لغو بات نہ کرے، ذکر خدا میں لگا رہے پھر اچھی طرح دھوپ نکلنے اور روشن ہو جانے پر چار رکعت نماز پڑھتے تو وہ گناہ سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس کی ماں نے آج جنا ہو، کوئی گناہ نہ رہے گا۔ (ابویعلی، ترغیب صفحہ ۲۹۷)

عقبہ بن عامر کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر فرمایا جو سورج سامنے آنے کے بعد اچھی طرح وضو کر کے نماز پڑھے اس کے گناہ اس طرح معاف ہو جائیں گے گویا اس کی ماں نے آج ہی جنا ہو۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۲۶)

خاندان اسماعیل کے چار غلام کی آزادی سے زیادہ ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے خاندان اسماعیل علیہ السلام کے چار غلاموں کی آزادی سے زیادہ پسند ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا رہوں جو صبح کے بعد سے طلوع شمس تک ذکر خدا میں لگے ہوں، اسی طرح عصر کے بعد سے غروب شمس تک۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۵)

بہترین نفع

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کیا تم کو میں نہ بتا دوں جلد لوٹنے والا اور بہترین نفع اٹھانے والا وہ ہے جو صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، پھر طلوع شمس تک ذکر خدا میں مشغول رہے۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۹)

سمندر کے جھاگ سے زیادہ گناہ تب بھی معاف

حضرت سہیل بن معاذ کی روایت ان کے والد سے ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد مصلی پر بیٹھا رہے، یہاں تک کہ ضحیٰ (صغریٰ) کی نفل نماز پڑھ لے اور سوائے خیر کے (ذکر وغیرہ دینی بات کے) کوئی بات نہ کرے تو اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے، گو اس کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔

فائدہ: ضحیٰ سے مراد یہاں اشراق ہے، جسے ضحیٰ صغریٰ بھی کہتے ہیں۔

(اشعۃ اللمعات، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۲۶، احمد، ابوداؤد صفحہ ۱۸۲، ترغیب جلد ا صفحہ ۲۹۵)

فائدہ: کسی شئ کی بے انتہا کثرت اور زیادتی کو عرب سمند کے جھاگ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ گناہوں کا انبار کیوں نہ ہو، نماز کی برکت سے معاف ہو جائیں گے، یعنی صغیرہ گناہ کبیرہ نہیں کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔

شروع دن میں چار رکعت سے دن بھر کی کفالت (حدیث قدسی)

حضرت عقبہ بن عامر جہنی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے آدم کی اولاد شروع دن میں چار رکعت نماز پڑھ لو، دن بھر تک کے لئے میں کافی ہو جاؤں گا۔ (مجمع صفحہ ۲۳۵)

فَائِدَة: شروع دن میں چار رکعت سے دن بھر کی کفالت ہو جاتی ہے یعنی اللہ پاک دن بھر کے کام میں معین مددگار اور اس کے محافظ ہو جاتے ہیں، اور اللہ پاک کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے، یہ روایت حدیث قدسی اور مطلق حدیث دونوں سے ثابت ہے، یہ حدیث تنہا مجمع میں متعدد صحابہ سے حضرت ابودرداء، ابومرہ، نواس بن سمعان، ابوامامہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے۔

فَائِدَة: معلوم ہونا چاہئے کہ احادیث پاک میں طلوع شمس اور زوال کے مابین دو نمازوں کا ذکر ہے پہلی قسم کی وہ روایت ہے جس میں طلوع شمس کے بعد (جب سورج ایک دو نیزے کے مثل بلند ہو جائے) کی نماز کا ذکر ہے، اسے ارباب علم کی ایک جماعت اشراق کے نام سے موسوم کرتی ہے۔

دوسری وہ نماز ہے جو سورج کے خوب بلند ہو جانے پر گویا ایک چوتھائی دن ہو جائے، پڑھی جائے، اسے ضحیٰ کبریٰ اور چاشت کہتے ہیں، یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں، بعضوں نے دونوں کو ایک قرار دیا ہے یعنی ضحیٰ، جیسا کہ کشف الغمہ میں حضرت ابن عباس کا قول نقل کیا ہے اور اسی کی جانب بعض محدثین بھی گئے ہیں۔

صحیح اور محقق یہ ہے کہ یہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں گو ان پر ایک دوسرے کا اطلاق کیا گیا ہے، حضرت انس کی روایت میں اسے ضحیٰ کہا گیا ہے، جس کی تشریح میں صاحب اشعۃ اللمعات نے اشراق کہا ہے۔ (اعلاء صفحہ)

اسی طرح حضرت ام ہانی کی روایت میں چاشت کو اشراق کہہ دیا گیا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۵)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ میں دونوں پر مشترک طور سے ضحیٰ اور اشراق کا اطلاق کیا جاتا تھا، اب متاخرین بلکہ عہد صحابہ اور تابعین کے بعد اشراق اور ضحیٰ کی اصطلاح الگ ہوگئی ہے۔

اسی لئے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں جس میں فجر کے بعد بیٹھے ذکر کرنے کے بعد طلوع شمس پر دو رکعت نماز کا ذکر ہے اس پر اعلاء السنن میں ہے "**دال التغائر بین صلوۃ الاشراق والضحی**"

(جلد ۸ صفحہ ۲۵)

مزید اشراق اور چاشت کے الگ الگ ہونے کی تائید اس باب کی مشہور حدیث حدیث علی سے بھی تائید پیش کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ جب کہ سورج اتنا ہو جاتا جتنا کہ عصر کے بعد مغرب کی جانب رہتا ہے (یعنی تھوڑا بلند دو نیزے کے قریب) تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے پھر اتنا بلند ہو جاتا جتنا کہ ظہر کے بعد آسمان پر رہتا ہے (اتنا دن نکلنے کے بعد ہو جاتا) تو آپ دو رکعت نماز پڑھتے، اس میں دیکھئے دو الگ الگ وقتوں میں نماز کا

ذکر ہے، لہٰذا دونوں کو ایک کیسے کہا جا سکتا ہے۔

چنانچہ آپ اشراق کے ذیل میں ذکر کردہ روایتوں کو دیکھیں گے، اور پھر ضحیٰ چاشت کے ذیل میں ذکر کردہ روایتوں کو دیکھیں گے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی کہ دونوں نمازیں الگ الگ ہیں، دونوں کا وقت الگ ہے، اور بیشتر فضائل وثواب بھی دونوں کے الگ الگ ہیں، اور کچھ میں اشتراک ہے سو اس سے کوئی حرج نہیں۔

اسی وجہ سے امام غزالی اور علامہ شعرانی نے اشراق اور ضحیٰ کو الگ الگ باب میں ذکر کیا ہے اور اسی کی تائید علامہ عراقی نے اور علامہ زبیدی شارح احیاء نے روایتوں کے پیش نظر کی ہے۔

آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد مصلیٰ ہی پر بیٹھے طلوع تک ذکر فرماتے رہتے

حضرت سماک نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد کیا کرتے کہا صبح کی نماز پڑھتے تو مصلیٰ ہی پر بیٹھے رہتے یہاں تک کہ سورج نکل آتا۔ (صحیح ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۳۷۴، مسلم صفحہ)

حضرت جابر سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے تو چہار زانو ہو کر اسی جگہ بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ سورج خوب اچھی طرح نکل آتا یعنی تھوڑا بلند ہو جاتا (پھر نماز پڑھتے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے)۔ (ترغیب صفحہ ۲۹۸)

حضرت ابوبکر کی حدیث میں ہے جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر طلوع شمس تک بیٹھا ذکر کرتا رہے وہ جلد لوٹنے والا اور ستر من نفع چاہنے والا ہے، (یعنی تھوڑا وقت کم محنت اور بہت ثواب)۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۲۹۹)

نماز چاشت

آپ ﷺ چاشت کی نماز پڑھتے

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ان کے گھر میں فتح مکہ کے دن داخل ہوئے غسل کیا اور آٹھ رکعت نماز پڑھی، بہت ہلکی پڑھی کہ میں نے اتنی ہلکی نماز آپ کی نہیں دیکھی ہاں مگر رکوع سجدہ اطمینان سے فرماتے۔ (بخاری صفحہ ۱۵۷، مسلم صفحہ ۲۴۹، ابوداؤد صفحہ ۱۸۳، ترمذی صفحہ ۱۰۸)

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن آپ ﷺ نے آٹھ رکعت چاشت نماز کی پڑھی اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۳)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ (مجمع صفحہ ۳۳۵)

فائدہ: آپ ﷺ سے دو، دو رکعت پر بھی اور چار رکعت پر بھی سلام ثابت ہے آپ دونوں طرح پڑھتے۔ (اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۲۸)

آپ سے چاشت کی نماز قریب بیس صحابہ نے روایت کی ہے، چاشت کی احادیث تواتر معنوی کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں۔ "اشعة اللمعات" (اعلاء صفحہ ۲۷)

علامہ شعرانی نے لکھا کہ کبھی آپ چاشت کی دو رکعت، کبھی چار رکعت، کبھی آٹھ رکعت کبھی بارہ رکعت ادا فرماتے۔

اکثر آپ اس وقت دو رکعت ادا فرماتے، پھر تھوڑی دیر کے بعد زوال کا وقت آتا تو (زوال کے بعد متصلاً) چار رکعت نماز زوال ادا فرماتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

کبھی ترک بھی فرما دیتے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ چاشت کی نماز پڑھتے تو ہم لوگ کہتے کہ آپ اسے اب نہ ترک فرمائیں گے، اور کبھی چھوڑ دیتے تو ہم لوگ کہتے کہ اب آپ نہ پڑھیں گے۔

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ایک دن پڑھتے اس کے دوسرے دن چھوڑ دیتے۔

(زاد صفحہ ۳۵۴، ترمذی صفحہ ۱۰۸، الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۲۸، زاد صفحہ ۳۵۳)

فَائِدَة: مطلب یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی طرح بالکل دوام و التزام نہ فرماتے، بلکہ کبھی چھوڑ بھی دیتے، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت چھوڑے ہوئے دن کے متعلق ہے کہ آپ نماز چاشت نہیں پڑھتے، اس خیال سے دوام نہ فرماتے کہ امت کو سہولت رہے موطا میں ہے کہ آپ باوجودیکہ آپ کو عمل کرنا پسند ہوتا فرض ہونے کے خوف سے ترک فرما دیتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۵۲)

چاشت کی نماز چار رکعت بھی پڑھتے

معاذہ عدویہ نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے پوچھا کہ آپ چاشت کی نماز پڑھا کرتے تھے، انہوں نے کہاں ہاں! چار رکعت اور کبھی زیادہ بھی جو اللہ چاہتا۔ (ابن ماجہ صفحہ، مسلم صفحہ ۲۴۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک روایت میں ہے کہ درمیان میں سلام نہ فرماتے، یعنی چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے۔ (ابویعلی، اعلاء صفحہ ۲۸، نصب الرایہ صفحہ ۲۹۰، نسائی صفحہ ۳۶۹)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا فرماتی ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے میرے گھر میں چاشت کی چار رکعت نماز پڑھی۔ (الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۳۸)

امام غزالی نے احیاء میں اور اس کی شرح اتحاف میں علامہ زبیدی نے ذکر کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اکثر و بیشتر چار رکعت پڑھا کرتے تھے۔ (اتحاف جلد ۳ صفحہ ۳۶۹)

کبھی دو رکعت بھی پڑھتے

عتبان بن مالک کے گھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعت پڑھی ہے۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۴۸)

کبھی چھ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھی اسے (نماز چاشت) ترک نہیں کیا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۷)

فائدہ: یعنی حضرت انس کی تحقیق کے مطابق ہمیشہ پڑھتے یا اکثر پڑھتے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں اونٹ دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو دیکھا آپ نے چاشت کی چھ رکعت نماز پڑھی۔ (مجمع صفحہ ۲۳۸، زاد المعاد صفحہ ۳۴۴)

حضرت ام ہانی کی ایک روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ تشریف لائے اور چھ رکعت چاشت پڑھی۔ (مجمع صفحہ ۲۳۸)

فائدہ: صحاح کی مشہور روایت میں آٹھ کا ذکر ہے ممکن ہے کہ دو رکعت تحیۃ الوضوء ہو یا دو رکعت نماز شکر فتح ہو اور یہ چار رکعت چاشت مل کر آٹھ طبرانی نے حضرت علی، انس، عائشہ جابر رضوان اللہ علیہم سے روایت نقل کی ہے کہ آپ نے چھ رکعت پڑھی ہے۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۴۵)

حضرت علی سے اس کی توجیہ میں منقول ہے کہ دو رکعت شروع دن میں جسے اشراق کہا جاتا ہے اور چار خوب دن ہونے پر جسے ضحیٰ کہتے ہیں پڑھتے تھے۔ (شرح احیاء صفحہ ۳۶۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو سے آٹھ رکعت تک پڑھی ہے

حضرت ام ہانی کی روایت میں ہے کہ آپ نے آٹھ رکعت پڑھی۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۴۹)

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی دو رکعت چار رکعت، چھ رکعت، آٹھ رکعت پڑھی ہے۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف موقعہ پر مختلف تعداد کے ساتھ پڑھنا منقول ہے، یہ حالات اور وقت کے اعتبار سے ہے، اسی وجہ سے روایتوں کا اختلاف ہے، علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ جس نے جتنی رکعت پڑھتے دیکھی وہ نقل کر دی۔ (زاد المعاد جلد ا صفحہ ۳۵۱)

رکعت کے متعلق ترغیب اور فضیلت تو ہے مگر آپ سے پڑھنا ثابت نہیں، جو روایت بارہ کے پڑھنے کے متعلق ہے وہ موضوع ہے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۴۴)

خلاصہ یہ ہے کہ اس کی کوئی تعداد متعین نہیں، اسی وجہ سے ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ اسود سے کسی نے رکعت کی تعداد کے متعلق پوچھا تو فرمایا، جتنا چاہو پڑھ لو۔ (یعنی شارع کی جانب سے کوئی تعین نہیں)۔

(زاد المعاد صفحہ ۳۵۴)

امام غزالی نے ذکر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں زائد سے زائد آٹھ رکعت منقول ہے۔

(احیاء العلوم)

اسی وجہ سے ازواج مطہرات میں حضرت عائشہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آٹھ رکعت پڑھتی تھیں۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۶۹)

شرح مہذب میں امام نووی نے اصحاب کے نزدیک اس کی زائد مقدار آٹھ رکعت ذکر کی ہے۔

(اتحاف صفحہ ۳۶۸)

اس کے برخلاف نووی نے شرح روضہ اور شرح منہاج میں اکثر کی تعداد بارہ لکھی ہے، ضعیف حدیث میں بارہ کی فضیلت کی وجہ سے نووی کے ایک قول میں زائد تعداد بارہ اور افضل آٹھ ذکر کیا ہے۔

(شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۳۶۸)

چاشت کے بعد کیا پڑھنا مسنون ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاشت کی نماز پڑھی پھر "اللهم اغفرلی وارحمنی وتب علی انك انت التواب الرحيم" سو مرتبہ اسے پڑھا۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۴۳)

فائدہ: موقعہ ہو تو چاشت کے بعد یہ وظیفہ سو مرتبہ پڑھ لے۔

نماز چاشت کی فضیلت

پابندی سے پڑھنے پر گناہوں کی معافی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی دو رکعت پر پابندی کرے گا، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو۔

(ترمذی صفحہ ۱۰۸، ابن ماجہ صفحہ ۹۸، ترغیب صفحہ ۴۶۲، زاد صفحہ ۳۴۷)

چاشت کے ارادے سے نکلنے پر عمرہ کا ثواب

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی نماز کے لئے نکلے اور اس کے لئے رکے (یعنی رک کر پڑھے) اسے عمرہ کا ثواب ہوگا۔ (ترغیب صفحہ ۴۶۵، زاد صفحہ ۳۵۰)

دو سے بارہ رکعت تک کی فضیلت

حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی دو رکعت نماز پڑھے وہ غافلین میں نہ لکھا جائے گا، اور جو چار رکعت پڑھے گا وہ عابدین کی جماعت میں شمار ہوگا اور جو چھ رکعت پڑھے گا اس کے دن کے لئے کفایت ہوگی اور جو آٹھ رکعت پڑھے گا وہ قانتین میں لکھا جائے گا (جس کا عبادت میں ممتاز مقام ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قانت تھے) اور جو بارہ رکعت پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۴۶۵، مجمع جلد۲ صفحہ ۲۳۶)

بارہ رکعت چاشت پر جنت میں سونے کا گھر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاشت کی بارہ رکعت نمار پڑھے گا اس کے لئے جنت میں سونے کا گھر بنے گا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۹۸، ترمذی جلد ا صفحہ ۴۶۳، اتحاف صفحہ ۳۷۰، زاد المعاد صفحہ ۳۴۷)

شرح احیاء میں ہے کہ مشائخ (صوفیہ) نے چاشت کی بارہ رکعت پڑھنے کا کہا ہے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین مرتبہ پڑھے۔ (اتحاف جلد۳ صفحہ ۳۷۱)

جسم کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں۔ اس پر ہر جوڑ کا صدقہ لازم ہے۔ (کہ وہ صحیح سالم کر رہا ہے) لوگوں نے کہا کون اس کی طاقت رکھے گا۔ اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا مسجد سے ناک کے ریزے کا صاف کرنا دفن کرنا (اس زمانے میں کھرچ کر صاف کرنا باہر ڈال دینا) اسی طرح راستہ سے نقصان دہ چیزوں کا ہٹانا، (صدقہ ہے) اگر اس کی طاقت نہ ہو یعنی صورت نہ ہو سکے تو چاشت کی دو رکعت تمہارے لئے کافی ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۸۲، ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۴۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ آدمی کے ہر جوڑ (جو تین سو ساٹھ) پر ہر دن صدقہ لازم ہے، اور اس کے لئے دو رکعت چاشت کی نماز کافی ہے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۲۳۷)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ انسان کے جسم میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں، چاشت کی دو رکعت نماز کا اتنا عظیم ثواب ہے کہ ان تمام جوڑوں کی جانب سے گویا صدقہ ہو جاتا ہے جو اس کے شکر کے طور پر ہے۔

صوفیا کرام کے نزدیک اس نماز کی خصوصیت روزی کی برکت ہے۔ چنانچہ شفیق بلخیؒ کا قول ہے کہ میں نے روزی کی برکت چاشت کی نماز میں دیکھی۔ (فضائل نماز صفحہ ۱۹)

لہٰذا روزی کی برکت کا ایک ذریعہ چاشت کی نماز ہے۔

چاشت کی پابندی یا پڑھنا اوّاب برگزیدہ بندوں کی خاصیت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاشت کی پابندی اواب (اللہ کے خاص بندے جو اس کی طرف رجوع اور متوجہ رہتے ہیں) کرتے ہیں۔

(ابن خزیمہ، ترغیب صفحہ ۴۶۶، مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۳۹، حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۱۴)

شہید کا مرتبہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ جو چاشت کی نماز پڑھے مہینہ کے تین روزے رکھے سفر اور حضر میں وتر پڑھنا نہ چھوڑے وہ شہید کا ثواب پائے گا۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۳۶۸)

چاشت کی پابندی سے جنت کا ایک دروازہ خاص

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک دروازہ ہے جسے دروازہ چاشت کہا جاتا ہے، جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی پکار لگا کر کہے گا کہاں ہیں وہ لوگ جو چاشت کی پابندی کرتے تھے، یہ تمہارا دروازہ ہے، اللہ کی رحمت میں تم اس سے داخل ہو جاؤ (یعنی جنت میں)۔

(ترغیب صفحہ ۴۶۷)

فائدہ: یہ دروازہ ان کے اعزاز میں ہوگا، آپ نے دیکھا ہوگا بڑے اور معزز لوگوں کی آمد پر خوشنما دروازہ بنایا جاتا ہے اسی طرح ان کے اعزاز میں ہوگا۔ (مجمع صفحہ ۲۳۸)

بعض محبوب اصحاب کو چاشت کی تاکید فرماتے

آپ نے تین امور کے پابندی کی نصیحت فرمائی کہ جب تک زندہ رہوں اسے نہ چھوڑں ① ہر ماہ کے تین روزے کی ② چاشت کی ③ یہ کہ وتر پڑھ کر سوؤں (شاید آنکھ نہ کھلے اور یہ قضاء ہو جائے)۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۰، ابوداؤد صفحہ ۲۰۳، نسائی، ترغیب صفحہ ۴۶۲)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ (آپ چاشت کی نماز ادا فرماتے) آپ اپنے اصحاب کو سفر اور گھر میں نماز چاشت کی تاکید و ترغیب فرماتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۸)

چاشت کس وقت پڑھے مسنون وقت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اوابین (چاشت) کی نماز اس وقت ہے جب کہ شدت گرما کی وجہ سے (دھوپ کی بلندی اور تیزی کی وجہ) کھر جلنے لگیں۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۴۹، مسلم صفحہ ۲۵۷، دارمی صفحہ ۳۴۰، مشکوۃ صفحہ ۱۱۶)

فائدہ: اس حدیث پاک میں چاشت کے وقت کو ذکر کیا گیا ہے فصیل اونٹنی کے بچے کا کھر اس وقت گرم ہوتا

ہے جب سورج بلند ہوکراس کی دھوپ کی گرمی عالم پر موثر ہو جاتی ہے، یہ وقت دن کی چوتھائی کا ہے، ملا علی قاری نے مرقات میں ذکر کیا ہے، "وھی ربع النھار" اس اعتبار سے اگر چھ بجے اگر طلوع ہوگا تو نو، تا دس بجے دن کا چوتھائی ہو جائے گا۔

مرعات المفاتیح میں ہے کہ نصف النہار سے قبل جسے ضحیٰ کبریٰ کہتے ہیں، چاشت کا وقت ہے۔ (۳۵۲/۴)

مطلب یہ ہے کہ اشراق کا وقت جو طلوع شمس کے بعد ہوتا ہے وہ یہاں نہیں ہے۔

شرح احیاء میں ہے کہ سورج کے بلند اوپر چڑھ جانے کے بعد سے لے کر زوال سے قبل تک وقت ہے۔

(اتحاف صفحہ ۳۷)

علامہ نووی نے شرح مسلم میں ذکر کیا ہے کہ افضل وقت چاشت کا سورج کی روشنی میں شدت آ جانے کے وقت ہے اور ویسے تو طلوع شمس سے لے کر زوال تک اس کا پڑھنا جائز ہے۔ (شرح مسلم صفحہ ۲۵۷)

مزید تفصیل اوقات صلوٰۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے، وہاں دیکھئے۔

کون سی سورہ بہتر ہے

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ نماز چاشت میں سورہ والشمس اور سورہ ضحیٰ پڑھیں۔ (حاکم، اعلاء جلد ۷ صفحہ ۲۹، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۷۱)

کسی نماز میں کوئی سورہ متعین نہیں، جو چاہے پڑھے ہاں چاشت کی مناسبت سے اس کا پڑھنا اچھا اولیٰ ہے۔

نماز تحیۃ الوضوء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے صبح کی نماز کے وقت (بعد) پوچھا کہ اے بلال وہ عمل جس پر تم کو زیادہ امید ہو جو تم نے اسلام لانے کی حالت میں کیا ہے میں نے تمہارے جوتے کی آواز کو اپنے آگے سنا، انہوں نے کہا میں نے کوئی ایسا عمل جس پر زیادہ امید ہو نہیں کیا، ہاں مگر یہ کہ رات یا دن میں سے جب بھی میں وضو کرتا تو اس وضو کے بعد دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں، روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی وجہ سے تم ہم سے پہلے جنت میں ہوئے۔

(اتحاف صفحہ ۴۶۲، بخاری صفحہ ۱۵۴، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۲)

بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ صبح میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، اور فرمایا: اے بلال کسی وجہ سے تم ہم سے جنت میں سبقت حاصل کر گئے، میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو تمہارے چپل کی آواز اپنے آگے سنا، تو انہوں نے کہا جب بھی میں بے وضو ہوا تو وضوء کیا اور دو رکعت نماز

پڑھی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسی عمل کی وجہ سے یہ (درجہ حاصل) ہوا۔
(ترمذی، مسند احمد، ابن حبان حاکم، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۶۴)

فائدہ: اس روایت سے وضوء کے بعد نماز اور ہمیشہ طاہر باوضو رہنا ثابت ہوا۔ (الفتح الربانی صفحہ ۴۲)

عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو کوئی تم میں سے وضو کرے، اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے دل اور اعضاء جوارح کی توجہ کے ساتھ تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۱۷۳)

زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جو اچھی طرح وضو کرے، سنت اور مستحب کی رعایت کے ساتھ پھر دو رکعت پڑھے جس میں سہو نہ ہو (یعنی خشوع اور توجہ کے ساتھ) تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ترغیب صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: تحیۃ الوضوء مستحب نمازوں میں سے ہے، وضوء کے بعد اسی دو رکعت کے اہتمام سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت میں سبقت کا درجہ ملا، اور اس پر جنت کا وعدہ وجوب ہے، علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ اس نماز میں سنت وضوء کی نیت کرے۔

نماز تحیۃ المسجد

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور آپ ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے، میں بھی بیٹھ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، تم کو کس نے منع کیا کہ بیٹھنے سے پہلے تم دو رکعت پڑھتے تو میں نے کہا میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھے دیکھا (تو بیٹھ گیا) آپ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک کہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لے۔ (مسلم صفحہ ۲۴۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے جو مسجد میں داخل ہوا فرمایا بغیر دو رکعت پڑھے مت بیٹھو۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۴۲۹)

تحیۃ المسجد کا ترک قیامت کی علامت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کی علامت یہ ہے کہ لوگ مسجد سے گزریں گے، (داخل ہوں گے) مگر دو رکعت نماز نہیں پڑھیں گے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۱۹)

فائدہ: بعض حضرات نے آپ ﷺ کے صیغہ امر کی بنیاد پر تحیۃ المسجد کو واجب قرار دیا کہ مسجد میں داخل ہونے کے وقت اس کا پڑھنا لازم ہے، ظاہریہ میں ابن بطال اسی کے قائل ہیں، جمہور حضرات کے نزدیک سنت ہے، ائمہ فتاویٰ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ یہ مستحب ہے، شرح منیہ میں ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے پر اس کا

پڑھنا مستحب ہے۔ (صفحہ ۵۴۰)

ہاں اس کا ترک اگر نماز کا وقت ہو مکروہ تنزیہی ہے، احناف اوقات مکروہہ میں اس کے پڑھنے کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ (الفتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۴۵)

شرح احیاء میں ہے کہ بیٹھنے سے قبل پڑھ لے، فرض نماز اس کی جانب سے کافی ہو جائے گا، بدائع کے حوالہ سے ہے کہ فرض نماز کے ساتھ اس کی نیت کرے تو ظاہر ہے، اور بعض علماء کے نزدیک یہ معتبر نہیں ہے، اور مسجد حرام میں تحیۃ المسجد نہیں پڑھی جائے گی، طواف بیت اللہ اس کا تحیہ ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۲۶۴، نیل جلد ۳ صفحہ ۷۰)

خیال رہے کہ بیٹھنے سے تحیۃ المسجد کی مشروعیت ختم نہیں ہوتی، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بیٹھ جانے سے تحیۃ المسجد کی نیت ختم ہو جاتی ہے سو یہ غلط بات ہے، افضل ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے، جو ایک قریبی وقت میں بارہا داخل ہو تو ایک ہی تحیۃ المسجد کافی ہے، اور بعضوں کی رائے ہے کہ ہر مرتبہ پڑھے، اور اسی کو راجح قرار دیا ہے، شرح احیاء و کبیری میں ہے کہ دن میں ایک مرتبہ کافی ہے۔ (اتحاف صفحہ ۴۳۰)

"نماز استخارہ"

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم استخارہ اس طرح سکھلاتے تھے جس طرح قرآن کی سورتیں (یعنی استخارہ کی تاکید کرتے دعاؤں کو اہتمام سے یاد کراتے) آپ فرماتے جب کوئی اہم کام درپیش ہو تو نفل دو رکعت نماز پڑھو، (فارغ ہونے کے بعد) پھر یہ دعا پڑھو اور اس کا نام لو (ہذا الامر پر)۔ (بخاری صفحہ ۹۴۴، ترمذی صفحہ ۱۰۹، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، ابن ماجہ صفحہ ۹۸)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدم کی اولاد کی سعادت مندی میں سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرے اور اس کے فیصلے پر راضی رہے، اور اس کی بدبختی میں یہ ہے کہ استخارہ چھوڑ دے اور اس کے فیصلے پر ناراض ہو۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۸۰)

فائدہ: چونکہ بندوں کا علم ناقص ہے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے زعم گمان کے اعتبار سے کوئی کام اچھا سمجھ کر کرنا چاہتا ہے، حالانکہ انجام اس کے حق میں اچھا نہیں ہوتا، کبھی ایسا ہوتا ہے خدشہ اور ڈر کی وجہ سے تذبذب میں پڑ جاتا ہے اور کچھ نہیں کر پاتا، اسے اس وقت ضرورت پڑتی ہے طمانیت کے ساتھ کام کرے ایسے ہی موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ اللہ پاک سے خیر کی راہ معلوم کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے، بندہ جب اپنی بے علمی اور عاجزی کا احساس کرتے ہوئے اپنے رب سے جو علیم بھی ہے حکیم بھی ہے قادر مطلق ہے، رہنمائی اور مدد طلب کرے گا کہ جو اس کے نزدیک بہتر ہو وہی کرنے کے لئے اس کے ذہن میں ڈالے تو انتہائی بعید ہے کہ اللہ پاک اس بندے کی رہنمائی اور مدد نہ فرمائے۔

خیال رہے کہ یہ رہنمائی کہ کام کا یہ رخ اختیار کرو، اس کا کوئی خاص طریقہ حدیث پاک میں نہیں ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی رخ کی جانب ذہن اطمینان کے ساتھ آمادہ ہو جاتا ہے، کبھی ذہن اور قلب میں آجاتا ہے کہ یہ کرو، اور یہ مت کرو، کبھی خواب سے بھی اشارہ ہو جاتا ہے، اگر ذہن میں تذبذب کی کیفیت رہے، تو دوبارہ کر لیا جائے تاوقتیکہ کسی طرف رجحان نہ ہو اقدام نہ کیا جائے، پھر استخارہ سے ذہن میں کوئی رخ کرنے کو آجائے اور کرے تو پھر بالکل خدشہ فکر نہ کرے خدا کی حکمت اور بھروسہ پر چھوڑ دے **"فاذا عزمت فتوكل على الله"** کبیری میں ہے، استخارہ سات مرتبہ تک کرے چونکہ آپ نے حضرت انس کو سات مرتبہ استخارہ کرنے کو فرمایا تھا۔
(کبیری صفحہ ۵۳۱)

واضح رہے کہ شرع کی جانب سے جو حکم متعین ہو مثلاً فرض اور مستحب کے کرنے حرام اور مکروہ سے بچنے میں کوئی استخارہ نہیں، استخارہ صرف اس امر مباح اور جائز میں ہے جس کا دونوں رخ کرنا یا نہ کرنا برابر ہو، مثلاً حج واجب ہے تو اس کے کرنے یا نہ کرنے کا استخارہ نہ ہوگا، ہاں کس دن کس گاڑی سے کن کی رفاقت میں کرے گا اس کے لئے ہوگا، اسی طرح اشیاء کے خریدنے رشتہ نکاح منظور کرنے میں ہوگا نکاح کرنے میں نہیں ہوگا۔

دعاء استخارہ

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّي فِي دِيْنِي وَ مَعَاشِي وَعَاقِبَةِ اَمْرِي وَآجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِي وَيَسِّرْهُ لِي ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِي دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ وَآجِلِهٖ فَاَصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ." (بخاری صفحہ ۹۴۴،۵۶)

ہذا الامر پڑھنے کے وقت جس مقصد اور کام کے لئے استخارہ کر رہا ہو اس کا دھیان رکھے اگر ایک مرتبہ میں شرح صدر نہ ہو دوبارہ کرے۔

صلوٰۃ العیدین

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص عید اور بقر عید کی رات میں عبادت کرے گا اس کا دل زندہ رہے گا جس دن لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔
(ترغیب جلد۲ صفحہ ۱۵۳، تلخیص صفحہ ۸۶)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عیدین کی دو راتوں میں ثواب کی

نیت سے عبادت کرے گا اُس دن اس کا دل نہیں مرے گا جس دن لوگوں کے دل مر جائیں گے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۲۷، ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جوان پانچ راتوں کو عبادت کرے گا وہ محبوب جنت ہو جائے گا، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں ۱۰، عید اور شب برات کی رات۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۰، الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، اعلاء صفحہ ۳۶)

فائدہ: شرح احیاء میں ہے کہ امام شافعی نے شب عید کی عبادت کی بڑی تاکید کی ہے، امام نووی نے کہا کہ شب کے اکثر حصہ میں عبادت سے یہ فضیلت حاصل ہوگی، قاضی حسین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شب عید میں (تاکید کے ساتھ) عشاء اور فجر کی جماعت کا اہتمام کرے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ان راتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

① شب جمعہ ② شب عیدین ③ شروع رجب کی رات ④ نصف شعبان کی رات۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۱۰)

درمختار میں ان راتوں کی عبادت کو مستحب قرار دیا ہے، علامہ شامی نے بیان کی کہ نصف رات کی عبادت گویا پوری رات کی عبادت ہے، چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ آپ نے پوری رات صبح تک کبھی عبادت نہیں کی۔ (شامی صفحہ ۲۵)

بلکہ کچھ آرام بھی کیا ہے، اس سے طبیعت میں نشاط رہتی ہے۔ پس حتی المقدور کچھ عبادت ضرور کرے۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح سے ہر قسم کے گناہ معاف

حضرت عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا، اے عباس: اے میرے چچا: کیا میں تمہیں عطیہ کروں، ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں دس چیزوں کا مالک بناؤں، جب تم اس عبادت کو کرو گے، تو اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہ پہلے کے اور پچھلے پرانے اور نئے، غلطی سے ہونے والے یا بالقصد جان بوجھ کر کئے گئے، صغیرہ ہو یا کبیرہ، پوشیدہ طور پر کئے ہوئے یا کھلم کھلا کئے ہوئے، سب ہی معاف فرما دیں گے، وہ عمل یہ ہے چار رکعت نماز (صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے باندھو، ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھ کر جس کو تو رکوع کرنے سے قبل "**سبحان اللّٰه، الحمد للّٰه، لا اله الا اللّٰه اکبر**" پندرہ مرتبہ پڑھو، پھر جب رکوع کرو، تو (رکوع کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پڑھو، پھر رکوع سے سر اٹھاؤ تو دس

مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ پڑھو، پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر دوسرے سجدہ میں جاؤ (تسبیح کے بعد) دس مرتبہ پڑھو، پھر دوسرے سجدہ سے اٹھو تو کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو، یہ سب مل کر پچھتر ہوئے، اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر ہوگا، (چار رکعت میں تین سو ہو جائیں گے) اگر ہو سکے تو روزانہ اسے ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ماہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے عمر میں ایک مرتبہ پڑھ لو۔

(ترمذی صفحہ ۱۰۹، ابن ماجہ صفحہ ۹۴، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۷، ترغیب صفحہ ۴۶۸، ابوداؤد صفحہ ۱۸۴)

فَائِدَۃ: متعدد روایتوں میں اس صلوٰۃ التسبیح کی بڑی فضیلت ذکر کی گئی ہے، نفل نمازوں میں اس سے زیادہ فضیلت کہ کبیرہ تک کی معافی کا ذکر ہے، اور تاکید کہ کم از کم عمر میں ایک ہی مرتبہ سہی پڑھ لے، کسی نماز کے متعلق منقول نہیں، علامہ منذری نے بیان کیا کہ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے بطرق کثیر منقول ہے، محدثین کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے، حاکم نے ابن عمر کی روایت کی تصحیح کی ہے۔ (ترغیب صفحہ ۴۷۷)

بکثرت کتب حدیث میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

امام ترمذی نے سنن ترمذی میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سے علماء سے اس کی فضیلت نقل کی گئی ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۹)

امام ترمذی نے ایک دوسرا طریقہ صلوٰۃ التسبیح کا اس طرح بیان کیا ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھی جائے گی، پھر پندرہ مرتبہ یہ تسبیح پڑھی جائے گی پھر فاتحہ اور سورہ پڑھنے کے بعد دس مرتبہ تسبیح پڑھی جائے گی، خیال رہے کہ اس صورت میں دوسرے سجدہ کے بعد کھڑے ہونے سے قبل تسبیح نہیں پڑھی جائے گی۔

امام ترمذی نے ذکر کیا کہ خواہ چار رکعت پڑھے، یا دو رکعت کر کے پڑھے، رکوع اور سجدہ کی تسبیح پہلے پڑھی جائے گی پھر یہ تسبیح پڑھی جائے گی۔ (ترمذی صفحہ ۱۰۹، ترغیب صفحہ ۴۷۰)

عبداللہ بن مبارک نے بیان کیا کہ اگر سجدہ سہو کی ضرورت پڑ جائے تو سہو میں تسبیح نہیں پڑھی جائے گی، چونکہ اس کی مقدار تین سو ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۰، ترغیب صفحہ ۴۷۰)

علامہ منذری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے طبرانی کی ایک روایت جو ابوالجوزاء کے واسطے سے ہے یہ دعا نقل کی ہے اسے تشہد کے بعد سلام سے قبل پڑھے (اپنی حفظ سے زبان سے نہیں) پھر اس کے بعد سلام کرے، (ہو سکے تو یہ دعا یاد کرے، اور حسبِ موقعہ صلوٰۃ التسبیح میں پڑھ لیا کرے) وہ دعا یہ ہے:

"اللھم الی اسئلك توفیق اھل الھدی واعمال اھل الیقین، ومناصحة اھل التوبة وعزم اھل الصبر وجد اھل الخشیة وطلب اھل الرغبة وتعبد اھل

الصبر وجد اهل العلم حتى اخافك، اللهم انى اسئلك مخافة تحجزنى عن معاصيك حتى اعمل بطاعتك عملا استحق به رضاك وحتى اناصحك بالتوبة خوفاً منك وحتى اخلص لك النصيحة حبالك وحتى التوكل عليك فى الامور حسن ظن بك سبحان خالق النور"

مرقات میں اس کے بعد یہ زائد ہے "ربنا انمم لنا نورنا واغفر لنا انك على كل شىء قدير برحمتك يا ارحم الراحمين" (مرقاۃ صفحہ ۱۹۳، ترغیب صفحہ ۱۷۴، شامی صفحہ ۲۸)

صلوٰۃ التسبیح سے متعلق چند مسائل اور آداب وغیرہ

صلوٰۃ التسبیح میں کل تسبیح ہر رکعت میں پچھتر چار رکعت میں تین سو ہے۔ (مرقات جلد ۲ صفحہ ۱۹۲)

اس کے دو طریقہ حدیث پاک سے ثابت ہے۔

1. الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ، اور دوسری رکعت میں سجدہ کے بعد اٹھنے سے قبل دس مرتبہ
2. ثنا کے بعد پندرہ مرتبہ، الحمد سورۃ کے بعد دس اس میں دوسرے سجدہ کے بعد دس مرتبہ نہیں پڑھا جائے گا۔ (شامی صفحہ ۲۷)

* دو رکعت اور چار رکعت ہر طرح صحیح ہے، بعضوں نے کہا دن میں چار رکعت ایک سلام سے اور رات میں دو، دو رکعت پڑھے۔ (مرقاۃ صفحہ ۲۷۴)
* ملا علی قاری نے ذکر کیا کہ بظاہر چار رکعت ایک سلام سے ہے۔ (مرقات صفحہ ۱۹۲)
* افضل یہ ہے کہ مسبحات میں سے ایک ایک سورہ پڑھے۔ (مرقات)
* بعض روایت میں لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے، لہٰذا اس کا بھی کبھی کبھی اضافہ کرلیا جاسکتا ہے، بہتر ہے۔ (مرقات جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)
* اس کا بہتر وقت زوال کے بعد ظہر کی چار رکعت سے قبل ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۲۷۴، مرقات صفحہ ۱۹۲)

لہٰذا ظہر کی اذان کے بعد فوراً شروع کردے اگر دیر لگتی ہو تو اذان سے قبل شروع کردے، تاکہ ظہر کی چار رکعت بھی پڑھ سکے، اگر ایسے وقت میں پڑھا کہ ظہر کی چار رکعت سنت چھوٹ گئی چونکہ جماعت کا وقت ہوگیا، تو یہ برا ہوا، کہ مستحب کی وجہ سے سنت موکدہ جس کا وقت متعین تھا چھوٹ گیا۔

* ان سورتوں کا پڑھنا بہتر ہے، سورۃ زلزال، عادیات، فتح، اخلاص، تکاثر، عصر، کافرون۔ (مرقات)
* سلام کے بعد اپنی ضرورتوں کی دعا کرے، رکوع اور سجدہ کی تسبیح کے بعد یہ تسبیح دس مرتبہ پڑھے۔ (مرعاۃ صفحہ ۲۷۴، ترمذی صفحہ ۱۰۹، مرقات صفحہ ۱۹۲، شامی صفحہ ۲۷)

❊ ہر جمعہ کو پڑھنا، حضرت ابن عباس ہر جمعہ کو زوال کے وقت (بعد) پڑھتے تھے۔ (مرقاۃ)
❊ ان تسبیحوں کو زبان سے نہ گنے زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ (شامی صفحہ ۲۸، فضائل ذکر صفحہ ۱۷۵)
❊ تسبیح ہاتھ میں لے کر گننا مکروہ ہے۔ (فضائل ذکر)
❊ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جہاں نماز میں جس حالت میں رہتی ہیں اسی حالت میں رکھتے ہوئے دباتا رہے اس اشارہ اور دبانے سے شمار کا پتہ چل جائے گا۔ (الشامیہ صفحہ ۲۸)
❊ اگر کسی موقعہ پر تسبیح بھول جائے تو اس کے بعد والے موقعہ پر پڑھ لے، ہاں قومہ اور جلسہ میں نہ پورا کرے، بلکہ رکوع کی تسبیح سجدہ میں پوری کرے۔ (شامی صفحہ ۲۷)
❊ سجدہ سہو میں یہ تسبیحات نہ پڑھے۔ (کبیری صفحہ ۵۳۲)

نماز شب برأت

شب برأت کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہ شعبان کی نصف ماہ کی شب (پندرہویں کی رات) ہوتی ہے تو اس کی رات عبادت کرو، دن میں روزہ رکھو، اور اللہ تعالیٰ غروب شمس کے وقت آسمانی دنیا پر تشریف لاتے ہیں، اور فرماتے ہیں ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت کردوں، ہے کوئی رزق چاہنے والا، میں اسے رزق عطا کروں، ہے کوئی بیمار پریشان حال میں اسے عافیت دوں، اسی طرح فرماتے رہتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۹، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵)

حضرت کثیر بن مرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات کو بندے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں پس تمام اہل زمین کی مغفرت فرماتے ہیں سوائے مشرک کے اور کینہ پرور کے اور ایک روایت میں ہے قاتل نفس کے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۳۱۷، مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۶۸)

نصف شعبان کی رات دعا وعبادت کی رات ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ان پانچ راتوں کو عبادت کرے گا، جنت اس کے لئے واجب ہو جائے گی، ذی الحجہ کی آٹھویں رات، لیلۃ الترویہ، عرفہ کی رات، عیدین کی رات، نصف شب کی رات۔ (ترغیب جلد ۲ صفحہ ۱۵۲، اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۲۷، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۳۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دعائیں رد نہیں کی جاتیں شب جمعہ، ماہ رجب کی پہلی رات، نصف شعبان کی رات، عیدین کی راتیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

خالد بن معدان کی روایت میں ہے سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں جو اس میں ثواب وتقرب کی نیت سے عبادت پر ہمیشگی اختیار کرے گا، خدا اسے جنت میں داخل کرے گا، رجب کی پہلی رات، عید و بقرعید کی راتیں، شب عاشورہ، نصف شعبان کی رات شب کو عبادت، دن کو روزہ۔ (تلخیص الحبیر جلد۲ صفحہ ۸۶)

حضرت امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ فرماتے ہیں ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ پانچ راتیں دعاؤں کی قبولیت کی ہیں شب جمعہ، شب عیدین، رجب کی پہلی شب، شعبان کی رات، پندرہ کی شب۔ (تلخیص جلد۲ صفحہ ۸۶)

فَائِدَة: نصف شعبان کی رات میں دعا عبادت واذکار کی فضیلت منقول ہے، اور اس پر امت کا تعامل چلا آرہا ہے، علامہ تقی الدین سبکی نے ذکر کیا ہے کہ نصف شعبان کی عبادت سال بھر کے گناہ کو شب جمعہ کی عبادت ہفتہ کے گناہ کو شب قدر کی عبادت عمر بھر کے گناہوں کو معاف کرتی ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد۳ صفحہ ۴۲۷)

اس میں دعا اور عبادت مسنون اور باعث فضیلت ہیں، شب میں مغرب کی بعد سے فجر تک عبادت و تلاوت ودعاؤں میں مشغول رہنا سنت ہے۔

دن میں روزہ رکھنا سنت ہے

اس نصف شعبان کی رات میں ایک روایت کے اعتبار سے روزی، اور موت وحیات کے فیصلے ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ سے آپ ﷺ نے پوچھا معلوم ہے تمہیں اس رات میں کیا ہوتا ہے۔ کہا کیا ہوتا ہے اے اللہ کے رسول! فرمایا: اس میں تمام اولاد آدم کے فیصلے ہوتے ہیں موت کے متعلق سالانہ فیصلے ہوتے ہیں (اس سال کون مرے گا) اس میں بندوں کے اعمال لے جائے جاتے ہیں، لوگوں کے رزق کا فیصلہ ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۵)

سلیمان ابن یسار رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں لوگوں کی موت کا فیصلہ ہوتا ہے، یہاں تک کہ آدمی سفر میں نکلتا ہے، حالانکہ اس کی موت کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے (چنانچہ سفر میں موت آجاتی ہے) آدمی بازاروں میں چلتا ہے حالاکہ اس کا نام (اس سال کے) مرنے والوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۳۱۷)

اسی وجہ سے آپ اس رات دعاؤں میں مشغول رہتے اور اللہ پاک سے بہتر فیصلہ کی درخواست فرماتے اور آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں روزے کی حالت میں ہونا پسند کرتا ہوں کہ خدا کا فیصلہ ہو رہا ہو اور میں روزہ کی حالت میں ہوں، چنانچہ علامہ شعرانی نے "کشف الغمہ" میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ پاک اس رات میں سال میں مرنے والوں لوگوں کا فیصلہ فرماتے ہیں، پس میں پسند کرتا ہوں کہ میری موت کا فیصلہ روزے کی حالت میں ہو۔ (جلد ا صفحہ ۲۰۸)

اس رات میں عبادت تلاوت، دعاء اذکار کے ذریعہ خدا کی خوشنودی اور رضاء حاصل کی جائے، دین اور دنیا کی اچھائیاں اور بھلائیاں اپنے حق میں اور پوری امت کے حق میں مانگی جائیں، رزق صحت و عافیت اور برکت عمر کی دعا خصوصیت سے کی جائے، خیال رہے کہ حدیث پاک میں اس سلسلے میں کوئی خاص نماز، یا دعا، یا وظیفہ منقول نہیں ہے، البتہ بعض اکابر و اسلاف سے کچھ منقول ہے، جس کے اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے نماز کا یہ طریقہ صوفیہ اور مشائخ سے نقل کیا ہے، مغرب کے بعد چھ رکعت نماز پڑھی جائے، دو، دو رکعت کر کے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص چھ مرتبہ پڑھے، اور ہر دو رکعت کے بعد سورہ یٰسین شریف ایک مرتبہ پڑھے، پھر دعا مانگے اول دو رکعت کے بعد برکت عمر کی دعا مانگے، دوسری رکعت کے بعد برکت رزق کی دعا مانگے، تیسری دو رکعت کے بعد حسن خاتمہ کی دعا مانگے۔

(اتحاف السادۃ شرح احیاء، جلد۳ صفحہ ۴۶۵)

سلام کے بعد اولاً سورہ یٰسین شریف پڑھے پھر دعا مانگے، دیگر امور اور ضرورتوں کے لئے صلوٰۃ الحاجۃ چھ رکعت یا چار رکعت پڑھ کر دعا مانگے۔

صلوٰۃ الحاجۃ کے لئے کوئی خاص طریقہ متعین نہیں، جو سورہ چاہے پڑھ کر دعا مانگے، فقہاء کرام نے بھی اس رات کی عبادت کو مستحب قرار دیا ہے۔ (الشامی جلد۲ صفحہ ۲۵)

اسی پر امت کے اسلاف و اکابرین و صالحین کا تعامل چلا آ رہا ہے، اسی طرح حسب وسعت ساری رات یا اکثر رات یا کم از کم عشاء کے بعد نماز، تلاوت دعاء استغفار میں مشغول رہے، پھر کسی وقت اپنے علاقے کے قبرستان میں جا کر ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کرے، یہ مسنون عمل ہے اور سنت سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے اس رات مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع تشریف لے جا کر دعا فرمائی تھی، اس رات کوئی خاص دعا جیسا کہ ذکر کیا گیا احادیث و آثار میں نہیں ملی، البتہ مشائخ کرام اور اسلاف عظام سے یہ دعا اِن رات میں منقول ہے، جیسے مغرب کی چھ رکعت نماز جس کا ذکر اوپر کیا گیا اس کے بعد پڑھے۔

ملاعلی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے مرقات میں ذکر کیا ہے کہ اس رات کوئی دعا حدیث پاک سے ثابت نہیں البتہ حضرت عمر فاروق سے حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے منقول ہے، اگرچہ اس دعاء کو حدیث کی کتاب میں نقل کیا گیا ہے مگر کسی حدیث نبوی سے ثابت نہیں وہ دعا یہ ہے

"اللھم ان کنت کتبتنا اشقیاء فامحہ واکتبنا سعداء وان کنبتنا سعداء فاثبتنا فانك تمحو ما تشاء وتثبت وعندك امر الکتاب." (مرقات المفاتیح جلد۳ صفحہ ۱۹۷)

شب برأت کے موقع پر تین امور

❶ رات میں عبادت ودعا۔

❷ قبرستان جانا اورایصال ثواب کرنا۔

❸ دن کوروزہ رکھنا۔

ان کے علاوہ، دیگر امور جورائج اورعوام میں جاری ہیں بدعت رسم جہالت اور خلاف شرع گناہ کی باتیں ہیں۔

❶ مثلاً شب برأت کوتہوار کی طرح منانا، یہ عبادت کی رات ہے تہوار نہیں، تہوار صرف دو ہیں، عید اور بقرعید، لہٰذا نئے کپڑے بنوانا اور پہننا، عورتوں کا خصوصیت کے ساتھ چوڑیاں پہننا جیسا کہ بعض علاقوں میں رائج ہے رسم اور جاہلانہ ممنوع باتیں ہیں۔

❷ حلوہ میٹھا، پلاؤ وغیرہ بنانا، اس کی کوئی اصل نہیں بدعت اور اس رات کے ساتھ اس کو جوڑنا اور دین اور ثواب کا کام سمجھنا گناہ ہے۔

❸ مسجدوں میں گھروں میں چراغاں کرنا، معمول اور ضرورت سے زائد روشنی کرنا بلب اور موم بتی جلانا جائز نہیں منع ہے، روشنی کی زیادتی کا عبادت اوردعا سے کیا تعلق۔

❹ پٹاخے خریدنا اور چھوڑنا، حرام اور لعنت کے امور ہیں، نہ معلوم یہ آتش بازی اور پٹاخے کی لعنت اس امت میں اس قیمتی رات میں کسی طرح داخل ہوگئیں۔

❺ اسی طرح روحوں کی آمد کے واہی عقیدے کی بناء پر گھروں کا صاف کرنا، خوشبو اگر بتی جلانا، گلیوں اور کونوں میں بلاضرورت روشنی کرنا جہالت کی باتیں ہیں۔

❻ یہ سمجھنا کہ شب برأت میں مردوں کی روحیں اپنے گھروں میں آتی ہیں اور گھومتی پھرتی چکر لگاتی ہیں، کسی معتبر حدیث وآثار سے ثابت نہیں ہے، یہ جاہلانہ باتیں ہیں۔

❼ بعض علاقوں میں اس رات مساجد میں بڑی بھیڑ ہوتی ہے، مسجد میں جمع ہوکر راتوں کو جاگتے ہیں، بسا اوقات بچوں کے شورشغب سے مسجد کی شدید بے ادبی ہوتی ہے، یہ بھی غلط رسم ہے فقہاء کرام نے ان راتوں میں مسجد میں جمع ہوکر عبادت کرنے سے منع کیا ہے، فقہ کی مشہور کتاب نورالایضاح اور اس کی شرح طحطاوی میں اسے مکروہ کہا ہے۔

❽، ❾ یہ نفلی عبادت ہے، نوافل کی گھر میں فضیلت ہے، اور اس کے گھر میں ادا کرنے کا حکم ہے، تاکہ گھر عبادت کے نور سے روشن اور بابرکت رہے شب برأت کے موقعہ پر اپنے اپنے گھروں میں عبادت کریں، اپنے

گھر والوں بیوی بچوں کو لے کر عبادت و دعا میں حسب فرصت مشغول رہیں، تاکہ گھر میں برکت و نور رہے۔

خیال رہے کہ شیطان اور نفس کا مکر و فریب اور پھندہ ہے کہ ان واہی امور میں پھنسا کر وہ عبادت اور دعا کی فضیلت عظیم سے محروم کرنا چاہتا ہے، اس لئے اوپر کے واہی امور کو چھوڑ کر مسنون اور مشروع طریقے کو اختیار کرنا چاہئے، تاکہ گھر گناہ سے محفوظ اور ثواب حاصل ہو۔

عشرہ ذی الحجہ کی عبادت

عشرہ ذی الحجہ کے راتوں میں عبادت کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشرہ ذی الحجہ کی عبادت سے کوئی عمل افضل نہیں، لوگوں نے پوچھا کیا جہاد بھی نہیں، آپ نے فرمایا، ہاں جہاد بھی نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان دنوں کے عمل سے زیادہ کسی دن کا عمل محبوب و پسندیدہ نہیں۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۵، مسند طیالسی مرتب صفحہ ۲۰۶، ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۱۵۸)

مسند ابی عوانہ میں ہے کہ عشرہ ذی الحجہ کے ایک روزہ کا ثواب ایک سال کے روزے کے برابر ہے، اور اس کی ایک رات کی عبادت کا ثواب شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (مرقات المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۳۰۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذی الحجہ کے دس دنوں کی عبادت سے زیادہ اللہ پاک کو اور کسی دن کی عبادت محبوب نہیں، اس کے ہر دن کا روزہ سال بھر کے روزوں کے برابر اور اس کی ہر رات کی عبادت شب قدر کی عبات کے برابر ہے۔ (ترمذی صفحہ ۱۵۸، ابن ماجہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عشرہ ذی الحجہ کی عبادت کے اعتبار سے بہت فضیلت ہے، عبادت کے لئے افضل ترین ایام ہے، رات کی عبادت کا ثواب شب قدر میں عبادت کی طرح ہے، اس لئے اس عشرہ کے ایام میں عبادت ذکر و شغل کا زیادہ اہتمام ہونا چاہئے، کچھ وقت نکال کر ذکر نماز تلاوت میں لگانا چاہئے۔

نماز برائے قوت حافظہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے، اور جو یاد کرتا ہوں محفوظ نہیں رہتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی ترکیب نہ بتلاؤں جو تم کو بھی نفع دے اور جس کو تم بتلاؤ اسے بھی نفع دے، اور جو یاد کرو وہ تمہارے سینہ میں محفوظ رہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا ارشاد فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شب جمعہ میں اگر ہو سکے تو آخر رات میں جب تہائی رات ہو جائے اٹھ جاؤ تو بہت بہتر ہے، کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور

دعا اس وقت خاص طور پر قبول ہوتی ہے، اور میرے بھائی یعقوب علیہ السلام نے جو "سوف استعفرلکم" کہا تھا اس سے شب جمعہ مراد تھی اگر اس وقت جاگنا دشوار ہو تو رات کے درمیانی حصہ میں اور یہ بھی نہ ہو سکے تو شروع رات میں کھڑے ہو کر چار رکعت نماز نفل پڑھو، پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد "سورہ یٰسین" دوسری میں فاتحہ کے بعد سورہ "دخان" اور تیسری میں فاتحہ کے بعد "الم سجدہ" اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد "سورہ ملک" پڑھو، اور جب التحیات سے فارغ ہو جاؤ تو اول حق تعالیٰ کی خوب حمد و ثناء بیان کرو، اور اس کے بعد خوب مجھ پر درود بھیجو اور تمام انبیاء پر درود بھیجو اس کے بعد مؤمنین پر اور ان مؤمنین بھائیوں پر جو تم سے پہلے گزر گئے ہیں استغفار کرو پھر یہ دعا پڑھو۔

"اللهم ارحمني بترك المعاصي ابدا ما ابقيتني وارحمني ان اتكلف ما لا يعنني وارزقني حسن النظر فيما يرضيك عني، اللهم بديع السموات والارض ذوالجلال والاكرام، والعزة التي لا ترام، اسئلك بالله يارحمن بجلالك ونور وجهك ان تلزم قلبي حفظ كتابك كما علمتني وارزقني ان اتلوه على النحو الذي يرضيك عني اللهم بديع السموات والارض ذوالجلال والاكرام والعزة التي لا ترام، اسئلك بالله يارحمن بجلال لك ونور وجهك ان تنور بكتابك بصري وان تطلق به لساني وان تفرج به عن قلبي وان تشرح به صدري وان تعينني به بدني فانه لا تعينني على الحق غيرك ولا يؤتيه الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم." (ترغیب صفحہ۲۱۴، ترمذی صفحہ۱۹۷، الدعا صفحہ۱۴۲)

صلوٰۃ التوبہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وہ وضو کرے، نماز پڑھے اللہ سے توبہ کرے تو اللہ پاک اسے معاف فرما دیتے ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی، جن لوگوں نے کسی بری حرکت کا ارتکاب کیا یا اپنی جانوں پر ظلم کیا (گناہ کیا) اللہ کو یاد کیا (ذکر یا نماز کے ذریعہ سے) گناہ پر خدا سے توبہ استغفار کیا۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۷، ترمذی صفحہ ۹۲، ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۷)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وضو کرے اچھی طرح وضو کرے پھر کسی زمین پر جہاں اطمینان سے نماز پڑھ سکے نکل جائے اور دو رکعت نماز پڑھ لے اللہ سے اپنے گناہ کی معافی مانگے تو اللہ پاک معاف کر دیتے ہیں۔

(مرسلاً بیہقی، نزول الابرار صفحہ ۳۹، ترغیب صفحہ ۲۷۳)

فائدہ: اگر کوئی گناہ کبیرہ سرزد ہو جائے تو مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر گناہ پر ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرے تاکہ کبیرہ کے اثر سے قلب زنگ آلود نہ ہو جائے، اور اللہ کی رحمت سے دور نہ ہو جائے۔

صلوٰۃ رد الضالۃ

گم شدہ اشیاء کے ملنے کے لئے نماز

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس کسی کا کوئی سامان گم ہو جائے یا کوئی بھاگ جائے یا (گم ہو جائے) وہ دو رکعت نماز پڑھے، اور یہ دعا پڑھے:

"بسم اللّٰہ یا ھادی الصلاۃ وراد الضالۃ ارد علی ضالتی بعزتك وسلطانك فانھا من عطانك وفضلك." (ابن ابی شیبہ، طبرانی، حاکم، نزل الابرار صفحہ ۳۰۷)

ترجمہ: "اللہ کے نام سے اس گم شدہ کو راستہ دکھانے والے، اے گم شدہ کو واپس لانے والے، ہمارے گم شدہ کو اپنی عزت اور مملکت کے طفیل واپس فرما، کہ یہ آپ کی بخشش اور فضل سے ہو سکتا ہے۔"

فائدہ: حصن حصین اور ابن ابی شیبہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی کے گم ہونے یا فرار پر، یا کسی شئے کے غائب ہونے پر اس کے حاصل ہونے کے لئے دو رکعت نفل نماز پڑھ کر خدائے پاک سے یہ مذکورہ دعا کے ذریعہ اعانت حاصل کرے۔

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ اسلاف کرام سے (صحابہ و تابعین) جب کوئی چیز گم ہو جاتی تو دو رکعت نماز پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۲۰)

نماز حاجت

حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے اللہ پاک سے کوئی ضرورت وابستہ ہو یا کسی انسان سے کوئی ضرورت وابستہ ہو، وہ وضو کرے، ذرا اچھی طرح دو رکعت نماز پڑھے، پھر خدا کی حمد کرے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور یہ دعا پڑھے۔

"لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب العرش العظیم، الحمد اللّٰہ رب العالمین اسئلك موجبات رحمتك وعزائم معفرتك والغنیمۃ من کل برو السلامۃ من کل اثم لا تدع لی ذنبا الا غفرتہ ولا ھما الا فرجتہ ولا حاجۃ ھی لك رضی الاقصیتھا یا ارحم الراحمین"

پھر اپنی ضرورت کی دعا مانگے۔ (ترغیب جلد اصفحہ ۴۷۶)

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں، پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے، اللہ تعالیٰ قاضی الحاجات ہے مسبب الاسباب ہے، زمین و آسمان کی کنجیاں اس کے قبضہ میں ہیں، وہی ساری انسانی ضرورتیں پوری کرتا ہے، اور انسانوں کے دل میں ضرورتیں پوری کرنے کا خیال ڈالتا ہے، اسے کے قبضہ میں لوگوں کا دل ہے، لہٰذا کسی قسم کی ضرورت ہو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، دو رکعت نفل نماز پڑھے اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد درود پڑھے اور الحاح زاری کے ساتھ دعا کرے، رحمت خدا سے امید ہے کہ ضرورت پوری ہوگی کسی مصلحت اور حکمت خداوندی سے دیر ہو تو گھبرا کر دعا چھوڑ نہ دے کرتا رہے، جو دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے، کبھی نہ کبھی ضرور کھلتا ہے، خیال رہے کہ احادیث و آثار اور اسلاف کرام مشائخ عظام سے بہت سی دعاء حاجات منقول ہیں نہایت بسط وتفصیل سے اس باب کے نوادرات مجربات کو "الدعاء المسنون" جو دعاؤں کے موضوع پر ایک وسیع کتاب ہے ذکر کر دیا گیا ہے، اہل طلب ذوق اس سے فائدہ حاصل کریں۔

صلوٰۃ المصائب والحوادث

مصائب اور کسی پریشانی کے وقت نماز سے مدد حاصل کرے

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جب مصیبت یا پریشانی پیش آتی تو نماز پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: حضرت صہیب نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے، حضرت ابودرداء فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے، اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ہر قدم پر حضور کی اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہیں (کہ وہ بھی مصائب پریشانی رنج وغم کے موقعہ پر نماز سے مدد حاصل کرتے)۔

حضرت ام کلثوم کے خاوند حضرت عبدالرحمٰن بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہوگئی کہ سب نے انتقال ہونا تجویز کر لیا، حضرت ام کلثوم اٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی، نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمٰن کو بھی افاقہ ہوا حضرت نضر کہتے ہیں دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہوگیا میں دوڑا ہوا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دریافت کیا، حضور کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے انہوں نے فرمایا، خدا کی پناہ، حضور کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے، کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبہ سفر میں تھے راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہوگیا، اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی پھر "انا للّٰہ وانا الیه راجعون" پڑھا۔

نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے، اس لئے ہر پریشانی کے وقت ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے، اور رحمت الٰہی مساعد و مددگار ہوگی تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے۔

(فضائل اعمال جلد ا صفحہ ا نماز)

کسی قسم کی بھی پریشانی ہو رنج غم فکر ہو، مرض کی پریشانی اچانک حادثہ کی پریشانی، فوراً نماز کی جانب متوجہ ہو جائے اور ازالہ پریشانی کی دعا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رنج و غم کے دفع کرنے کی دعائیں منقول ہیں پڑھے، یہ دعائیں نہایت تفصیل سے عاجز کی کتاب الدعاء المسنون میں صفحہ ۳۷۱ سے ۳۹۱ تک منقول ہیں، اس کا معمول حسب موقعہ رکھا جائے، انشاء اللہ پریشانی دور ہو جائے گی۔

صلوٰۃ شکر

شکراً دوگانہ ادا فرماتے

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن (وقت) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل کے قتل کی خبر آئی آپ نے دو رکعت نماز (بطورِ شکریہ کے) پڑھی۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۹)

فَائِدَۃ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ نے دشمن کے قتل کے شکریہ پر دو رکعت نماز ادا کی اسے نماز شکر کہتے ہیں، امام اعظم شکریہ کے طور پر نماز ہی کے قائل ہیں، محض سجدہ کے نہیں۔ (حاشیہ ابن ماجہ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی خوشی کی خبر آتی تو شکراً سجدے میں گر جاتے۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۵، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰، زاد المعاد صفحہ ۲۶۰، ترمذی صفحہ ۲۸۷)

ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نفل نماز میں) بہت طویل سجدہ کیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ آپ نے بہت طویل سجدہ کیا، آپ نے فرمایا، میں نے شکراً سجدہ کیا، اس پر کہ اللہ پاک نے میری امت کے ستر ہزار کو بلا حساب جنت داخل ہونے کی خبر دی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۸۹)

فَائِدَۃ: یہ سجدہ آپ نے الگ سے نہیں کیا بلکہ نماز کے سجدے ہی میں شکر ادا کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز نفل

کے سجدے میں بھی شکر کا ادا کیا جاسکتا ہے۔

خوشی کے موقعہ پر سجدے میں گر جاتے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ ﷺ کو لکھ کر اطلاع دی کہ ہمدان قبیلہ اسلام لے آیا، آپ یہ سن کر فوراً سجدے میں گر گئے۔ (بیہقی، زادالمعاد صفحہ ۳۶۰)

حضرت معاذ بن جبل کی حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطلاع کی کہ میں تم کو تمہاری امت کے بارے میں رنجیدہ نہیں کروں گا۔ (یعنی شفاعت قبول کروں گا) تو آپ سجدے میں چلے گئے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۲۸۸)

حضرت ابوبکرہ ذکر کرتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے پاس تشریف لائے، ایک خوش خبری دینے والے نے دشمن پر ظفر و فتح کی اطلاع دی، آپ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں سر مبارک رکھے لیٹے تھے، آپ کھڑے ہوئے اور سجدے میں گر گئے۔ (مسند احمد جلد۵ صفحہ ۴۵، زاد جلد ا صفحہ ۳۶۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نکلے، ایک بلندی میں گئے اس میں داخل ہوگئے، رخ قبلہ ہوئے اور سجدے میں گر گئے اور لمبا سجدہ کیا، پھر سر اٹھایا، اور فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں جو آپ پر درود پڑھے گا خدائے پاک بھی اس پر درود پڑھے گا (رحمت کی دعا کرے گا) اور جو آپ ﷺ پر سلام بھیجے گا خدا بھی اس پر سلام بھیجے گا، تو میں نے شکریہ کا سجدہ کیا۔ (مسند احمد، نیل الاوطار جلد۳ صفحہ ۱۰۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کسی خوشی و مسرت کی خبر پر صرف سجدۂ شکر ادا فرماتے جس کی بلا تاویل جمہور اجازت دیتے ہیں۔

حضرات صحابہ بھی شکراً سجدہ فرماتے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب مسیلمہ کے قتل کی خبر آئی تو سجدے میں گر گئے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ذوالثدیہ "خارجی کے قتل کی خبر ملی" تو سجدہ میں چلے گئے۔
(نیل الاوطار صفحہ ۱۰۶)

حضرت کعب بن مالک کو جب عہد نبوی میں قبول توبہ کی بشارت دی گئی تو سجدے میں چلے گئے۔

فائدہ: مسرت اور خوشی کی خبر اور اطلاع پر نماز شکر اور جمہور علماء کے نزدیک نماز اور صرف سجدہ بھی جائز ہے اور مستحب ہے، چنانچہ ابن ماجہ میں باب قائم کیا ہے، الصلوٰۃ والسجدہ، اس سے وہ دونوں کے جواز اور استحباب کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، جس کے محدثین قائل ہیں، امام اعظم صرف دو رکعت نماز کے قائل ہیں ان کے نزدیک

صرف نماز شکر مشروع ہے صرف الگ سے سجدہ نہیں، جن روایتوں میں صرف سجدے کا ذکر ہے وہ اس سے مراد نماز لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ سجدہ بول کر نماز مراد لینا عرف شرع میں رائج ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے، "اعنی بکثرۃ السجود" یعنی نماز کے ذریعہ میری مدد کرو۔ (مسلم صفحہ۱۹۳)

اسی طرح قرآن میں سجدہ بول کر نماز مراد لیا گیا ہے، فتح مکہ کے موقعہ پر جو آپ نے نماز پڑھی تھی وہ بھی بعضوں کے نزدیک فتح پر شکراً نماز تھی۔ (اعلاء صفحہ۲۳۲)

البتہ امام محمد کے نزدیک سجدۂ شکر مستحب ہے اور اسی کو مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، علامہ شامی نے بھی یہی قول صاحبین کا نقل کیا ہے۔ (اعلاء صفحہ۲۳۱)

احادیث و آثار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، لہٰذا کسی مسرت اور خوشی پر فرط مسرت سے کوئی شکراً سجدے میں گر جائے تو اس میں کوئی کراہیت نہیں، البتہ افضل ہے کہ دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھ لے۔

نماز استسقاء

آپ طلب بارش کے لئے نماز پڑھتے

حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عیدگاہ کی طرف نکلے اور استسقاء "طلب باراں" کے لئے دو رکعت نماز پڑھی۔ (بخاری صفحہ۱۴۰)

حضرت عباد بن تمیم نے اپنے چچا سے روایت کی کہ آپ ﷺ عیدگاہ کی طرف نکلے استسقا کے لئے قبلہ رخ ہوئے اور دو رکعت نماز پڑھی، اور اپنی چادر کو پلٹ دیا۔ (بخاری صفحہ۱۴۰)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ استسقا کے لئے نکلے اور ہم لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور جہراً قرأت فرمائی، بلا اذان و بلا اقامت کے۔ (ابن خزیمہ صفحہ۳۲۳)

نماز کے لئے عیدگاہ کی جانب نکلتے

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ استسقاء کے لئے عیدگاہ کی جانب نکلے۔

(بخاری صفحہ۱۴۰، ابن خزیمہ صفحہ۳۳۲، نسائی صفحہ۳۲۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ لوگوں نے قحط اور بارش نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ نے حکم دیا کہ عیدگاہ کی جانب ممبر لے جایا جائے (چونکہ آپ منبر پر خطبہ بیان فرماتے) (ابن حبان، سبل الہدیٰ ۸/۳۳۷)

فائدہ: استسقاء کی نماز کے لئے عیدگاہ، جنگل یا صحراء کی جانب نکل کر پڑھنا سنت اور مستحب ہے، شرح احیاء میں ہے کہ مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی میں فضیلت کی وجہ سے استسقاء کی نماز افضل ہے، آپ ﷺ نے

مسجد نبوی میں نماز اس لئے نہیں پڑھی کہ اس وقت مسجد چھوٹی تھی تنگ ہونے کی وجہ سے آپ نے عیدگاہ اختیار کیا تھا، نیز یہ کہ اس موقعہ پر بچے اور حائضہ عورتیں بھی آئیں اس لئے آپ نے مسجد نبوی کے بجائے عیدگاہ پسند کیا۔
(اتحاف جلد۳ صفحہ۴۴۰)

بلا اذان و بلا اقامت کے جماعت کرتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقاء کے لئے ایک دن نکلے بلا اذان و بلا اقامت کے دو رکعت نماز پڑھی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۷، ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۳)

فائدہ: جس طرح عید بقرعید اور سورج گرہن کی نمازوں میں اذان و اقامت نہیں ہے اسی طرح استقاء میں بھی اذان و اقامت مشروع نہیں ہے، البتہ لوگوں کو مطلع اور خبردار کرنے کے لئے اعلان کیا جا سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔

نماز کے بعد قبلہ رخ ہو کر دعا فرماتے

حضرت عبداللہ بن زید انصاری کی روایت ہے کہ جب آپ استقاء کے لئے نکلے اور دعا کا (نماز کے بعد) ارادہ کیا تو قبلہ رخ ہوئے اور چادر کو پلٹ دیا۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۳۵۰، ابوداؤد صفحہ ۱۶۵، بنایہ جلد۲ صفحہ ۹۱۹، دار قطنی جلد۲ صفحہ ۶۷)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز استقاء کی بلا اذان و اقامت کے پڑھائی اور خطبہ دیا اور قبلہ رخ ہو کر دعا کی۔ (سنن کبریٰ، الفتح الربانی صفحہ ۲۳۳)

فائدہ: مسنون ہے کہ نماز کے بعد استقاء کے متعلق وعظ کرے، جس میں توبہ و استغفار کی ترغیب دے، اور بارش رکنے کا سبب گناہ اور خدا کی نافرمانی بتائے، پھر رخ قبلہ ہو کر نہایت الحاح زاری کے ساتھ دعا کرے۔

نماز استقاء میں قرأت جہراً فرماتے

حضرت عباد بن تمیم کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استقاء کے لئے دو رکعت نماز پڑھائی، اور قرأت زور سے فرمائی۔ (نسائی صفحہ ۳۲۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں اور استقاء میں قرأت زور سے فرماتے۔ (دار قطنی صفحہ ۶۷)

فائدہ: آپ سے استقاء کی نماز میں جہراً قرأت ثابت ہے، اسی لئے اس میں جہراً ہی قرأت کرے۔

نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن استقاء کے لئے نکلے بغیر اذان و

اقامت کے دو رکعت نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا اور دعا کی۔

(ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۳۳۸، ابن ماجہ صفحہ ۹۰، بنایہ صفحہ ۹۱۸، الفتح صفحہ ۲۳۳)

عبداللہ بن زید المازنی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ عیدگاہ کی جانب نکلے، استسقاء کی دعا کی جب رخ قبلہ ہوئے تو چادر کو پلٹا، اور اسحٰق کی روایت میں ہے کہ آپ نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی (یعنی نماز کے بعد خطبہ دیا) اور رخ قبلہ ہو کر دعا کی۔ (الفتح جلد۲ صفحہ ۲۳۴، نسائی، ابوداؤد صفحہ ۱۶۵، مسلم صفحہ ۲۹۲)

فَائِدَہ: نماز استسقاء میں نماز کے بعد خطبہ کا مطلب وعظ و نصیحت کرنا ہے، اور یہ واضح کرنا ہے کہ بارش اور آسمانی نظام سب اللہ پاک کی قدرت میں ہے اور اسی کے تابع ہے، اور یہ کہ بارش کا وقت پر نہ ہونا، گناہ اور نافرمانی کے سبب سے ہے، اس لئے توبہ و استغفار کی تاکید کر کے، انابت الی اللہ کی ترغیب دے، الحاح و زاری کے ساتھ دعا کی ترغیب دے۔

تفاؤل خیر کے طور پر چادر پلٹ دیتے

حضرت عباد کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ استسقاء کے لئے نکلے، دو رکعت نماز پڑھی، جہراً قرأت فرمائی، رخ قبلہ ہوئے، دعا کی اور اپنی چادر کو (تفاؤلاً) پلٹ دیا۔ (بخاری جلد۱ صفحہ ۱۳۹)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ چادر کا پلٹنا اکثر روایت میں مذکور ہے، یہ کوئی استسقاء کی سنت نہیں ہے تفاؤلاً خیر کے لئے ہے کہ جس طرح چادر پلٹ دی ہے اسی طرح ہماری حالت کو بھی پلٹ دے۔ (بنایہ جلد۲ صفحہ ۹۲۱)

استسقاء میں کھڑے ہو کر بھی دعا فرمالیتے

حضرت عباد بن تمیم کی اپنے چچا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ استسقاء کے لئے عیدگاہ نکلے، آپ نے کھڑے ہو کر دعا کی۔ (سنن دارمی جلد۱ صفحہ ۳۶۱، دارقطنی صفحہ ۶۷)

عمیر مولی ابی اللحم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور پاک ﷺ کو استسقاء کے موقعہ پر مقام زوراء میں احجار زیت کے قریب کھڑے ہو کر استسقاء کی دعا مانگتے ہوئے دیکھا۔

(مسند احمد الفتح جلد۶ صفحہ ۳۴۷، ابوداؤد صفحہ ۱۶۵، حاکم)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ دعا اکثر آپ ﷺ ہاتھ اٹھا کر بیٹھ کے مانگتے مگر استسقاء کے موقعہ پر الحاح اور تضرع میں مبالغہ کی وجہ سے کھڑے ہو کر بھی مانگتے۔

کبھی استسقاء میں محض دعا پر بھی اکتفا فرماتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے شکایت کی کہ مال ہلاک

ہوئے آل اولاد مشقت میں پڑ گئے (خشک سالی کی وجہ سے) تو آپ نے طلب بارش کے لئے دعا فرمائی۔
(بخاری صفحہ ۱۳۸)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے، لوگ کھڑے ہوئے اور فریاد کرنے لگے، بارش رک گئی، درخت سوکھ گئے، جانور ہلاک ہو گئے، دعا کیجئے کہ اللہ بارش برسائے، چنانچہ آپ نے "اللھم اسقنا، اللھم اسقنا" دو مرتبہ دعا کی۔ (بخاری صفحہ ۱۳۹)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ جمعہ کے خطبہ کے موقعہ پر ایک شخص آیا، اور کہا اے اللہ کے رسول، بارش رک گئی دعا فرمایئے کہ اللہ پاک بارش برسائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، پس بارش ہونے لگی، اور اتنی بارش ہوئی، کہ ہم لوگوں کا گھر پہنچنا مشکل ہو گیا۔ (بخاری صفحہ ۱۳۸)

فائدہ: خیال رہے کہ طلب بارش کے لئے آپ سے دو رکعت نماز پڑھ کر اہتمام سے دعا کرنا بھی ثابت ہے، اور بغیر نماز پڑھے محض دعا بھی صحاح اور سنن سے ثابت ہے، چنانچہ صحاح کی مشہور روایت میں جمعہ کے دن خطبہ کے موقعہ پر صرف دعا کا ہی ذکر ہے، لہذا محض دعا پر بھی اکتفا سنت اور آپ سے ثابت ہے استسقاء نماز ہی کے ساتھ خاص اور مسنون نہیں، اسی وجہ سے ارباب حدیث نے استسقاء بغیر صلوٰۃ باب قائم کر کے اشارہ کیا ہے کہ بغیر نماز کے بھی استسقاء سنت ہے، یہی مطلب ہے امام ابوحنیفہ کے قول کا کہ استسقاء میں نماز مسنون نہیں، یعنی سنت نماز کے ساتھ خاص نہیں۔

ہاتھ اٹھا کر استسقاء کی دعا فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہر دعا کے لئے) ہاتھ نہ اٹھاتے مگر بارش کی دعا کے لئے اٹھاتے، اور اتنا اٹھاتے کہ بغل کی سفیدی نظر آنے لگی۔ (بخاری صفحہ ۱۴۰، ابن خزیمہ صفحہ ۳۳۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے جب بارش کے لئے دعا کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو (دعا کے لئے) اٹھایا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۰)

فائدہ: دعا تو بغیر ہاتھ اٹھائے بھی زبان سے کی جا سکتی ہے، البتہ استسقاء کے موقعہ پر آپ نے اہتمام سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، اس لئے استسقاء کے لئے مسنون ہے کہ دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر الحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگے، استسقاء کی دعاؤں کے لئے الدعاء المسنون دیکھئے اس میں آپ کی متعدد دعائیں ذکر کی گئی ہیں۔

نماز سورج گرہن

سورج میں گرہن لگتا تو آپ نماز کی جانب متوجہ ہوتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سورج میں گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں لگ گئے،

اور سورہ بقرہ کے مثل طویل قیام کیا۔ (مختصراً، بخاری صفحہ ۱۴۲)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں حاضر تھا، سورج میں گرہن لگا، آپ کھڑے ہوئے اپنی چادر کو گھسیٹتے ہوئے (جلدی کی وجہ سے) مسجد میں داخل ہوگئے ہم لوگ بھی مسجد میں داخل ہوئے، اور آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی (اور طویل قیام کیا) یہاں تک کہ سورج روشن ہوگیا۔
(بخاری صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب کوئی آسمانی واقعہ سورج یا چاند گرہن کا پیش آتا تو آپ نماز میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ گرہن ختم ہو جاتا۔ (طبرانی، کبیر، سبل الہدیٰ صفحہ ۸)

فائدہ: سورج اور چاند گرہن کی نماز جمہور کے نزدیک سنت ہے، ابن حجر نے سنت موکدہ قرار دیا ہے، ایک قول میں یہ فرض کفایہ ہے، ابن ہمام نے ایک قول واجب کا بھی نقل کیا ہے۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۳۱۷)

نماز اتنی طویل کرتے کہ گرہن ختم ہو جاتا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقعہ پر ہمیں بہت لمبی دو رکعت نماز پڑھائی یہاں تک کہ سورج روشن ہوگیا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج گرہن کے موقعہ پر نماز پڑھائی کہ سورج روشن ہوگیا۔ (بخاری صفحہ ۱۴۳)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب سورج گرہن دیکھو تو نماز میں لگ جاؤ، یہاں تک کہ سورج کھل جائے، روشنی آجائے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۵، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۴۱)

فائدہ: سورج یا چاند گرہن کے موقعہ پر آپ نے نمازوں میں مشغول ہونے کا حکم دیا ہے، آپ اس قدر طویل نماز پڑھتے کہ گرہن ختم ہو کر روشنی آجاتی، اسی لئے مسنون یہ ہے کہ روشنی آنے تک نماز میں مشغول رہے، اگر روشنی سے پہلے نماز پوری ہو جائے تو دعا اور استغفار میں وقت گزارے جب تک سورج میں روشنی نہ آجائے۔

افسوس در افسوس کہ آج گرہن کے موقعہ پر لوگ نماز و استسقا کے بجائے لہو لعب سورج کے دیکھنے اور بے کار گفتگو میں لگے رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ذکر و نماز کے بجائے گپ شپ میں وقت گزار دیتے ہیں، بہت کم نماز کا اہتمام ہوتا ہے، بڑے رنج کی بات ہے، عوام تو عوام خواص بھی نماز کا اہتمام نہیں کرتے۔

گرہن پر دو رکعت نماز جماعت سے مسنون ہے

حضرت قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۳۳۴، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۰، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۹۳)

ابوشریح خزاعی نے بیان کیا کہ عہد عثمان میں سورج گرہن ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بزار صفحہ ۳۲۴)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۳۱)

فائدہ: خیال رہے کہ سورج گرہن کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رکوع اور سجدہ کی مختلف تعداد کے ساتھ نماز منقول ہے، احناف نے تمام نمازوں کی طرح جیسا کہ آپ نے فرمایا بھی ہے اختیار کیا ہے، باقی عام طریقہ کے خلاف جو آپ سے منقول ہے، وہ کسی حکمت کی وجہ سے آپ نے کیا تھا، محراب نبوی کی دیوار میں جنت وجہنم کا کشفاً مشاہدہ ہوا تھا اس لئے آپ نے ایسا کیا، یہ آپ کے ساتھ خاص تھا، عام امتی کو دیگر نمازوں کی طرح پڑھنے کا ہی حکم ہے۔ (حاصل کلام شراح)

فائدہ: اصل تو دو رکعت ہی ہے، علامہ عینی نے بنایہ میں محیط کے حوالے سے لکھا ہے کہ چار بھی پڑھ سکتا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۹۷)

بنایہ میں ہے کہ اس کے ادا کرنے کا طریقہ جماعت کے ساتھ ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۹۶)

اور اس کا مقام ادا مسجد یا عیدگاہ ہے، اور اس کا وقت اوقات مکروہہ کے علاوہ ہے۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۸۹۷)

اس میں اذان واقامت نہیں ہے، اور نہ نماز کا کوئی خطبہ (جمعہ کی طرح) ہے۔ (اتحاف صفحہ ۴۳۴)

فائدہ: ملا علی قاری نے ذکر کیا ہے کہ یہ نماز جماعت کے ساتھ جامع مسجد میں یا عیدگاہ میں پڑھی جائے گی۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۳۱۸)

شرح احیاء میں ہے کہ جامع مسجد میں اس کا پڑھنا مستحب ہے۔ (اتحاف جلد ۳ صفحہ ۴۳۰)

سورج گرہن کی نماز دیگر فرض نمازوں کی طرح ہے

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج گرہن ہو نماز پڑھو جس طرح فرض نماز پڑھتے ہو۔ (طبرانی، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۲۷)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب تم یہ (گرہن) دیکھو تو دیگر نمازوں کی طرح اسے پڑھو۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح اور فرائض ونوافل میں ایک رکوع اور دو سجدے کئے جاتے ہیں اسی طرح اسے بھی پڑھو۔

سورج گرہن کی نماز مسجد میں مسنون ہے

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی میں سورج گرہن ہوا تو آپ مسجد تشریف لائے۔

حضرت ابن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ مسجد تشریف لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۴۱)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ سورج گرہن کی نماز سنت ہے مگر اس کا مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت ہے، اکیلے اکیلے گھر میں پڑھنا منع ہے، چنانچہ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جامع مسجد میں یا عیدگاہ میں اسے پڑھے۔

(مرقات)

اسی وجہ سے امام بخاری نے باب قائم کیا ہے، (صلوٰۃ الکسوف فی المسجد صفحہ ۱۴۴) جس سے اس کے مسجد میں جماعت کے ساتھ ہونے کی سنت کو واضح کر رہے ہیں۔

ہاں البتہ جماعت کی شکل نہ ہو، آبادی نہ ہو، تنہا یا مسجد کہیں دور ہو اور جماعت کا انتظام نہ ہو تو ایسی صورت میں تنہا بھی پڑھ سکتا ہے۔

جماعت کی صورت نہ ہو اور مسجد میں انتظام نہ ہو تو تنہا بھی پڑھ لے

حضرت عبداللہ بن صفوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو زمزم کے مقام پر نماز سورج گرہن پڑھتے دیکھا۔ (مختصراً سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۴۲)

فَائِدَہ: علامہ عینی نے نہایہ میں محیط کے حوالہ سے ذکر کیا ہے تنہا بھی (جب کہ جماعت کی صورت نہ ہو) پڑھ سکتا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۸۹۷)

بنایہ میں ہے کہ اگر امام جماعت کے ساتھ نہ پڑھائے تو تنہا نماز پڑھ لے۔ (جلد ۲ صفحہ ۹۰۸)

گرہن کے موقعہ پر دعا ذکر نماز اور صدقہ کا حکم

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی ایک طویل روایت میں ہے کہ جب تم یہ (گرہن) دیکھو تو اللہ سے دعاء (مغفرت اور گناہ کی معافی) میں لگ جاؤ، ذکر کرو، نماز پڑھو، صدقہ خیرات کرو۔

فَائِدَہ: گرہن کے موقعہ پر صدقہ کرے چونکہ اس سے خدا کا غصہ ٹھنڈا اور اس کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

(بخاری صفحہ ۱۴۲، الفتح جلد ۶ صفحہ ۲۲۵)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی ایک طویل روایت میں ہے کہ جب تم یہ (گرہن کا معاملہ) دیکھو تو

اللہ کی یاد میں لگ جاؤ۔ (بخاری صفحہ۱۴۴)

حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا کہ جب تم یہ دیکھوتو نماز، صدقہ، ذکر کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ (الفتح الربانی جلد۶ صفحہ۲۲۳، ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ۳۲۹)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب یہ دیکھوتو ذکر خدا اور نماز کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۲۰)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ گرہن کے موقعہ پر دنیاوی مشاغل کے بجائے عبادت ذکر توبہ واستغفار میں لگ جائے۔

گرہن کے موقعہ پر دعا اور استغفار کی تاکید

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم گرہن دیکھوتو اللہ کی یاد میں فوراً لگ جاؤ، دعا اور استغفار کرو۔ (بخاری جلد۱ صفحہ۱۳۵)

نہایہ میں ہے کہ اگر نماز جلدی پڑھ لے (یعنی سورج میں روشنی سے پہلے) تو دعا میں طول کرے۔ (جلد۶ صفحہ۹۰۶)

یعنی دعا واستغفار میں لگ جائے، یہاں تک کہ سورج روشن ہو جائے۔

گرہن کے موقعہ پر مسجد جانے کی تاکید

محمد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جس دن حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (آپ کے صاحبزادے) کا انتقال ہوا تو اس وقت سورج گرہن کا واقعہ پیش آیا آپ نے فرمایا جب تم یہ دیکھوتو مسجد کی جانب دوڑو۔ (مسند احمد الفتح الربانی جلد۶ صفحہ۱۸۵)

گرہن کے موقعہ پر وعظ بیان سنت ہے

حضرت عائشہ واسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (گرہن کے موقعہ پر) خطبہ دیا۔ (بخاری، ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ۳۲۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طویل حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ مسجد تشریف لے گئے، اور دو رکعت نماز پڑھائی اور سورج روشن ہوگیا، آپ کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد و ثنا فرمائی جو اس کے لائق ہے، پھر (وعظ میں) فرمایا سورج اور چاند خدا کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، کسی کی موت وحیات سے اس میں گرہن نہیں لگتا، جب یہ پیش آئے تو فوراً نماز کی جانب متوجہ ہو جاؤ۔ (بخاری صفحہ۱۴۲)

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب سورج گرہن ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا، اور اما بعد فرمایا۔ (الفتح الربانی جلد۶ صفحہ۲۲۲)

فَائِدَہ: سورج گرہن کی نماز اور دعا سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں کے سامنے کچھ وعظ کردے، گرہن کی وجہ اور اس کی حکمت ذکر کردے، اور ایسے موقعہ پر بجائے لہولعب، بے کار امور دنیاوی مشاغل کے نماز، دعا، ذکر استغفار اور صدقہ کی تاکید اور ترغیب دے، اور قیامت سے ڈرائے، اسی قسم کا بیان آپ نے کیا۔

سورج گرہن کی نماز کے لئے لوگوں کو بلانا اور اکٹھے کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں جب سورج گرہن ہوا، تو لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز (جماعت) ہونے جارہی ہے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۳۲۰، بخاری صفحہ ۱۴۲، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۱، جلد ۲ صفحہ ۳۲۲)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ سورج گرہن ہوا، تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا، ایک آدمی کو کہ وہ اعلان کرے کہ نماز تیار ہے۔ (دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۶۳)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ نے وضو کیا اور حکم دیا کہ اعلان کردیا جائے کہ نماز تیار ہے۔ (الفتح الربانی جلد ۲ صفحہ ۱۷۸، سنن کبریٰ صفحہ ۳۲۰)

فَائِدَہ: خیال رہے کہ اس جماعت کسوف میں نہ تو اذان ہے اور نہ اقامت ہے، البتہ لوگوں کو شریک جماعت کے لئے اطلاع اور خبر دی جاسکتی ہے، اعلان کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ اوپر حدیث پاک میں ہے۔

نماز میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے قرأت جہراً کی

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے، نماز گرہن میں طویل جہری قرأت کی۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۳۶، ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۴، دارقطنی صفحہ ۶۳، الفتح الربانی صفحہ ۱۸۲)

کبھی آہستہ بھی قرأت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمائی

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ سورج گرہن کے موقعہ پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نماز پڑھائی، ہم لوگ آپ کے قرأت کی آواز نہیں سن رہے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۳۵، طحاوی، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۹۰۶)

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے دور میں سورج گرہن ہوا، آپ نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھائی آپ کی قرأت کا اندزہ لگایا (چونکہ زور سے نہیں پڑھ رہے تھے) تو اندازہ لگا کہ سورہ بقرہ کے مثل (ڈھائی پارے) قرأت فرمائی۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۵)

فَائِدَہ: سورج گرہن میں آپ کی قرأت زور سے تھی یا آہستہ دونوں روایتیں ہیں، امام اعظم رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالیٰ نے قرأت آہستہ سراً کہا ہے اور حضرات صاحبین زور جہراً کے قائل ہیں۔ (طحاوی، بنایہ صفحہ ۹۰۶)

نماز چاند گرہن

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ سورج گرہن میں چار رکوع اور چار سجدہ کے ساتھ نماز پڑھتے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج اور چاند گرہن میں آپ ﷺ دو رکعت نماز دیگر نماز کی طرح پڑھتے۔ (دارقطنی صفحہ ۹۴، دارقطنی بلوغ الامانی جلد ۶ صفحہ ۲۳۰)

ابن حبان نے اپنی سیرت میں بیان کیا کہ پانچویں ہجری میں چاند گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب کو سورج گرہن کی طرح نماز پڑھائی، اور یہ گرہن کی پہلی نماز تھی۔

(بلوغ الامانی جلد ۶ صفحہ ۲۳۰، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۳۵، اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۴۳۳)

ابوشریح الخزاعی کی روایت میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول پاک ﷺ نے سورج اور چاند گرہن کے موقعہ پر ہمیں نماز کا حکم دیا ہے۔ (الفتح صفحہ ۲۰۷، بزار جلد ۱ صفحہ ۳۲۴)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند میں کسی کی موت سے گرہن نہیں لگتے، وہ دونوں اللہ کے نشانیوں میں سے نشانی ہیں۔ جب گرہن کا مشاہدہ کرو، تو نماز میں لگ جاؤ۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۰۸)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آسمانی کوئی واقعہ پیش آتا سورج یا چاند گرہن کا تو آپ ﷺ نماز کی جانب متوجہ ہو جاتے یہاں تک کہ سورج یا چاند روشن ہو جاتا۔

(طبرانی، کبیر، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۳۵، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۱۱)

فائدہ: آپ کے زمانہ میں جس طرح سورج گرہن ہوا اور آپ ﷺ نے نماز پڑھی اسی طرح آپ کے زمانہ میں چاند گرہن بھی ہوا اور آپ نے نماز پڑھی، اسی وجہ سے سورج اور چاند گرہن کے وقت نماز پڑھانا اور ذکر و استغفار میں لگ جانا سنت ہے، مرقات میں ہے کہ پانچویں ہجری کے جمادی الآخری ماہ میں چاند گرہن ہوا تھا، اور آپ نے نماز پڑھی تھی۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۲۱۷)

فائدہ: چاند گرہن کے موقعہ پر بھی نماز پڑھنا مسنون ہے، احناف کے نزدیک اس نماز میں جماعت نہیں ہے، تنہا تنہا لوگ پڑھیں۔ (کمافی البدایہ والنہایہ ۹۰۸)

علامہ عینی نے نہایہ میں علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں ذکر کیا ہے کہ آپ کے زمانہ میں چاند گرہن ہوا، اور جماعت ہوتی تو ضرور اس کا ذکر اس کی روایت میں ہوتی۔ (نہایہ صفحہ ۸۰۹، شرح احیاء صفحہ ۴۳۲)

لہٰذا مذہب احناف یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نماز پڑھیں، ابن قیم نے بھی ذکر کیا ہے کہ چاند گرہن کے موقعہ پر آپ سے جماعت سے نماز ثابت نہیں۔ (زادالمعاد، اتحاف صفحہ ۴۳۳)

تمام فقہاء نے اس میں جہری قرأت کو مستحب قرار دیا ہے۔

نماز خوف

حضرت خصیف نے ابوعبیدہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت کی جس میں ہے کہ آپ نے حرہ بنی سلیم میں دو رکعت ادا فرمائی اس طرح کہ ایک جماعت ہتھیار لے کر دشمنوں کے مقابلہ کے لئے چلی گئی دوسری جماعت جو آپ کے ساتھ تھی اسے ایک رکعت پڑھائی، پھر یہ جماعت چلی گئی، اور ہتھیار سنوار لیا پھر پہلی جماعت آئی اور آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، آپ کے ساتھ رکوع وسجدہ کیا، آپ نے سلام پھیر لیا کہ (آپ کی دو رکعت پوری ہوگئی) (یہ جماعت چلی گئی) پھر وہ جماعت آئی اور ایک رکعت پوری کی یہ جماعت فارغ ہوگئی تو ہتھیار سنوار لیا (دشمن کے مقابلہ چلی گئی) پھر یہ جماعت آئی اور اس نے ایک رکعت پوری کی پس آپ کی دو رکعت (ایک ساتھ ہوئی) اور ان کی ایک ایک رکعت آپ کے ساتھ ہوئی۔ (احکام القرآن للجصاص)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے نجد کے علاقے میں دشمنوں سے مقابلہ کیا، بس ہم لوگ صف بستہ ہوگئے آپ کھڑے ہوئے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی، ایک جماعت آپ کے ساتھ تھی ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں چلی گئی، آپ کے ساتھ جو جماعت تھی آپ کے ساتھ رکوع اور دو سجدوں کو ادا کیا، اور یہ جماعت اس جگہ چلی گئی جہاں نہ شریک ہونے والی جماعت تھی، پھر یہ جماعت آئی آپ نے ان کے ساتھ ایک دو سجدے ادا کیا، پھر آپ نے سلام پھیر دیا، پھر ہر جماعت نے ایک ایک رکعت باقی ماندہ پورا کیا۔

(بخاری صفحہ ۱۲۸)

فَائِدَہ: جہاد کے موقعہ پر جب خطرہ ہو کہ دشمن نماز کے موقعہ پر حملہ نہ کردے، اور لوگ ایک ہی امام کے پیچھے جماعت کرنا چاہتے ہوں، تو یہ نماز پڑھی جاتی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ خوف کی احادیث میں جتنی سورتیں مروی ہیں سب جائز ہیں، ان تمام طریقوں سے پڑھی جاسکتی ہے، البتہ یہ طریقہ ہمارے یہاں بہتر ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

احناف نے اس طریقے کو اس وجہ سے پسند کیا کہ یہ طریقہ قرآن پاک کے بھی موافق ہے اور اصول ترتیب کے بھی موافق ہے اگرچہ اس ترتیب میں چلنا لوٹنا زیادہ ہے لیکن اس میں کوئی بات نہ موضوع امامت کے خلاف ہے، نہ ترتیب طبعی کے اور نہ قرآن کریم کے ظاہری الفاظ کے۔ (درس ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۶۰)

علامہ عینی نے قدوری کی شرح میں مختصر الکرخی کے حوالہ سے بیان کیا کہ صلوٰۃ خوف کی منقولہ تمام صورتیں درست ہیں سب طریقے جائز ہیں، علامہ شعرانی نے کیا خوب لکھا کہ جب امن کی حالت میں لوگ نماز جماعت کے پابند نہیں تو جہاد وخوف کی حالت میں کون جماعت کا اہتمام کرے گا۔ (اعلاء السنن صفحہ ۱۶۳)

نماز جمعہ کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور پاکیزہ شمائل کا بیان

جمعہ کی نماز دو رکعت ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے جمعہ کی نماز دو رکعت ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۴، نسائی صفحہ ۲۱۱، ابن حبان)

فائدہ: جمعہ کی نماز واجب دو رکعت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کس وقت پڑھتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی سورج ڈھلتا اس وقت جمعہ کی نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵، تلخیص صفحہ ۵۷، ترمذی صفحہ ۳۶۱، طیالسی مرتب صفحہ ۱۴۱)

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سورج ڈھلتا جمعہ کی نماز پڑھتے (یعنی ظہر کی طرح تاخیر نہ فرماتے)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ بھیجا تو فرمایا کہ جب سورج ڈھل جائے تو جمعہ پڑھا دو۔ (بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۹۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد بلا تاخیر کے جمعہ پڑھتے

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور پھر واپس لوٹتے اور دھوپ کا سایہ تلاش کرتے تو نہ پاتے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۷، مسلم صفحہ ۲۸۳، ابوداؤد صفحہ ۱۵۵، بنایہ صفحہ ۷۹۸، سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۰، طیالسی صفحہ ۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ سایہ تلاش کرتے تو ایک یا دو قدم کے مثل پاتے۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۹۱، طیالسی صفحہ ۱۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کب پڑھتے تھے جواب دیا جمعہ

پڑھتے تھے پھر اونٹ کو چرانے لے جاتے تھے یعنی سورج ڈھلنے کے بعد۔ (مسلم صفحہ ۲۸۳)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ جمعہ کی نماز (زوال کے بعد) جلد پڑھتے تھے اور قیلولہ بعد میں کرتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۲۸۳)

فائدہ: آپ جمعہ کی نماز ہمیشہ زوال کے بعد متصلاً پڑھتے، عینی میں ہے کہ جاڑا ہو یا گرمی آپ جمعہ کی نماز ہمیشہ زوال کے بعد متصلاً پڑھتے۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۰۲)

فیض الباری میں ہے کہ گرمی کی وجہ سے جمعہ میں تاخیر نہیں کی جائے گی۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

حافظ نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے حضرت انس کی حدیث سے اس بات کا پتہ چلا کہ آپ ہمیشہ جمعہ زوال کے بعد پڑھتے تھے۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواہ جاڑا ہو یا گرمی جمعہ کی نماز ایک ہی وقت (زوال کے بعد) پڑھتے تھے (تاخیر نہیں کرتے تھے) جمعہ کی نماز ہر زمانہ میں جلدی پڑھنا سنت ہے بلا تاخیر کے۔ (صفحہ ۴۹۰)

ابن قدامہ نے مغنی میں لکھا ہے کہ گرمی کی شدت ہو یا جاڑا ہو زوال کے بعد متصلاً ہے۔

جمعہ کی اذان کب دی جاتی

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت سعد جمعہ کی اذان نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس وقت دیتے تھے جب کہ سایہ اصلی مثل شراک (جوتی کے تسمہ) کے ہوتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کی اذان اس وقت دیتے جب سایہ اصلی مثل جوتے کے تسمہ کے ہو جاتا۔

(عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: جمعہ کا وقت سورج ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جیسے زوال کا وقت ختم ہوتا ویسے ہی جمعہ کی اذان ہو جاتی، ظاہر ہے کہ جب آپ نماز جمعہ زوال کے بعد بلا تاخیر کے پڑھا کرتے تھے تو اذان کا زوال کے بعد متصلاً ہونا خود ہی معلوم ہو گیا امت کا تعامل بھی ہے کہ زوال کے بعد متصلاً جمعہ کی اذان ہو جاتی ہے تاکہ تاخیر کی وجہ سے نماز کا وقت خلاف سنت نہ ہو ہاں اس سے قبل جائز نہیں اور تاخیر خلافِ سنت ہے، شرح مہذب میں علامہ نووی نے لکھا ہے کہ جمہور علماء، صحابہ، تابعین اور اسلاف کے نزدیک جمعہ کا وقت زوال کے بعد ہوتا ہے۔ زوال سے قبل صحیح نہیں ابن عربی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

(شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۱۱، معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۵۴، تحفہ جلد ا صفحہ ۳۱۱، مرعاۃ)

لہٰذا جمعہ کی اذان بھی زوال کے قبل جمہور علماء کے نزدیک درست نہیں کہ وقت نہیں ہوتا۔

آپ ﷺ جمعہ کے لئے گھر سے کب نکلتے

آپ ﷺ جمعہ کی نماز کے لئے زوال ہوتے ہی متصلاً نکل جاتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۲)

فَائِدَۃ: چونکہ آپ ﷺ تشریف لا کر نماز جمعہ پڑھاتے اور آپ کا حجرہ مبارکہ بالکل مسجد سے متصل تھا، حجرہ سے تشریف لاتے اور مؤذن اذان دیتا آپ خطبہ دیتے۔

عام لوگوں کو زوال سے قبل مسجد میں آنا باعث فضیلت ہے اور زوال کے بعد تو آنا ہے ہی تاکہ فضیلت جمعہ پائیں۔

عینی نے لکھا ہے کہ جو زوال کے بعد (اذان ہو جائے تب) آئے وہ فضیلت اور ثواب (جو اول وقت میں آنے کا ہے) نہیں پائے گا۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۱۷۲)

ناخن لب اور بالوں کی صفائی سنّت ہے

حضرت ابو جعفر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ پسند فرماتے کہ ناخن اور لب جمعہ کے دن بنائیں۔
(سنن کبریٰ، جلد ۳ صفحہ ۲۴۴، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۰۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ناخن بناتے نماز سے قبل لب تراشتے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۱، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۱۷۱، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کے دن ناخن کاٹے گا وہ دوسرے جمعہ تک برائی سے محفوظ رہے گا۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۷۱، اتحاف السادۃ صفحہ ۳۵۱)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن ناخن بنائے گا وہ مرض سے بری ہو کر صحت میں داخل ہوگا۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۵۱)

ابن حمید نے اپنے والد عبدالرحمٰن سے نقل کیا کہ جو جمعہ کے دن ناخن بنائے گا، خدا پاک اسے مرض سے نکال کر صحت میں لائے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۹)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ (اس دن) مسواک کے ذریعہ نظافت کی لب تراشنے کی بغل کے بال صاف کرنے کی اور ناخن بنانے کی ترغیب دیتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جو جمعہ کے دن ناخن بنائے گا وہ دوسرے جمعہ تک برائی سے محفوظ رہے گا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۲)

محمد بن حاطب نے بیان کیا کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن لب اور ناخن تراشتے تھے۔ (ابو نعیم کنز جلد ۶ صفحہ ۳۸۷)

ابو جعفر سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن ناخن کاٹنے کو پسند فرماتے تھے۔
(عمدۃ القاری جلد ۲۲ صفحہ ۴۶)

فَائِدَہ: بعض لوگوں نے جمعرات کے دن بھی ناخن تراشنا لکھا ہے مگر سنت یہ ہے کہ جمعہ ہی کے دن بالوں کی صفائی لب اور ناخن وغیرہ تراشے تاکہ سنت کا ثواب پائے، حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ جمعہ کے دن نظافت کا حکم ہے اسی دن کاٹے۔ (فتح جلد۱۰صفحہ۳۴۶)

حضرت ابن عمر جمعہ کے دن ناخن کاٹتے لب تراشتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۴۴)

صاحب درمختار علامہ طحاوی نے لکھا ہے کہ لب ناخن وغیرہ (بالوں کی صفائی) تراشنا جمعہ کے دن مستحب ہے۔ (شامی جلد۵صفحہ۲۸۸)

جمعہ کے لئے غسل کرنا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے لئے آؤ تو غسل کرو۔

(بخاری صفحہ۱۲۰، مسلم صفحہ۲۷۸، ابن ماجہ صفحہ۷۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر بالغ شخص پر جمعہ کا غسل کرنا لازم ہے۔ (بخاری صفحہ۱۲۱، نسائی صفحہ۲۰۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مسلمان پر ہفتہ میں ایک دن غسل کرنا لازم ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ (طحاوی صفحہ۶۹)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہفتہ میں ایک دن غسل کرنا لازم ہے وہ جمعہ کا دن ہے۔ (طحاوی صفحہ۶۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل کا حکم دیتے تھے۔

(طحاوی صفحہ۶۹)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن غسل کرنا بالوں کی جڑوں سے گناہ کھینچ لاتا ہے۔ (مجمع جلد۲صفحہ۱۷۴)

فَائِدَہ: ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن غسل کا اہتمام کرنا سنت ہے جس پر عہد نبوت سے اب تک تعامل ہے، اس دن غسل کے متعلق بکثرت روایات ہیں جس میں جمعہ میں غسل کی تاکید کی گئی ہے چنانچہ بعضوں کے نزدیک غسل واجب ہے۔ (فتح جلد۲صفحہ۳۶۱)

ویسے بھی غسل روزانہ یا ایک دو دن کے بعد نہ کر سکے تو ہفتہ میں ایک بار صحت اور نظافت کے اعتبار سے کرنا ضروری ہے اور وہ دن جمعہ کا بہتر ہے۔ غسل جمعہ کی نماز کے اہتمام کے لئے ہے، ملا علی نے مرقات میں اس غسل کو سنت موکدہ لکھا ہے۔ (صفحہ۲۶۱)

جمہور علماء نے جمعہ کے لئے جمعہ سے قبل کرنا مستحب قرار دیا ہے تا کہ نظافت غسل کے ساتھ جمعہ میں شرکت ہو۔ غسل سے نظافت حاصل ہوتی ہے اور نظافت اللہ کو پسند ہے بڑی گندگی اور دناءت کی بات ہے کہ آدمی ہفتہ میں بھی غسل نہ کرے، شرح احیاء میں ہے کہ غسل کی وجہ سے تکبیر کے بجائے تاخیر ہو تب بھی غسل کرنا اولیٰ ہے۔ (صفحہ ۲۵۸، فتح الباری صفحہ ۳۵۸)

غسل کا وقت

عینی میں ہے کہ غسل کا وقت جمعہ کے دن فجر کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔ (صفحہ ۶۰، صفحہ ۱۷۵)

جمہور علماء بھی اسی کے قائل ہیں شرح احیاء میں ہے کہ اگر جامع مسجد فجر کے بعد جائے تو فجر کے بعد ہی غسل کرے اور جمعہ کی نماز کے وقت مسجد جائے تو اس سے پہلے غسل کرے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

ایک قول علامہ عینی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جمعرات یا شب جمعہ کو غسل کر لیا تو یہ بھی کافی ہے سنت ادا ہو جائے گی۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۱)

مگر یہ قول جمہور علماء اور تعامل کے خلاف ہے اور مفہوم حدیث جو غسل جمعہ سے متعلق ہے اس کے بھی خلاف ہے۔

خیال رہے کہ غسل جمعہ سے قبل سنت ہے جمعہ کے بعد سنت کا ثواب نہ پائے گا، چنانچہ ابن عبدالبر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ کوئی جمعہ کے بعد غسل کرے گا تو غسل مسنون نہ ہوگا۔

(استذکار صفحہ، اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۷، فتح الباری صفحہ ۳۵۸)

اگر جمعہ کے دن عرفہ یا عید بقرعید ہو جائے تو ایک ہی غسل کافی ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۲۶)

عورتوں اور بچوں پر بھی غسل جمعہ مسنون ہے

شقیق اپنے اہل خانہ مردوں اور عورتوں کو جمعہ کے دن غسل کرنے کہا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰)

شرح مسند میں ہے کہ جس طرح مردوں پر جمعہ کا غسل سنت ہے اسی طرح عورتوں پر بھی سنت ہے۔

(الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۵۷)

پس عورتوں کو بھی چاہئے کہ جمعہ کے دن غسل کا اہتمام کریں ان کو بھی غسل مسنون کا ثواب ملے گا۔

بعض روایتوں کے اعتبار سے عورتوں کے بھی غسل کرنے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے شرح مہذب میں ہے کہ شوافع مالکیہ اور جمہور علماء کے نزدیک عورتوں کے لئے بھی سنت ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۵۳۶)

بچوں کو بھی غسل کرا دیا جائے تا کہ وہ بڑے ہو کر اس سنت کے پابند رہیں اور امت کا اس پر تعامل بھی ہے۔

مسافروں پر غسل جمعہ

حضرت عمر سفر میں غسل کرتے تھے، اسود علقمہ بھی سفر میں جمعہ کے دن غسل کرتے تھے۔ (چونکہ جمعہ پڑھنا نہیں ہوتا تھا) اس کے برخلاف حضرت طلحہ، طاؤس مجاہد سفر میں غسل جمعہ نہیں کرتے تھے۔

(عمدۃ جلد۵ صفحہ ۱۷۰، اتحاف جلد۳ صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: چونکہ مسافرین پر جمعہ نہیں لہٰذا غسل بھی سنت نہیں، تاہم اگر جمعہ کا موقعہ ہو تو غسل کر کے جمعہ میں شریک ہونا بہتر ہے یا نظافت کے لئے جمعہ کا غسل کر لینا گو سنت تو نہیں بہتر ہے۔

غسل کے بجائے وضو پر اکتفاء کی اجازت

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا اس نے بھی ٹھیک کیا اور جس نے غسل کیا اس نے افضل اور بہتر کیا۔

(ابوداؤد، ترمذی صفحہ ۱۱۱، نسائی صفحہ ۲۰۹، طحاوی صفحہ ۱۷)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن وضو کیا اس نے بھی ٹھیک کیا اور جس نے غسل کیا اس نے افضل کیا۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۱۷۵، طحاوی صفحہ ۱۷، طیالسی فتح المعبود جلد۱ صفحہ ۱۴۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن غسل فرماتے اور کبھی نہ فرماتے چھوڑ دیتے۔ (مجمع جلد۲ صفحہ ۱۷۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا گیا، کیا جمعہ کا غسل واجب ہے فرمایا واجب تو نہیں ہاں مگر صفائی اور بہتر ہے غسل کرے تو اچھا ہے نہ کرے تو کوئی واجب (کا ترک) نہیں (کہ اس کا گناہ ہو)۔

(طحاوی جلد۱ صفحہ ۶۹)

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک غسل مستحب ہے عذر یا بلا عذر کے نہ کر سکے اور وضو صرف کرے تو یہ بھی جائز ہے اور اس میں کوئی گناہ نہیں خطابی نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ بلا غسل کے نماز جمعہ صحیح ہے۔

(فتح الباری جلد۲ صفحہ ۳۶۱)

ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ جو بغیر غسل کے جمعہ پڑھ لے اس کا جمعہ بالاتفاق صحیح ہو جائے گا۔

(الاستذکار صفحہ ۴)

اسی وجہ سے کہ واجب نہیں کہ آپ جمعہ میں غسل نہ فرماتے، مگر جو لوگ بیچ میں غسل نہیں کرتے ہیں ان کو تو ہفتہ میں ایک دن جمعہ کے دن غسل نظافت کے لئے ضرور کرنا چاہئے۔

غسل جنابت کے علاوہ غسل جمعہ کرنا مسنون ہے

حضرت عبداللہ بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں غسل کر رہا تھا کہ حضرت ابی تشریف لائے، تو انہوں نے پوچھا، یہ تمہارا غسل جنابت کا ہے یا جمعہ کا میں کہا جنابت کا کہا دو بارہ پھر غسل کرو، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے جو جمعہ کے دن غسل کرتا ہے تو اس کی طہارت دوسرے جمعہ تک باقی رہتی ہے۔ (طبرانی، ترغیب، جلد ا صفحہ ۴۹۷)

حضرت ابی کی اس روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے غسل کی سنت کا ثواب جمعہ کی نیت اور جمعہ کے لئے غسل کرنے سے ملے گا۔

پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ غسل جنابت جو فجر سے قبل کیا گیا ہو اس غسل سے جمعہ کے غسل کی سنت ادا نہ ہوگی، بلکہ جمعہ کے دن یا جمعہ کی نماز سے قبل کے غسل سے سنت کی ادائیگی کا ثواب ملے گا۔

مسند احمد کی شرح میں ہے کہ تمام جمہور علماء اس کے قائل ہیں کہ فجر سے قبل کا غسل جمعہ کے غسل (مسنون) کے لئے کافی نہ ہوگا، سوائے امام اوزاعی کے نزدیک، البتہ فجر کے بعد کا غسل جمعہ کے لئے کافی ہو جائے گا، مگر امام مالک اس بات کے قائل ہیں کہ نماز جمعہ اور غسل کے درمیان اتصال ضروری ہے غسل کرتے ہی فوراً جمعہ کی جانب کوچ کرے، ابوداؤد ظاہری اس کے قائل ہیں کہ جمعہ کے دن ہونا کافی ہے حتیٰ کہ جمعہ کی نماز کے بعد بھی کرے گا تو غسل مسنون ادا ہوگا جمہور علماء کے نزدیک نماز سے قبل ہی غسل مسنون ہوسکتا ہے۔
(الفتح الربانی صفحہ ۵۶)

غسل نماز جمعہ کے لئے یا جمعہ کے دن کے لئے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی (نماز) جمعہ کے لئے آئے تو غسل کرے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۰، نسائی صفحہ ۲۰۴)

فَائِدَہ: ان جیسی روایتوں کے پیش نظر امام مالک نے اور لیث نے فرمایا کہ جو شروع ہی دن میں غسل کرے، اور نماز جمعہ کے آنے کے وقت نہ کرے تو اس کا غسل جمعہ کے لئے کافی (باعث ثواب) نہ ہوگا۔

(استذکار جلد ۵ صفحہ ۳۶)

امام مالک کے نزدیک غسل کے بعد متصلاً مسجد میں جانا ہے جمہور کے نزدیک یہ اتصال سنت نہیں، فجر کے بعد کے غسل سے بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۲۲)

بعض علماء کی رائے ہے کہ اسی غسل سے جمعہ کی نماز پڑھے غسل اور جمعہ کے درمیان وضو نہ ٹوٹے ہمارے نزدیک یہی بہتر ہے، ابن سیرین مستحب سمجھتے تھے کہ غسل اور جمعہ کے درمیان حدث (بے وضوئی) لاحق نہ ہو

جائے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۱، معارف السنن صفحہ ۱۱)

اس کی تائید صحابہ کرام کے اس عمل سے بھی ہوتی ہے کہ بعض صحابہ وضو ٹوٹنے پر دوبارہ غسل فرماتے۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۲)

امام شافعی، امام ابوحنیفہ، حسن بصری، ابراہیم نخعی، امام احمد، اسحٰق، ابوثور اور طبری کہتے ہیں کہ فجر کے بعد شروع دن میں غسل کیا، تو جمعہ کا غسل ہو جائے گا۔ (الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۳۷)

ظاہر الروایۃ میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک غسل نماز جمعہ کے لئے ہے یہی رائے امام ابو یوسف کی ہے، البتہ امام محمد اور حسن بن زیاد کے نزدیک جمعہ کے دن کے لئے ہے۔ ابن عبدالبر مالکی نے لکھا ہے کہ علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جس نے جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد غسل کیا وہ غسل سنت کا ادا کرنے والا نہ ہوگا۔

(الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۳۶)

ابن عبدالبر نے جمہور کا مسلک یہ لکھا ہے کہ غسل دن جمعہ کے لئے نہیں ہے۔

امام نووی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے شرح مہذب میں لکھا ہے کہ اگر فجر سے قبل غسل جمعہ کے لئے غسل کر لیا تو جمہور علماء کے نزدیک غسل جمعہ نہ ہوگا۔ (صفحہ ۵۳۶)

غسل کرنے کے بعد جمعہ سے پہلے وضو ٹوٹ جائے تو

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی سے منقول ہے کہ جمعہ کے دن غسل کے بعد ان کا وضو ٹوٹ جاتا تو وضو کر لیتے دوبارہ غسل نہ کرتے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۲، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۹، استذکار صفحہ ۳۸)

حضرت مجاہد کہتے ہیں اگر بے وضو ہو جائے تو وضو کر لے اسی طرح حضرت عطا فرماتے (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۱)

فَائِدَہ: اگر جمعہ سے قبل غسل کیا اور ابھی جمعہ کی نماز پڑھی نہیں کہ وضو ٹوٹ گیا تو ایسی صورت میں اب غسل دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں وضو کر لے غسل کا ثواب مل جائے گا، شرح بخاری فیض الباری میں ہے کہ دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں وضو کر کے پڑھ لے ثواب پا جائے گا۔ (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

جمعہ کے غسل سے جمعہ کی نماز پڑھنا بہتر ہے

ابراہیم لیثی کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ مستحب سمجھتے تھے کہ جمعہ کے غسل اور نماز کے درمیان حدث (وضو ٹوٹنا) نہ ہو یہاں تک کہ اگر وضو ٹوٹ جاتا تو غسل دوبارہ کرتے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۹۹)

حضرت قتادہ اور یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام اس بات کو مستحب جانتے تھے کہ جمعہ کے دن شروع میں غسل کر لے پھر وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ غسل کر لے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۰۲)

ہشام کہتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین مستحب فرماتے تھے کہ غسل اور وضو کے درمیان وضو نہ ٹوٹے (اسی وضو سے جمعہ ادا ہو جائے)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۹۹، استذکار صفحہ ۱۱)

فَائِدَہ: بہتر اور مستحب ہے کہ اس وقت غسل کرے کہ غسل کا وضو باقی رہے اور اسی سے جمعہ پڑھے اسی لئے مالکیہ کے نزدیک غسل کے بعد متصلاً جانا سنت ہے لیکن اگر غسل کا وضو باقی نہ رہا تو اسلاف کرام سے دونوں قول اور عمل ثابت ہیں۔

حسب سہولت جس پر چاہے عمل کرے جمہور علماء کے نزدیک غسل کے بعد دوبارہ غسل نہ کرے گا تب بھی غسل کا ثواب پائے گا۔

جمعہ کے لئے مسواک کی تاکید

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ کا غسل ہر بالغ پر لازم ہے اور یہ مسواک کرے اور عطر ہو تو عطر لگائے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۱، سنن کبری صفحہ ۲۴۲)

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں پر حق ہے کہ جمعہ کے دن مسواک کا اہتمام کرے اور اچھے کپڑے پہنے، خوشبو ہو تو خوشبو لگائے۔

(بخاری صفحہ ۱۲۱، عمدۃ القاری، ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۲)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن جو مسلمانوں کے اجتماع کا دن ہے فرمایا اسے اللہ پاک نے تمہارے لئے اسے عید کا دن بنایا ہے، غسل کرو مسواک کرو۔

(سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

ابن سباق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا غسل کرو خوشبو ہو تو خوشبو لگاؤ اور مسواک کرو۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ثوبان کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے مسلمان پر حق ہے کہ جمعہ کے دن غسل کرے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۳)

خوشبو لگائے مسواک کرے۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۵۱)

فَائِدَہ: امام بخاری نے کتاب الجمعہ میں السواک یوم الجمعہ سے جمعہ کے دن مسواک کے اہتمام کو واضح کیا ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۲)

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ وضو اور غسل کی تکمیل طہارت کے لئے مسواک لازم ہے۔

عطر اور خوشبو کا اہتمام سنت ہے

حضرت سلمان فارسی کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کے دن غسل کرے حسب استطاعت نظافت حاصل کرے، اپنا تیل یا اپنی خوشبو لگائے، اور دو آدمیوں کے بیچ میں گھسے بغیر پھر جس قدر ہو سکے نماز پڑھے پھر امام کے خطبہ کے وقت خاموش رہے تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۱۲۴)

فائدہ: اپنا تیل یا خوشبو کا مطلب یہ ہے چونکہ ہر آدمی اپنے پاس عطر رکھتا ہے اسی لئے کہا گیا، مرقاۃ میں لکھا ہے کہ اس سے اشارہ ہے اس بات کی طرف آدمی اپنے پاس عطر اور خوشبو رکھے اس کا ذخیرہ رکھے۔ (صفحہ ۴۵۶)

افسوس کہ آج یہ سنت متروک ہوگئی ہے، لوگ کپڑے اور جوتے کا ذخیرہ رکھتے ہیں مگر عطر کا نہیں، امام بخاری نے خصوصیت کے ساتھ "الطیب للجمعۃ، الدھن للجمعۃ" قائم کر کے خوشبو کے استعمال کی اہمیت اور مسنونیت کو واضح کیا ہے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۱)

ملا علی قاری نے مرقات میں لکھا ہے کہ علامہ طیبی نے جمعہ کے دن خوشبو عطر کو سنت موکدہ قرار دیا ہے۔

(مرقات صفحہ ۲۶۱)

جمعہ کے دن عطر کا استعمال بالا تفاق سنت ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۴۷۰)

عینی میں ہے کہ اپنے پاس خوشبو عطر کا اہتمام رکھنا سنت ہے۔ (عمدہ صفحہ ۱۷۵)

تاکید ہے کہ اس کے پاس خوشبو اتفاقاً نہ ہو تو اہل خانہ سے لے کر خوشبو لگائے تب جمعہ کی نماز کو جائے۔

جمعہ کے لئے بہتر لباس پہنے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کو غسل کرے اور خوشبو لگائے اور اچھے کپڑے پہنے اور طمانیت کے ساتھ نکلے، مسجد آئے پھر جتنی چاہے نماز پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ دے پھر خاموش رہے اور امام کے آنے تک نماز پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ دے پھر خاموش رہے اور امام کے آنے تک نماز پڑھے تو اس کے لئے دونوں جمعوں کا کفارہ ہوگا۔ (مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۴۲۰، زاد المعاد صفحہ ۳۸۱)

ابن قیم لکھتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جمعہ کے دن بہتر کپڑا اپنی وسعت کے مطابق زیب تن کرے۔

(زاد المعاد صفحہ ۳۸۱)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن عمدہ لباس زیب تن کی ترغیب دیتے تھے۔

(کشف الغمہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۲)

ابن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ میں نے اصحاب بدر اور اصحاب شجرہ (جو صحابہ میں ممتاز تھے) کو دیکھا کہ جمعہ کے دن عمدہ کپڑا پہنتے عطر ہوتا تو عطر لگاتے پھر جمعہ کو جاتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۶)

علامہ طیبی نے احسن ثیاب سے مراد سفید کپڑے لئے ہیں گویا ان کے نزدیک سفید کپڑا جمعہ میں بہتر ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۷۱)

شرح مہذب میں ہے کہ سفید کپڑا بہتر ہے۔ (جلد ۴ صفحہ ۴۳۸)

جمعہ کے لئے خاص لباس رکھتے اسے پہنتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو کپڑے تھے جسے آپ جمعہ کے دن پہنتے تھے پھر جب واپس آتے تو اسے لپیٹ کر رکھ دیتے۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۷۱)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین میں لال یمنی چادر زیب تن فرماتے۔ (سبل الہدیٰ، سنن کبریٰ، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۳۸)

فائدہ: جس طرح مردوں پر عمدہ کپڑا ہے اسی طرح بچوں اور عورتوں پر بھی ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۳۸)

فائدہ: جمعہ کے لئے اچھے اور بہتر خوشنما کپڑے سے مزین ہونا مستحب ہے۔ (اتحاف جلد ۳ صفحہ ۲۵۲)

امام بخاری نے باب "**یلبس احسن ما یجد**" قائم کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے موجودہ کپڑوں میں بہتر کپڑے پہنے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۱)

بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک اچھے کپڑے اچھی ہیئت مستحب ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۷۰)

نیا کپڑا ہو تو اسے جمعہ کے دن سے شروع کرے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اسے جمعہ کے دن پہنتے۔ (سبل الہدیٰ)

جمعہ کے دن عمامہ کا اہتمام

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن عمامہ پہنتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۲۰۷)

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلے جمعہ کے دن مگر عمامہ باندھے ہوئے تھے، اگر عمامہ نہ ہوتا تو کپڑے کا ٹکڑا ہی لپیٹ لیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۰۸)

فائدہ: امام کے لئے خصوصیت کے ساتھ تاکید ہے کہ مقتدی کے مقابلہ میں اچھی ہیئت خوشنما کپڑے اور عمامہ کے ساتھ ہونا مستحب ہے۔ (اتحاف السادہ، صفحہ ۲۵۳، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۳۸)

گاؤں اور دیہات والوں پر جمعہ نہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان پانچ لوگوں پر جمعہ نہیں ہے عورت، مسافر، غلام، بچے اور گاؤں والوں پر۔ (مجمع صفحہ ۱۷۰، طبرانی، کنز صفحہ ۲۲۷)

حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ نہ جمعہ نہ تکبیر تشریق نہ عید نہ بقرعید ہے مگر شہر والوں پر یا (شہر کی جامع مسجد میں)۔ (بنایہ صفحہ ۷۸۹، ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۶۷)

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ دیہات والوں پر جمعہ نہیں ہے بلکہ اہل شہر پر ہے جو مدینہ کے مانند ہو۔ (بنایہ صفحہ ۱۱)

حضرت ابن جریج نے عمر بن دینار سے نقل کیا ہے کہ ہمیں یہ پہنچا ہے کہ نہیں ہے جمعہ مگر بڑی بستی میں۔ (صفحہ ۶۹)

حضرت ابوبکر محمد بن عمر بن حزم نے اہل قباء اہل ذوالحلیفہ اور چھوٹی بستی والوں کو حکم دیا کہ وہ خود جمعہ قائم نہ کریں اور جمعہ کے لئے شہر مدینہ میں آئیں۔ (مصنف ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۶۹)

ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حضرت علی کا قول نقل کیا ہے، جمعہ اور تکبیر تشریق صرف جامع مسجد میں ہے، اور وہ بصرہ، کوفہ، مدینہ، بحرین، مصر، شام جزیرہ، اور کبھی یمن یمامہ کو شہر کہتے تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے منقول سے ظاہر ہے انہوں نے آپ سے ہی اخذ کیا ہوگا پس یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۶۸)

حضرت حسن بصری اور محمد بن سرین کہتے ہیں کہ جمعہ شہر والوں پر ہے۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء صفحہ ۲۴)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے پوچھا گیا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو بستیاں ہیں ان میں جمعہ ہوگا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر وہاں امیر کا قیام ہو تو جمعہ جائز ہے۔ (سنن کبریٰ، اعلاء جلد ۸ صفحہ ۱۱)

ظاہر ہے امیر، قاضی، چھوٹی بستیوں اور دیہات میں نہیں ہوتے جیسے ہمارے دور میں تھانہ تحصیل، کچہری، پوسٹ آفس وغیرہ بس معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر کے نزدیک بھی خالص دیہاتی علاقوں میں درست نہیں، یہی رائے عمر بن عبدالعزیز کی بھی ہے جو خلیفہ راشد ہیں۔ (اعلاء جلد ۸ صفحہ ۱۲)

خیال رہے کہ حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور حذیفہ کا اثر موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ (اعلاء جلد ۸ صفحہ ۲۳)

علامہ ابوبکر جصاص رازی نے بیان کیا کہ فقہاء امصار کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کے لئے مخصوص ہی مقامات ہیں، ہر جگہ جمعہ قائم کرنا درست نہیں، اس پر اجماع منعقد ہے کہ وادیوں میں، چشموں کے مقام پر جہاں

کچھ لوگ ہوں جمعہ درست نہیں اسی طرح ہمارے اصحاب ''احناف'' نے کہا یہ شہری علاقوں اور قصبوں میں قائم کیا جائے گا، دیہاتوں میں نہیں یہی رائے سفیان ثوری عبیداللہ ابن الحسن کی ہے۔ (اعلاء جلد ۸ صفحہ ۴)

ابن ماجہ کی حدیث ابن عمر سے جس میں ہے کہ اہل قبا آپ کے ساتھ جمعہ پڑھتے تھے معلوم ہوا کہ اس وقت قباء میں دیہات اور مدینہ سے الگ ہونے کی بنیاد پر درست نہیں تھا، ورنہ بجائے یہاں مدینہ آنے کے حکم دیتے۔

حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عرب کے قبیلہ والے جو مدینہ کے اطراف (دیہات) میں رہنے والے جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور نہ آپ نے ان کو حکم دیا۔ (تلخیص الخبیر صفحہ ۵۷)

کن لوگوں پر جمعہ واجب ہے اور کن پر نہیں

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خدائے پاک اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن جمعہ پڑھنا ہے، وہاں مگر مریض پر مسافر پر عورت پر بچے پر اور غلام پر واجب نہیں۔
(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۲۶)

حضرت ابن شہاب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے جمعہ پوری جماعت (مسلمین) پر واجب ہے سوائے چار کے یہ غلام بچہ، مریض اور عورت پر۔ (ابوداؤد)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسافر پر جمعہ نہیں ہے۔
(دار قطنی صفحہ ۴)

ام عطیہ کہتی ہیں کہ ہم (عورتوں کو) جنازے کے پیچھے چلنے سے منع کر دیا گیا اور یہ کہ ہمارے اوپر جمعہ نہیں ہے۔ (ابن خزیمہ، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۷۰)

حضرت حسن نے کہا اگر نابینا کوئی قائد مسجد سے لے جانے والا نہ پائے تو اس پر جمعہ نہیں اگر مسجد لے جانے والا ہے تو اس پر جمعہ ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۴)

ابراہیم نخعی نے بیان کیا کہ قیدیوں پر جمعہ نہیں ہے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۶۰)

علامہ عینی نے بنایہ میں لکھا ہے کہ نابینا کا کوئی قائد ہو تو اس پر بھی واجب ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۷۸۶)

بذل میں ہے کہ اجماع ہے کہ نابینا، قائد نہ پائے تو اس پر جمعہ نہیں ہے۔ (صفحہ ۱۶۹)

امام اعظم کے نزدیک قائد ہونے پر بھی مستحب ہے واجب نہیں۔ (بذل، شامی صفحہ ۱۵۴)

بھینگے اور ضعیف البصر پر جمعہ واجب ہے، علامہ شامی کی رائے ہے کہ جو نابینا بلا قائد اور رہنما کے بازاروں اور گلیوں میں چل پھر لیتے ہوں ان پر واجب ہے۔ (صفحہ ۱۵۴)

سخت بارش کی وجہ سے جمعہ میں حاضر نہ ہونے کی اجازت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سخت بارش کے موقعہ پر مؤذن سے کہلوایا کہ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۳)

شرح منیہ میں ہے کہ اگر ایسا مرض ہے کہ جامع مسجد نہیں جا سکتا یا یہ کہ جانے سے مرض بڑھ جائے یا صحت میں دیر ہو جائے، یا زیادہ ضعیف اور بوڑھا ہو جامع مسجد نہیں جا سکتا تو ان تمام صورتوں میں جمعہ واجب و لازم نہیں۔ (حلبی کبیری صفحہ ۵۴۹)

فائدہ: درمختار میں ہے کہ شدید بارش ہو کیچڑ ہو برف باری ہو رہی ہو تو جمعہ میں حاضر نہ ہونے کی اجازت ہے گھر میں ظہر پڑھ لے۔ (شامی صفحہ ۱۵۴)

مسافرین پر جمعہ واجب نہیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسافر پر جمعہ نہیں ہے، ابن مسیّب نے کہا مسافر پر جمعہ نہیں ہے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۷۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسافر پر جمعہ نہیں ہے۔ (دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۳)

شرح مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرماتے تھے مگر سفر میں جمعہ نہیں پڑھتے تھے، آپ جمعہ کے دن عرفہ (حجۃ الوداع کے موقع پر) میں تھے آپ نے اس وقت ظہر اور عصر ایک وقت میں پڑھیں جمعہ نہیں پڑھا۔

حضرات خلفاء راشدین حج وغیرہ کا سفر فرماتے ان میں سے کوئی جمعہ نہیں پڑھتے تھے اسی طرح حضرات صحابہ کرام اور ان کے بعد کے حضرات کا عمل تھا، حضرت حسن سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ میں نے کابل میں سالوں قیام کیا نماز میں بھی قصر کیا اور جمعہ بھی نہیں پڑھتے تھے۔

حضرت انس نے ایک سال تک یا دو سال نیشاپور میں قیام کیا اور جمعہ نہیں پڑھتے، ابن منذر نے اس سنت پر اجماع نقل کیا ہے کہ مسافرین پر جمعہ نہیں لہٰذا اس کی مخالفت درست نہیں۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۳۱)

شرح منیۃ میں ہے کہ مسافروں پر جمعہ کے نہ ہونے پر ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا اجماع ہے۔ (صفحہ ۵۴۸)

فائدہ: خیال رہے اس کا مطلب یہ ہے کہ مسافرین حضرات خود جمعہ قائم نہیں کر سکتے، ہاں البتہ شہر یا قصبہ میں مقیم حضرات جو جمعہ پڑھیں گے اس میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح مسافر جمعہ کی نماز پڑھا سکتا ہے اس کی امامت کر سکتا ہے۔

علامہ نووی نے اس پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے کہ مسافر جمعہ کی امامت کر سکتا ہے۔ (شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۲۵۰)

مدینہ سے قریبی بستی کے لوگ جمعہ پڑھنے آتے

حضرت ثوری کی روایت میں ہے کہ اہل قباء کے اصحاب نبی ﷺ نے ذکر کیا کہ ہم لوگوں کو آپ نے حکم دیا کہ قباء سے جمعہ کے لئے آئیں۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۲، تلخیص جلد ۲ صفحہ ۵۹)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (قرب مدینہ کے لوگ) اور عوالی کے باشندے باری بنا کر جمعہ کے لئے آتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۷۳، بخاری، مسلم)

سعید بن زید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام شجرہ میں تھے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھا، یہ جمعہ میں (مدینہ) آتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر طائف سے دو میل کے فاصلہ پر تھے وہاں سے جمعہ کے لئے آتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۴)

زہری نے بیان کیا کہ ذوالحلیفہ کے باشندے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلے پر تھے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے۔ (سنن کبریٰ، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۲)

عطاء بن رباح نے ذکر کیا کہ اہل منیٰ جو مکہ سے تین میل کے فاصلے پر تھے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۳)

حضرت سعد سات میل کے فاصلہ پر رہتے تھے کبھی جمعہ میں آتے تھے اور کبھی نہیں آتے تھے۔
(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابوعروہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر رہتے تھے جمعہ میں نہیں آتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ قباء کے لوگ آپ ﷺ کے پاس جمعہ میں آتے تھے۔
(ابن ماجہ، اعلاء جلد ۸ صفحہ ۱۵)

فائدہ: قباء مدینہ سے تین میل کے فاصلہ سے ایک بستی یا ایک بڑا سا محلہ تھا، اب تو کثرت آبادی کی وجہ سے مدینہ ہی میں داخل ہے، چھوٹی بستی ہونے کی وجہ سے وہاں جمعہ نہیں پڑھا جاتا تھا، وہاں کے لوگوں پر جمعہ نہیں تھا، اسی طرح شجرہ اور ذوالحلیفہ میں اسی وجہ سے قباء میں سب لوگ حاضر نہیں ہوتے تھے بلکہ یکے بعد دیگر باری باری سے آتے تھے، آپ ﷺ نے اس وجہ سے یہ حکم دیا تھا تاکہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوں اور دینی امور سیکھیں۔ (معارف السنن صفحہ ۳۴۷)

اس سے معلوم ہوا کہ شہر کے قریب گاؤں اور چھوٹی بستیاں جہاں جمعہ منعقد نہیں ہوتا ہو وہاں کے لوگ شہر اور قصبہ میں جمعہ کے لئے آیا کریں تاکہ وعظ اور دینی مسائل سیکھ سکیں۔

ان روایت مذکورہ کا خلاصہ نکلا کہ شہر سے قریب گاؤں اور دیہات والے جن پر گو جمعہ فرض نہیں مگر جمعہ میں

شریک ہونا بہتر اور مستحب ہے، چنانچہ اعلاء السنن میں جن مقامات میں جمعہ درست نہیں وہاں کے لوگوں کو جو قریب ہوں جمعہ کے لئے آنا مستحب ہے، ہاں مگر یہ کہ وہاں کی مسجد جماعت (ظہر وعصر سے) ویران نہ ہو جائے۔ (جلد ۸ صفحہ ۹)

شہر سے متصل یا قریبی علاقے میں رہنے والوں پر جمعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں پر جمعہ ہے جو شریک ہو کر شام سے پہلے گھر آ سکتے ہیں۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ ان لوگوں پر ہے جو جمعہ کی اذان سنتے ہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۱، سنن کبریٰ صفحہ ۱۷۳)

فائدہ: خیال رہے کہ اہل شہر پر خواہ اذان کی آواز آئے یا نہ آئے سب کے نزدیک جمعہ واجب ہے۔

(نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۲۶)

اس دور میں اذان کی آواز کا خصوصاً اعتبار نہیں، گھنی آبادی کی وجہ سے چند گھروں سے زیادہ آواز مؤذن کی نہیں جا سکتی اور لاؤڈ اسپیکر سے بھی شہروں محلوں میں جو ذرا فاصلے سے ہوں نہیں پہنچ سکتی، اور شہر کے بالکل کنارے کے مسجد کی آواز فاصلہ سے ہونے والی دیہات میں پہنچ سکتی ہے، اس لئے فقہاء نے اذان سننے کو معیار نہیں بنایا۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ عرب کے قبیلے والے جو مدینہ کے اردگرد تھے، وہ جمعہ نہیں پڑھتے تھے اور آپ نے نہ ان کو حکم دیا۔ (تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۵۷)

اعلاء السنن میں ہے ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ میں ہے کہ جمعہ انہیں پر واجب ہے جو شہر قصبہ میں ہوں یا اس سے متصل آبادی میں ہوں اس کے قریب دیہاتوں پر نہیں۔ (صفحہ ۲۹)

عینی نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں ذکر کیا ہے کہ جو لوگ شہر اور قصبہ کے اس آخری حدود اور مسافت میں رہتے ہیں جو جمعہ میں شریک ہو کر شام کو رات شروع ہونے قبل پیدل آ سکتے ہیں ان پر جمعہ لازم ہے۔

(معارف السنن صفحہ ۳۵۲)

درس ترمذی میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ جمعہ اس شخص پر واجب ہے جو شہر میں رہتا ہو یا شہر کے فناء میں، فناء سے باہر رہنے والوں پر جمعہ کی شرکت واجب نہیں اور فناء کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ شہر کی ضرورت جہاں تک بھی پوری ہوتی ہوں وہاں تک کا علاقہ شہر میں داخل ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

درمختار میں ہے اگر کوئی آبادی شہر سے منفصل ہے اور جمعہ کے اذان کی آواز وہاں جاتی ہے تو جمعہ واجب

ہوگا، علامہ شامی نے بعض محققین کا قول نقل کرتے ہوئے اسے نا قابل تسلیم مانا ہے اور کہا کہ اذان کی آواز کا میل دو میل ہونے کا اعتبار نہیں۔ (صفحہ ۱۵۳)

علامہ شامی نے شہری حدود اور فناء ہی اصل مانا ہے حتیٰ کہ اگر بیچ میں کھیت وغیرہ کا فصل ہو جائے تب بھی یہ کھیت کے فصل سے کوئی حرج نہ ہوگا۔

آج کل شہری حدود بہت دور تک پھیلی ہوئی ہیں کچھ کچھ فاصلے سے آبادی اور دکانیں ہوتی ہیں مگر وہ بھی شہری حدود میں داخل ہیں۔

جمعہ کے لئے جماعت ضروری ہے دو آدمی کافی نہیں

ابن شہاب نے نبی پاک ﷺ سے نقل کیا ہے کہ جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے ساتھ واجب ہے، سوائے چار کے غلام، عورت، بچہ، مریض۔ (اعلاء صفحہ ۴۱، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۷۲)

فَائِدَہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ جمعہ جماعت ہی کی صورت میں واجب ہے ایک دو آدمی پر واجب نہیں بخلاف فرائض خمسہ کے۔

فَائِدَہ: علامہ عینی نے بیان کیا کہ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا شرط ہے۔ (اعلاء جلد ۸ صفحہ ۴۱)

کبیری میں ہے کہ پانچویں شرط جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ہے جس پر اجماع ہے۔ (صفحہ ۵۵۷)

اس امر پر امت کا اجماع ہے کہ جمعہ کی نماز تنہا درست نہیں۔ (اعلاء صفحہ ۴۱)

فَائِدَہ: ابن نجیم بحر میں لکھتے ہیں کہ جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام کے علاوہ تین آدمی کی جماعت کم از کم ہو، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے البتہ جماعت کی مقدار کے بارے میں اختلاف ہے۔ حتیٰ کہ امام کے علاوہ تین آدمیوں میں غلام، بیمار، مسافر ہوں تب بھی صحیح ہے۔

(جلد ۱ صفحہ ۱۶۱، کبیری صفحہ ۵۵۷)

علامہ شوکانی نے نیل الاوطار میں ذکر کیا ہے کہ ابن منذر نے یہی قول اوزاعی ابوثور، امام مزنی، سیوطی سفیان ثوری اور لیث کا لکھا ہے اسی کے قائل اور مؤید ابوطالب ہیں (کہ امام کے علاوہ تین آدمی ہوں)۔

(نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۳۴)

جہاں جمعہ شرعاً جائز ہو اور امام کے علاوہ تین آدمی بھی کم از کم نہ ہوں تو بجائے جمعہ کے یہ لوگ ظہر پڑھیں گے۔ اسی طرح جن دیہاتوں اور چھوٹی بستیوں میں جمعہ صحیح نہیں وہاں لوگ روزانہ کی طرح ظہر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں گے۔

یوم جمعہ کے فضائل

جمعہ عید اور بقرعید سے بھی افضل ہے

حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ دنوں کا سردار ہے، اور اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ کا حامل ہے اور اللہ پاک کے نزدیک اس کی عظمت عید و بقرعید سے زائد ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۶، برار، ترغیب صفحہ ۴۹۰)

فائدہ: سال کے تمام دنوں میں جمعہ کا دن سب سے افضل ہے ابن عربی نے اسے عرفہ سے بھی افضل قرار دیا ہے محلی سے حاشیہ موطا میں منقول ہے جمعہ عرفہ سے افضل ہے چنانچہ شوافع کا ایک قول یہ ہے جمعہ کے افضل ہونے کی حدیث اصح ترین حدیث ہے بعضوں کی رائے یہ ہے کہ ہفتہ کے دنوں میں جمعہ اور سال کے دنوں میں عرفہ افضل ہے۔ (مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۲۲)

دنوں میں سب سے اچھا بہتر افضل ترین دن جمعہ ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنوں میں جس میں سورج نکلتا ہے سب سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے۔ (مسلم صفحہ ۲۸۲، ابوداؤد، ترمذی، نسائی صفحہ ۲۰۳)

حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، نسائی صفحہ ۲۰۳، ابن ماجہ، ترغیب صفحہ ۴۹۱)

جمعہ کا دن مسلمانوں کا عید کا دن ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ میں سے کسی جمعہ کے دن فرمایا یہ دن تمہارے لئے عید کا دن ہے پس غسل کرو، مسواک کا استعمال کرو۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۳، سنن کبریٰ صفحہ ۲۴۳)

علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ اے مسلمانوں کی جماعت جمعہ تمہارے لئے عید کا دن ہے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۴)

جمعہ کا دن سیّد الایام ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام دنوں کا سردار جمعہ کا دن ہے۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن دنوں کا سردار

ہے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۶)

کون کون سی چیزیں افضل ترین اشیاء ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں تمہیں افضل ترین اشیاء نہ بتا دوں افضل ملائکہ حضرت جبرئیل افضل الانبیاء حضرت آدم ہیں افضل الایام یوم جمعہ ہے مہینوں میں افضل رمضان ہے راتوں میں افضل شب قدر ہے عورتوں میں افضل مریم بنت عمران ہے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

جمعہ ہی کے دن قیامت آئے گی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سورج طلوع ہونے والے دنوں میں سب سے افضل ترین دن جمعہ ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اسی دن جنت میں داخل ہوئے اسی دن جنت سے نکالے گئے، اور قیامت اسی دن قائم ہوگی۔ (مسلم صفحہ ۲۸۲، ترمذی صفحہ ۱۱۰، ابوداؤد صفحہ ۱۵۱)

فائدہ: یعنی قیامت جس دن قائم ہوگی وہ جمعہ کا دن ہوگا اسی وجہ سے جمعہ کے اول وقت میں تمام مخلوق خوف زدہ رہتے ہیں کہ آج قیامت نہ آجائے، اور مہینہ محرم کا ہوگا۔

جمعہ کے دن تمام مخلوق خوف زدہ

حضرت ابولبابہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی مقرب فرشتہ نہ آسمان نہ زمین نہ ہوا نہ پہاڑ نہ سمندر مگر یہ کہ جمعہ کے دن سب خوف زدہ رہتے ہیں۔ (کہ قیامت نہ آجائے چونکہ جمعہ کے دن قیامت آئے گی)۔

کعب احبار نے کہا کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو آسمان زمین پہاڑ، سمندر اور تمام مخلوق سوائے ابن آدم اور شیاطین کے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ (سفر السعادۃ صفحہ ۱۵۸)

انسان اور جنات کے علاوہ سب خوف زدہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں "طور" کی جانب گیا حضرت کعب احبار سے ملاقات ہوئی میں ان کے ساتھ بیٹھ گیا، انہوں نے مجھے تورات کی خبریں سنائی میں نے ان کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سناتے ہوئے کہا دنوں میں سب سے بہترین دن جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم پیدا کیے گئے اسی دن زمین پر اتارے گئے اسی دن توبہ قبول کی گئی اسی دن وفات پائی، اسی دن قیامت واقع ہوگی سو کوئی مخلوق ایسی نہیں سوائے انسان و جنات کے مگر یہ کہ جمعہ کے دن صبح کے وقت خوف زدہ ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ سورج نہ نکل آوے۔ (مسند احمد مرتب جلد ۶ صفحہ ۷)

فائدہ: شرح مسند میں ہے کہ انسان اور جنات کو غفلت کی وجہ سے پتہ نہیں چلتا نہ وہ اس کے انتظار میں رہتے

ہیں، ملائکہ کو قیامت کے نہ ہونے کا علم اطلاع سے ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ کو الہام سے پتہ چل جاتا ہے کہ قیامت نہ ہوگی۔ (بلوغ الامانی جلد۶ صفحہ۴)

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ قیامت جمعہ کو آئے گی تو اس کی علامت صبح صادق سے ہی شروع ہو جائے گی اور جب علامت نہیں پائی گئی یہاں تک کہ سورج بھی اچھی طرح نکل گیا تو خدا کی دی ہوئی فہم وادراک سے سمجھ لیتے ہیں کہ قیامت اب نہیں آئے گی اس لئے صبح کو تو خوفزدہ رہتے ہیں پھر بعد میں خوف جاتا رہتا ہے۔

طلوع شمس گزر جانے کے بعد پرندوں وغیرہ کو راحت اور خوشی

احیاء العلوم میں ہے کہ جمعہ کے دن پرندے اور دوسرے جانور ایک دوسرے کو سلامتی اور مبارک باد دیتے ہیں اس کی شرح اتحاف میں ہے کہ چونکہ جمعہ کو قیامت آئے گی جب صبح کا وقت گزر جاتا ہے تو علم ہو جاتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اس لئے مسرت سے ایک دوسرے کو خوشی سے سلامتی اور سلامتی کرتے ہیں۔

(اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ ۲۱۷)

جمعہ کے دن کی پانچ فضیلت اور خصوصیت

حضرت ابوالبابہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے اللہ کے نزدیک عظمت والا ہے، خدا کے نزدیک اس کا مرتبہ عید و بقرعید سے بھی زیادہ ہے اس کی پانچ خصوصیتیں ہیں اسی دن اللہ نے حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَامُ کو پیدا کیا، اسی دن حضرت آدم زمین پر اتارے گئے اسی دن ان کی وفات ہوئی اس دن میں ایسا وقت ہے جس میں کوئی بھی بندہ اللہ سے دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول ہوگی ہاں مگر یہ کہ کسی حرام کا سوال نہ کرے۔ (مسند احمد جلد۱ صفحہ۴، ابن ماجہ صفحہ۷۶)

جمعہ کے دن قیامت کے تین ہولناک احوال

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سے پوچھا گیا جمعہ کو کس وجہ جمعہ کہا جاتا ہے، آپ نے فرمایا اسی دن حضرت آدم کی پیدائش ہوئی اسی دن صعقہ اسی دن بعثت اور اسی دن بطشہ ہوگا۔

(مسند احمد مرتب صفحہ۷)

فَائِدَہ: اس حدیث پاک میں قیامت کے تین ہولناک امور کا بیان ہے،

1. صعقہ، یہ پہلا صور ہے، جس کا ذکر قرآن پاک میں "فاذا نفخ فی الصور فصعق" میں ہے۔
2. بعثت، مردوں کو دوبارہ اٹھنا ہے، جس کا ذکر "فاذا ھم قیام ینظرون" میں ہے۔
3. بطشہ، بکثرت گرفت قیامت کے دن جس کا ذکر "ان بطش ربك لشدید" میں ہے۔

جمعہ کے دن حضرت جبرئیل کی آمد

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور اپنے جھنڈے کو مسجد حرام میں گاڑ دیتے ہیں، باقی تمام فرشتے ان مسجدوں میں چلے جاتے ہیں جہاں جمعہ ہوتا ہے، اور اپنے اپنے جھنڈوں کو اور نشانات کو مسجدوں کے دروازے پر نصب کر دیتے ہیں پھر چاندی کے کاغذ اور سونے کے قلم نکالتے ہیں۔ (اتحاف السادہ صفحہ ۲۵۹، عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۷۱)

فائدہ: جمعہ کے اعزاز اور احترام واکرام میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا مسجد حرام میں نزول ہوتا ہے کتنی بڑی شرف اور فضیلت کی بات ہے۔

جمعہ کے دن نور کے صحیفوں اور قلم کے ساتھ فرشتوں کا نزول

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کو نور کے صحیفوں اور نور کے قلم کو لے کر بھیجتے ہیں جو مساجد کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں جو پہلے پھر اس کے بعد جو آتا ہے اسی طرح سب کا نام لکھتے ہیں۔ (اتحاف صفحہ ۲۵۹)

جمعہ کے دن ہر دروازے پر فرشتوں کا قیام

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو ہر دروازہ پر فرشتے مقرر ہو جاتے ہیں جو آنے والوں کے نمبر مرتبہ لکھتے ہیں اور جب امام منبر کی طرف آتا ہے تو یہ فرشتے رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور خطبہ سننے میں لگ جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷، عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۷۱)

ہر دروازہ پر دو فرشتوں کا مقرر ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کے ہر دروازے پر دو فرشتے ہوتے ہیں، جمعہ میں پہلے آنے والوں کا نام لکھتے ہیں پھر اس کے بعد جو آئے۔

(ابن حبان، کنز العمال صفحہ ۱۷۲، عمدۃ القاری صفحہ ۱۷۱)

جمعہ کے دن اعمال کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جمعہ کے دن اعمال، نیکیوں کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے۔ (طبرانی اوسط، کنز العمال صفحہ ۱۷۲)

ابن عبدالبر مالکی نے حضرت کعب احبار سے نقل کیا ہے کہ صدقہ کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے، اور ہلال بن یساف نے حضرت کعب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نیکیوں کے ثواب اور گناہوں کی سزا میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

(الاستذکار صفحہ ۹۳)

سفر السعادہ میں ہے کہ اس دن صدقہ خیرات کا ثواب دوسرے دن کے مقابلے میں بڑھا دیا جاتا ہے۔
(سفر السعادہ بر حاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۵۴)

رمضان المبارک کے جمعہ کا مرتبہ

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ رمضان کے جمعہ کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے کہ مہینوں پر رمضان کو فضیلت۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۰۹، مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۴، سفر السعادۃ صفحہ ۱۵۵)

سفر السعادۃ میں مجد الدین الفیروز آبادی نے لکھا ہے کہ جو جمعہ کے دن گناہوں سے بچ گیا وہ سارا ہفتہ گناہوں سے محفوظ رہے گا، ایسے ہی جیسے جو رمضان میں گناہوں سے محفوظ رہا وہ تمام سال محفوظ رہے گا، اور جس کو عمر میں حج کی سعادت نصیب ہوگئی وہ بقیہ عمر گناہوں سے محفوظ رہے گا۔ (یہ حج مبرور کی علامت ہے)۔
(سفر السعادہ بر حاشیہ کشف صفحہ ۱۵۵)

ہر جمعہ کو حج اور عمرہ کا ثواب پایا جاسکتا ہے

حضرت سہل بن سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تمہارے لئے ہر جمعہ کو حج اور عمرہ کا ثواب ہے پس حج کا ثواب اس کے لئے جو جمعہ کو بہت جلد جائے اور عمرہ کا اس کو جو جمعہ پڑھ کر عصر کا انتظار کرے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۳۷، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۱، شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۹۲)

فَائِدَہ: یہ جمعہ کے دن جامع مسجد جلد از جلد زوال سے پہلے جانے کی فضیلت حج کے ثواب کی طرح ہے۔

جمعہ کی دو رکعت اور دنوں کی ہزار رکعت سے افضل

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ جمعہ کی دو رکعت اور دنوں کی ہزار رکعت سے افضل ہے۔ جمعہ کی ایک تسبیح اور دنوں کی ہزار تسبیح سے افضل ہے۔ (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۷۱۹)

فَائِدَہ: یہ جمعہ کے انوار، ملائکہ کی آمد اللہ کے خصوصی فضل کی وجہ سے ہے کہ جس طرح مکان سے عمل کا ثواب بڑھتا ہے اسی طرح زمانہ کے اعتبار سے بھی اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔

جمعہ مساکین کا حج ہے

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے کہ جمعہ کا دن مساکین کے حج کا دن ہے۔ (کنز العمال صفحہ ۷۰۷)

فَائِدَہ: جمعہ کے دن سب سے پہلے مسجد جانے والا مکہ میں اونٹ اس کے بعد گائے پھر اس کے بعد جانے والا میں مینڈھے کی قربانی کا ثواب پاتا ہے جو موسم حج میں ہوتا ہے شاید اسی وجہ سے یہ ثواب ہو۔ (مرقات جلد ۴ صفحہ ۱۵۲)

جمعہ صاف وشفاف آئینہ کے مانند

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا مجھ پر تمام دن پیش کیے گئے (یعنی ان

کی صورت مثالیہ پیش کی گئی) تو جمعہ صاف شفاف آئینہ کے مانند تھا۔ اور اس کے بیچ میں ایک سیاہ نقطہ تھا، میں نے پوچھا یہ کیا ہے کہا گیا وقت مستجاب ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے۔

ان کے ہاتھ میں ایک بہترین آئینہ تھا جو خوب روشن تھا اس کے بیچ میں ایک سیاہ نکتہ تھا آپ نے فرمایا یہ کیسا آئینہ ہے جس میں یہ ہے، فرمایا کہ یہ جمعہ ہے آپ نے پوچھا جمعہ کیا ہے، فرمایا تمہارے رب کے دنوں میں سے ایک بڑا عظیم دن ہے۔ (سفر السعادۃ بر حاشیہ کشف صفحہ ۱۳۳)

جمعہ کا دن چمکدار اور اس کی رات روشن ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کی رات روشن اور اس کا دن چمکدار۔ (مسند احمد مرتبہ صفحہ ۱۰، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۱)

فائدہ: انوار، برکات حضرات ملائکہ کی تشریف آوری درود پاک کے انوار عبادات الٰہی کی زیادتی کی وجہ سے دن چمکدار اور رات روشن ہو جاتی ہے، جس کا اہل دل مشاہدہ کرتے ہیں۔

جمعہ کے دن جہنم کا دھونکایا نہیں جاتا

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم کو ہر دن دھونکایا جاتا ہے مگر جمعہ کو نہیں۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۵)

فائدہ: اسی نہ دھونکانے کی وجہ سے علامہ قرطبی نے مستنبط کیا ہے کہ زوال کے وقت جمعہ کے دن نوافل جائز ہے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۱۲۷)

مگر احناف کے یہاں جمعہ کے دن بھی زوال کا اعتبار ہے اور نماز مکروہ ہے، جمعہ کے دن جہنم کو نہ دھونکانا جمعہ کی برکت سے ہے۔

حضرت واثلہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہر دن جب نصف ہو جاتا ہے تو جہنم کو دھونکایا جاتا ہے مگر جمعہ کے دن ٹھنڈا رہتا ہے۔ (طبرانی، کنز جلد ۷ صفحہ ۷۰۸)

مدینہ منورہ میں جمعہ کا ثواب ایک لاکھ سے زائد

حضرت بلال بن الحارث کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ منورہ میں رمضان کا ثواب دوسری جگہ کے مقابلہ میں ایک لاکھ جمعہ سے بہتر ہے۔ اور مدینہ طیبہ میں جمعہ پڑھنا دوسری جگہ کے مقابلے میں ایک لاکھ

جمعہ سے بہتر ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۴۸)

فائدہ: مدینہ طیبہ کی برکت سے رمضان اور جمعہ کی فضیلت ایک لاکھ سے زائد ہے، حج کے موقعہ پر مدینہ طیبہ جانے والے اس کا اہتمام کریں کہ جمعہ مدینہ طیبہ میں پڑھیں تاکہ عظیم ثواب حاصل کرسکیں۔

جمعہ کے دن دیدار الٰہی کا شرف

امام شافعی رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَىٰ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے حضرت جبرئیل سے پوچھا کہ یوم المزید کیا ہے (جن کا ذکر قرآن پاک میں "یوم مزید" میں ہے) فرمایا: تمہارے رب نے فردوس جنت میں ایک وادی بنائی ہے جو مشک کے ٹیلوں سے ہے جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اس دن اللہ پاک حسب منشا حضرات ملائکہ کے ساتھ نزول فرماتے ہیں، اور ان کے اردگرد نور کا منبر ہوتا ہے ان پر حضرات انبیاء کرام کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے، ان منبروں کو سونے کے منبروں سے گھیر دیا جاتا ہے جو یاقوت اور زمرد سے جڑے ہوتے ہیں ان پر شہداء، صدیقین ہوں گے یہ مشک کے ٹیلے کے اردگرد بیٹھے ہوئے ہوں گے اللہ پاک ان سے خطاب فرماتے ہوئے کہیں گے، میں تمہارا رب ہوں میں نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا پس تم سوال کرو، میں عطا کروں گا پس وہ کہیں گے اے میرے رب ہم آپ سے آپ کی رضا مندی کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں تم سے راضی ہو چکا ہوں جو تم تمنا کرو گے میں دوں گا، اور ہمارے پاس "مزید" ہے پس وہ جمعہ کے دن چاہیں گے کہ اس دن انکا رب خیر اور بھلائی سے نوازے گا یہی وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ عرش مبارک پر مستوی ہو جائے گا، اسی دن حضرت آدم عَلَيْهِ السَّلَام کی پیدائش اور اس کی دن قیامت قائم ہوگی۔

(رواہ الشافعی فی مسندہ ابوبکر بن ابی الدنیا، سفر السعادۃ بر حاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۳۲)

فائدہ: جمعہ کا دن وہ بابرکت دن ہے کہ آخرت میں جنت میں بھی یہ دن رہے گا، اور اس دن خصوصیت کے ساتھ دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوگا، متعدد روایتوں میں خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ اس دن خدائے پاک کا نہایت اہتمام کے ساتھ خدا کے مقرب بندوں کو دیدار الٰہی کا ذکر ہے۔ سفر السعادہ میں ہے کہ جمعہ کے دن خدائے پاک کی تجلی نمودار ہوگی۔ (صفحہ ۱۵۷)

علامہ مجد الدین نے سفر السعادہ میں ذکر کیا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ جب آخرت میں جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ عرش سے کرسی پر نزول فرمائیں گے، اور نور کے منبروں سے کرسی کو چاروں طرف سے گھیر لیا جائے گا اس پر حضرت انبیاء کرام بیٹھیں گے، پھر ان منبروں کو سونے کی کرسیوں سے گھیر دیا ہوگا، ان پر صدیقین اور شہداء بیٹھیں گے، پھر بلند بالا منزلوں والے اپنے بالا خانہ سے اتریں گے اور وہ مشک کے ٹیلوں پر بیٹھ جائیں گے کہ یہ منبر پر بیٹھے والوں کو اور کرسی پر بیٹھنے والوں کو نہ دیکھ سکیں گے اس جانب کہ مجلس والوں کو پھر باری تعالیٰ جل شانہ کا

دیدار ہوگا اور فرمائیں گے سوال کرو سب کہیں گے ہم آپ سے آپ کی خوشی کا سوال کرتے ہیں پس ان کی رضا مندی حاصل ہوگی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کرو سب کہیں گے ہم آپ سے آپ کی خوشی کا سوال کرتے ہیں، پس ان کی رضا مندی حاصل ہوگی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کرو پس وہ سوال کریں گے پس ان کی تمام رضا مندی حاصل ہوگی پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے سوال کرو پس وہ سوال کریں گے پس ان کی تمام خواہشات اور تمنائیں پوری ہو جائیں گی پھر ان پر ایسی نعمتیں نچھاور کر دی جائیں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا نہ کسی انسان کے دل میں خطرہ گزرا ہوگا پھر اللہ کرسی سے عرش کی جانب چلے جائیں گے اور بالا خانے والے ان کے بالا خانوں پر چلے جائیں گے ان کے بالا خانے سفید موتی لال یاقوت اور سبز زمرد سے بنے ہوں گے نہ یہ بالا خانے گریں گے نہ ٹوٹیں گے اس میں نہریں ہوں گی اس میں پھل ہوں گے اس میں ان کی بیویاں، خدام کے رہنے کی جگہ ہوگی اہل جنت جمعہ کے دن مباشرت کریں گے جیسے اہل دنیا دنیا میں بارش کے موقعہ پر (خصوصاً عرب) فرحاں شاداں رہتے ہیں۔ (سفر السعادہ برحاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۳۹)

جمعہ کے دن اور رات میں اہلِ برزخ اہلِ قبور کے ساتھ خصوصی رعایت

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے محمد بن واسع سے روایت کی ہے کہ مردے کو اپنی زیارت کرنے والوں کا علم جمعہ کے دن اور نیز اس کے ایک دن بعد تک ہوتا ہے اور ایک دن قبل بھی۔ (شرح الصدور صفحہ ۲۰۳)

ابن ابی الدنیا نے حضرت ضحاک سے روایت کی کہ جس نے ہفتہ کو طلوع آفتاب سے پہلے کسی قبر کی زیارت کی تو مردے کو اس کا علم ہو جاتا ہے اس لئے کہ ابھی تک جمعہ کے اثرات باقی رہتے ہیں۔

(شرح الصدور للسیوطی صفحہ ۱۰۴)

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے عاصم محدری کے خاندان کے ایک شخص سے روایت کی کہ انہوں نے عاصم کی موت کے کئی سال بعد ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا آپ مر نہیں چکے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہاں پوچھا کہاں قیام پذیر ہیں، کہا بخدا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں اور میرے ساتھ ہر جمعہ کی رات کو اور صبح کو بکر بن عبداللہ مزنی ہوتے ہیں اور تمہارے احوال معلوم کرتے ہیں، پھر دریافت کیا ہم تمہارے پاس زیارت کو آتے ہیں تو تم ہم کو پہچانتے ہو، جواب دیا کہ اس کا علم ہمیں جمعہ کے دن اور رات کو سورج نکلنے تک ہوتا ہے یہ جمعہ کی فضیلت و عظمت سے ہوتا ہے۔ (شرح الصدور للسیوطی صفحہ ۲۲۶)

ابن مندہ نے بیان کیا کہ ابو حماد ایک متقی گورکن تھے بتایا کہ جمعہ کے روز دوپہر کو قبرستان گیا تو جس قبر سے گزرا قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ (شرح الصدور)

فائدہ: جمعہ کے دن اور رات اہل قبور کے ساتھ خصوصی رعایت کی جاتی ہے ان کو زیارت کا بخوبی اچھی طرح

علم اور شناخت ہوتی ہے، بعض اور وضاحت کے ساتھ پہچان لیتے ہیں تمام ارواح کی حسب انس اور تعارف کے ایک دوسرے سے ملاقات ہوتی ہے اور وہ ملتے اور جمع ہوتے ہیں علامہ یمنی یافعی نے بیان کیا کہ بالخصوص جمعہ کی رات کو روحیں آپس میں بیٹھتی اور کلام کرتی ہیں۔ (شرح الصدور للسیوطی صفحہ ۲۲۴)

علامہ یافعی کے حوالہ سے شرح الصدور میں ہے کہ جہنم جمعہ کی رات عذاب سے محفوظ رہتی ہے جمعہ کی برکت کی وجہ سے، نسفی نے تو یہاں تک کہا کہ جمعہ کے دن اور رات میں کافر سے بھی عذاب اٹھالیا جاتا ہے، حتیٰ کہ رمضان میں بھی۔ (شرح الصدور صفحہ ۱۸۱)

سفر السعادہ میں ہے کہ جمعہ کے دن کی یہ خصوصیت ہے کہ مؤمنین کی روحیں اپنی قبروں میں آ جاتی ہیں جو ان کی زیارت کو جاتا ہے ان کو یہ پہچان لیتے ہیں بمقابلہ دوسرے دنوں کے۔

(برحاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۵۹، شرح الصدور صفحہ ۳۵۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اور دنوں صرف پیش کردہ اطلاع کے ساتھ مل جاتا ہے یا اجمالی علم ہوتا ہے اور جمعہ کے دن تفصیلی علم اور تعارف ہوتا ہے۔

جمعہ کے دن موت کی فضیلت

جمعہ کے دن موت سے فتنہ قبر سے محفوظ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے اللہ پاک اسے فتنہ قبر سے بچا دے گا۔

(ترمذی صفحہ ۲۰۵، مسند احمد مرتب جلد ۶ صفحہ ۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۷۹، ابن عبدالرزاق)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن مر جائے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (مجمع صفحہ ۳۱۹، شرح الصدور، بیہقی)

جو جمعہ کے دن انتقال کر جائے عذاب قبر سے بھی محفوظ اور شہادت کا ثواب بھی

حضرت ایاس بن بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن انتقال کرے گا اس کے لئے شہید کا ثواب ہوگا اور وہ فتنہ قبر سے محفوظ رہے گا۔ (حمید، مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۴۱، مرقات جلد ۳ صفحہ ۲۴۲)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات (جمعرات دن کے بعد والی رات) انتقال کر جائے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا اور قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس پر شہداء کی مہر لگی ہوگی۔ (مرقات صفحہ ۲۴۲، مرقاۃ صفحہ ۵۵۴۴)

ابن شہاب نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قول مبارک نقل کیا ہے کہ جمعہ کی رات یا دن میں مر جائے تو فتنہ قبر

سے محفوظ رہے گا اور شہید لکھا جائے گا۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۶۹)

حساب بھی نہیں اور شہادت کا بھی مرتبہ

حضرت عطاء سے منقول ہے کہ جو مسلمان مرد یا عورت جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں انتقال کر جائے وہ عذاب قبر سے اور فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا اور اس پر کوئی حساب نہیں اور قیامت کے دن وہ ایسے گواہوں کے ساتھ آئے گا جو گواہی دیں گے یا اس کے پاس شہادت کی مہر ہوگی۔ (مرقاۃ المفاتیح، مرقات صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: شب جمعہ یا جمعہ میں موت کی یہ فضیلت ہے فتنۂ قبر سے مراد عذاب قبر ہے۔ (مرقات)

شارحین مشکوٰۃ نے حکیم ترمذی کے قول کو نقل کیا ہے اس دن کی موت سعادت اور نیک بختی کی دلیل ہے اس دن اسی کی وفات ہوگی جس کے حق میں سعادت مقدر ہوگی۔ (مرقات صفحہ ۲۴۲، مرعات صفحہ ۲۴۲)

معلوم ہوا کہ شب جمعہ یا دن جمعہ کی وفات بڑی مبارک ہے۔

1. ایک یہ کہ وہ سوال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا جس کے وجہ سے وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔
2. شہادت کا ثواب پائے گا۔
3. قیامت میں وہ اپنے گواہوں کے ساتھ آئے گا جو اس کی شہادت دیں گے یا اس پر شہادت کی مہر ہوگی جس کی وجہ سے وہ شہیدوں کے ثواب پانے والوں میں داخل ہو جائے گا۔
4. اس کا حساب بھی نہ ہوگا، بڑی اہم فضیلت ہے کہ عذاب قبر سے محفوظ اور حساب سے بھی بری اللہ پاک محض اپنے فضل سے جمعہ کی موت نصیب فرمائے، آمین۔ اس فضیلت کے پیش نظر جمعہ کی رات یا دن میں کسی بھی وقت انتقال ہو جائے تو اس کی تدفین مغرب کے قبل کر دی جائے تاکہ جمعہ کی فضیلت کو پائے کہ جمعہ کے دن جہنم کا دروازہ بند رہتا ہے، لہٰذا جہنم کی کھڑکی کے نہ کھلنے سے وہ عذاب نار برزخی سے محفوظ رہے گا۔

جمعہ کی نماز میں کون سی سورت کا پڑھنا مسنون ہے

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کو **"سبح اسم ربك الاعلی"** اور **"هل اتاك حديث الغاشية"** پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۰، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۲، الفتح الربانی صفحہ ۱۱۳)

نعمان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ غاشیہ پڑھتے تھے۔ (مسلم صفحہ ۲۸۸، داؤد صفحہ ۱۶۰، نسائی، ابن ماجہ، صفحہ ۷۸، الفتح جلد ۶ صفحہ ۱۱۱، دارمی صفحہ ۳۶۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن سورہ جمعہ پڑھ کر مؤمنین کو ابھارتے تھے اور منافقین پڑھ کر ان کو خوف دلاتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۱، تلخیص صفحہ ۷۶، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۲)

نعمان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین کے دن **"سبح اسم ربك**

الاعلیٰ" اور "ھل اتاك" پڑھا کرتے تھے۔ (دارمی صفحہ ۳۶۸، تلخیص صفحہ ۷۶، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۴)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ جمعہ کی نماز میں کبھی سورہ جمعہ اور منافقین اور کبھی جمعہ اور غاشیہ اور کبھی الاعلیٰ اور غاشیہ پڑھتے تھے، علامہ شعرانی نے مزید یہ بھی لکھا ہے آپ شب جمعہ کی مغرب میں سورہ کافرون سورہ اخلاص اور عشاء میں سورہ جمعہ اور منافقین پڑھتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۹)

شرح احیاء میں ہے کہ آپ ﷺ شب جمعہ کی مغرب میں سورہ کافرون اور سورہ قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۹)

شرح احیاء میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ شب جمعہ کی مغرب میں سورہ کافرون اور سورہ قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور عشاء میں سورہ جمعہ و منافقین پڑھتے تھے۔ (اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)

شب جمعہ میں سورہ دخان کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص شب جمعہ میں سورہ دخان پڑھے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۳، اتحاف جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

سورہ آل عمران کی فضیلت

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ جو رات میں سورہ دخان پڑھے گا اس کے لئے ستر ہزار فرشتے دعاء مغفرت کریں گے۔ جو سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران شب جمعہ میں پڑھے گا اس کا ثواب ساتوں زمین ساتوں آسمان کو گھیر لے گا۔

اور حضرت ابن عباس سے مرفوعاً یہ مروی ہے کہ جو سورہ آل عمران جمعہ کے دن پڑھے گا اس کے لئے فرشتے سورج ڈوبنے تک دعا کرتے رہیں گے۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۴، اتحاف صفحہ ۱۱)

شب جمعہ میں یٰسین کی فضیلت

حضرت ابوامامہ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو شب جمعہ میں سورہ یٰسین پڑھے گا اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۱۴، اتحاف السادہ صفحہ ۲۹۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جو سورہ یٰسین اور صافات شب جمعہ میں پڑھے گا اس کی حاجات پوری ہوں گی۔ (اتحاف صفحہ ۱۱)

جمعہ کے دن صبح کی نماز میں سورہ الم سجدہ اور سورہ دہر پڑھنا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم سجدہ اور "ھل اتی علی الانسان" پڑھا کرتے تھے (بخاری صفحہ ۱۲۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، نسائی، مسند احمد، ابن شیبہ صفحہ ۱۴۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم سجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھتے تھے۔ (مسلم صفحہ ۲۸۸، مسند احمد، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۴۱)

مصعب بن سعید نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدہ اور ہل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن صبح کی نماز میں الم تنزیل اور ہل اتی علی الانسان پڑھا کرتے تھے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۵۹)

طبرانی میں حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ہر جمعہ کو آپ پڑھتے تھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کہ رسول پاک جمعہ کے دن فجر کی جماعت میں الم تنزیل اور حم السجدہ پڑھتے تھے۔

حضرت شعبی کہتے ہیں کہ جب بھی میں حضرت ابن عباس کے پاس رہا تو (دیکھا کہ) انہوں نے الم سجدہ اور ہل اتی جمعہ میں (فجر میں) پڑھا۔ (نیل صفحہ ۲۷۷، ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

حضرت ابراہیم نخعی مستحب سمجھتے تھے کہ جمعہ میں وہ سورتیں پڑھیں جس میں سجدہ ہے (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

ابوالحوص نے بیان کیا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن الم سجدہ اور مفصل کی کوئی سورہ (ہل اتی) پڑھتے تھے۔ (صفحہ ۱۴۰)

جمعہ کی فجر میں صحابہ وتابعین ان دونوں سورتوں کو اہتمام سے پڑھتے چنانچہ اجلہ صحابہ میں ابن مسعود، ابن عباس، حضرت علی، سعید، سعد وقاص حضرت ابو ہریرہ کی روایتیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو روایت کرتے ہیں گزر چکی آپ کے اس عمل اور اہتمام کی روایتیں تمام صحاح ستہ میں اس کے علاوہ دسیوں کتب حدیث میں روایتیں بھری ہیں اسی وجہ سے حضرت ابن عباس حضرت علی تابعین میں حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن علامہ عراقی نے بیان کیا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، ابن مسعود، ابن عمر عبداللہ بن زبیر وغیرہم نے پڑھا اور سجدہ کیا۔ (نیل صفحہ ۲۷۸)

ان سورتوں کا اکثر معمول رکھنا اور کبھی چھوڑنا سنت ہے

حافظ نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مواظبت فرماتے یا اکثر ان سورتوں کو پڑھا کرتے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہمیشہ مواظبت سے پڑھنے کا ذکر ہے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اکثر ائمہ ان احادیث کی وجہ سے ان سورتوں کو مستحب قرار دیتے ہیں امام نخعی، ابن سیرین اہل کوفہ، شوافع حنابلہ اسحاق راہویہ نے کہا انہیں سورتوں کا پڑھنا سنت ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۸۵)

معارف میں نخعی کے حوالے سے ہے کہ ائمہ اربعہ کے نزدیک ان سورتوں کا پڑھنا مستحب ہے۔

(معارف جلد ۴ صفحہ ۴۱۰)

حافظ بن حجر نے بیان کیا کہ اگر ہمیشہ پڑھنے سے لوگوں میں فرضیت کا گمان ہو تو کبھی چھوڑ دے ابن عربی نے بیان کیا کہ اکثر پڑھو گے کبھی چھوڑ دے۔ (فتح الباری جلد۲ صفحہ ۳۷۸)

بکثرت صحابہ کرام سے متعدد روایتوں میں صحیح، حسن، ضعیف تمام قسم کی احادیث میں آپ سے جمعہ کے دن صبح کی فرض نماز میں الم سجدہ اور دوسری میں سورہ دہر کا پڑھنا منقول ہے اس پر صحابہ، تابعین اور اسلاف کرام کا عمل چلا آ رہا ہے۔

اور اہل علم ارباب فقہ وفتاویٰ کا صالحین مشائخ کا اس پر تعامل چلا آ رہا ہے حرمین شریفین میں اس کا اہتمام ہے حج مبارک کے موقعہ پر جہاں لاکھوں کا ازدحام ہوتا ہے، امام الحرمین شریفین کے ان سورتوں کے پڑھنے کا معمول ہے خیال رہے کہ بعض مساجد کے ذمہ دار یا امام جہالت و نادانی کی وجہ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ امامت اور جماعت میں تخفیف کا حکم ہے اور یہ سورتیں لمبی ہو جاتی ہیں یہ شریعت اور سنت سے جہالت کی بات ہے جس رسول اور شارع علیہ السلام نے تخفیف کا حکم دیا ہے، اسی نے ان سورتوں کو پڑھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ تخفیف سے خارج نہیں، فقہاء کرام نے بیان کیا ہے مسنون قرأت تخفیف کے ذیل میں داخل ہے پھر جب سنت سے ثابت ہے اور آپ نے جو شریعت کی سب سے زیادہ رعایت کرنے والے تھے پڑھا ہے تو پھر اپنی رائے کو دخل دینا اور اسے تخفیف کے خلاف سمجھنا درست نہیں۔

ان سورتوں کا ہمیشہ یا اکثر پڑھنا باعث کراہت نہیں

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں احناف کے اس اصول کی کہ نماز میں کوئی سورت متعین کرنا مکروہ ہے وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ اسے حتمی اور واجبی سمجھے کہ دوسری سورت کو کافی اور درست نہ سمجھے، اگر اس نیت سے پڑھے کہ آپ نے پڑھا ہے تو مکروہ نہیں محیط میں ہے کہ کبھی دوسری سورہ بھی پڑھ لے تا کہ جہلا یہ نہ سمجھیں کہ اس کے علاوہ جائز نہیں۔ (عمدہ صفحہ ۱۸۵)

حافظ ابن حجر نے بھی محیط کے حوالہ سے بیان کیا کہ دوام پر کراہت اس وقت ہے جب کہ ان سورتوں کا پڑھنا واجب قرار دے ہاں کبھی چھوڑ بھی دے تا کہ جاہل یہ نہ سمجھیں کہ اس کے علاوہ درست نہیں۔

(فتح جلد۲ صفحہ ۳۷۹)

علامہ شامی نے بیان کیا کہ دوام پر کراہت اس وقت ہے جب کہ ان سورتوں کو ایسا واجب سمجھے کہ اس کے بغیر نماز ہی نہ ہوگی۔ (صفحہ ۴۴)

ظاہر ہے کہ ایسا واجب کوئی نہیں سمجھتا، **فلا کراهة في الاكثار۔**

معلوم رہے کہ ان سورتوں کو پورا پڑھنا مسنون ہے بعض لوگ آدھی سورت پر اکتفا کر لیتے ہیں سو اس سے

سنت ادا نہ ہوگی چنانچہ حافظ نے ذکر کیا ہے کہ ایک رکعت میں پوری سورہ پڑھے۔ (فتح صفحہ ۳۷۸)

افسوس! آج اس سنت پر عمل متروک ہے غفلت اور نادانی کی وجہ سے یہ سنت چھوٹ گئی ہے اولاً تو مساجد کے امام حافظ یا قاری اس سنت سے واقف نہیں ہوتے اگر ہوتے ہیں تو مقتدیوں کے اعتراض کے خوف سے اس سنت کو چھوڑ دیتے ہیں بھلا اس مسنون عمل پر کیا اعتراض بھلا آپ کی اس پر کسی مؤمن کے لئے کراہت کی بات ہوسکتی ہے، ہرگز نہیں سنت پر تو عمل اور مضبوطی سے پکڑنے کا حکم ہے اس سے تو اور خوش ہونا چاہئے کہ نماز سنت کے مطابق ہورہی ہے جس سے ثواب زیادہ ہوگا۔

اہم مساجد، دینی مراکز و مدارس میں اس سنت پر اہتمام سے عمل کرنا چاہئے مدارس کی مساجد میں اس کا خیال نہ رکھنا بڑی محرومی کی بات ہے، جب ان اہم مراکز میں عمل ہوگا تو دوسرے لوگ اس کی اقتدا کریں گے اور جانیں گے کہ ہاں سنت ہے اور جب ان مدارس کی مساجد میں سنتوں پر عمل نہ ہوگا اور ان مراکز سے سنت کی ترویج نہ ہوگی تو پھر کہاں سے ہوگی مساجد میں ایسے امام کا انتخاب ہو جو حافظ، قاری و پابند سنت ہو، تاکہ سنت کے مطابق نماز ہو۔

جمعہ کی نماز کے لئے پیدل جانا مستحب ہے اور باعث فضیلت ہے

حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن اہتمام سے غسل کرے صبح جلد از جلد چلا جائے اور پیدل جائے سوار نہ ہو اور امام کے قریب رہے اور غور سے خطبہ سنے اور کوئی لغو کا کام نہ کرے تو اس کے لئے ہر قدم پر ایک سال روزے اور نماز کا ثواب ملے گا۔

(شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۴۲، ابوداؤد صفحہ ۱۱۱، ترمذی صفحہ ۱۱۱، نسائی، ابن ماجہ صفحہ ۷۶، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: امام نووی نے لکھا ہے کہ جمعہ کے لئے پیدل جانا سنت ہے شوافع اور جمہور علماء حضرات صحابہ اور تابعین اسی کے قائل ہیں۔

ابن منذر نے لکھا ہے کہ نماز کے لئے پیدل جانا زید بن ثابت، انس بن مالک، ابوثور احمد اور منذر کے نزدیک مختار ہے۔ (شرح مہذب صفحہ ۵۴۲)

خیال رہے کہ اس حدیث بالا میں ہے کہ جمعہ کے لئے پیدل جائے سوار نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے جانے والا اس فضیلت کا حامل اس وقت ہوگا جب کہ یہ پیدل جائے ہاں مگر یہ کہ کوئی عذر مرض وغیرہ ہو تو پھر اجازت ہے۔ (اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۵)

شہروں میں جن لوگوں کو اپنی سواری کی سہولت ہے آپ دیکھیں گے ذرا سا بھی فاصلہ ہوتا ہے تو وہ سواری سے جاتے ہیں یہ خلاف سنت پیدل چلنے کے عظیم ثواب سے محروم رہتے ہیں، آج کے اس دور میں متمدن ملکوں

اور علاقوں میں تو نماز کے لئے بھی پیدل جانا معیوب ہوگیا ہے جمعہ عیدین میں سواری کار، موٹر سائیکل سے جاتے ہیں، قریب ہوتو بہتر نہیں بہت بڑے ثواب سے محرومی کا باعث ہے قدم کی نیکی کا ثواب اس سے نہیں ملتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے مسجد پیدل جایا کرو تم سے جو بہتر تھے حضرت ابوبکر حضرت عمر، حضرات مہاجرین وانصار پیدل جایا کرتے تھے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی بات صدقہ ہے مسجد کی جانب پیدل جانا صدقہ ہے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۲۹)

علامہ زبیدی نے شرح احیاء میں لکھا ہے کہ تمام عبادت عید، بقرعید، جنازہ، مریض کی عیادت میں پیدل جانا سنت ہے ہاں طویل سفر ہے جیسے حج تو اس میں سواری سے جانا سنت ہے اسی طرح اگر ازدحام ہو یا جامع مسجد دور ہو پیدل جانے سے وقت (یا جماعت کے نہ ملنے اور) فوت ہوجانے کا اندیشہ ہوتب گنجائش ہے۔
(اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ۲۵۵)

جمعہ کے دن مسجد کی صفائی اور دھونی دینا مسنون ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن مسجد میں دھونی (خوشبو کی دھونی) دینے فرمایا۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۱۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہر جمعہ کو مسجد نبوی میں خوشبو کی دھونی دی جاتی تھی۔
(مجمع جلد۲ صفحہ۱۱)

سفر السعادہ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعہ کو مسجد میں خوشبو کی دھونی دینے کا حکم دیتے۔
(بر کشف الغمہ صفحہ۱۴۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد میں عود کی دھونی دیتے تو جمعہ کے دن دیتے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۴۴)

حضرت ابن عمر نے سعید بن زید کو کہا کہ وہ جمعہ کے دن دھونی دے دیا کریں۔ (سنن کبریٰ صفحہ۱۱)

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن مسجد میں دھونی دینے کو فرمایا۔ (ابن ماجہ صفحہ۵۴، کنز العمال جلد۷ صفحہ۲۶۷)

فائدہ: جمعہ کا دن مبارک اور مسجد میں ازدحام کا دن ہے ایسے موقعہ پر خوشبو کا اہتمام ہو کیونکہ گندگی کو دور کرتا ہے طبیعت میں حلاوت اور نشاط پیدا کرتا ہے۔

ہر جمعہ کو مسجد کی اہتمام سے صفائی کی جائے فرش اور صف جھاڑ دی جائیں، وضو خانہ وغیرہ صاف کر دیا

جائے، اب دھونی کے بجائے اگربتی کا رواج ہے لہٰذا اگربتی جا بجا سلگا دی جائے سفر السعادۃ میں ہے کہ جمعہ کے دن مسجد میں بخور کا جلانا، خوشبو کا سلگانا مستحب ہے۔

جمعہ کی سنتوں کے متعلق احادیث و آثار

سب سے پہلے تحیۃ المسجد پڑھے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے قبل دو رکعت پڑھتے اور جمعہ کے بعد دو رکعت حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک مت بیٹھو تاوقتیکہ دو رکعت نماز نہ پڑھ لو۔ (صحاح ستہ)

شرح احیاء میں ہے کہ جب جامع مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز پڑھ لو (اگر امام خطبہ نہ دے رہا ہو تب)۔ (اتحاف صفحہ ۲۹۶)

جمعہ کی نماز دو رکعت جماعت کے ساتھ ہو

حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے سفر کی دو رکعت ہے چاشت کی دو رکعت ہے عید کی دو رکعت ہے جمعہ کی دو رکعت ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۷، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۰۷)

فَائِدَہ: جمعہ کی نماز دو رکعت ہے آپ ﷺ ہمیشہ جمعہ کی دو رکعت پڑھتے اسی طرح خلفاء راشدین حضرات صحابہ کرام تابعین عظام کا عمل رہا اور اسی پر امت کا تعامل ہے۔ اس کے خلاف ظہر کی چار رکعت پڑھنا یا سمجھنا درست نہیں جمعہ کی یہ دو رکعت نماز جماعت اور خطبہ کے ساتھ ہے اگر جماعت نہ ہو تو تنہا پڑھنے پر چار رکعت ظہر کی پڑھی جائے گی اس لئے جہاں جمعہ کی جماعت نہیں ہوئی وہاں ظہر پڑھی جائے گی۔

جمعہ سے قبل چار رکعت ایک سلام سے آپ ﷺ پڑھتے

حضرت ابوعبیدہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے قبل چار رکعت اور اس کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۵۰)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ سے قبل چار رکعت سنت پڑھتے تھے اور فصل نہ فرماتے (بلکہ ایک سلام سے پڑھتے)۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۹، تلخیص صفحہ ۷۹، نیل الاوطار صفحہ ۲۵۴)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ کی نماز کے لئے آئے وہ جمعہ سے قبل چار پڑھے اور جمعہ کے بعد چار پڑھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر جمعہ سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے۔ (طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۹۹)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ (اتحاف السادۃ صفحہ ۲۷۶)

حضرت ابراہیم نخعی جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۳۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مرفوع روایت میں ہے کہ جو جمعہ سے پہلے پڑھے تو چار رکعت پڑھے اور جمعہ کے بعد پڑھے تو چار پڑھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے پہلے چار اور جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھتے تھے۔ (کنز جلد ۷ صفحہ ۳۴۹)

فائدہ: جمعہ سے قبل بھی چار رکعت سنت ہے بعض حضرات نے جمعہ سے قبل سنت سے انکار کیا ہے، امام بخاری نے باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ وقبلہا قائم کر کے جمعہ سے قبل بھی نماز کی سُنیت و مشروعیت کی طرف اشارہ کیا ہے اور سنت ظہر پر قیاس کیا ہے امام نووی نے بھی چار رکعت قبل جمعہ مستحب قرار دیا ہے، ابن ابی شیبہ نے بھی الصلوٰۃ قبل الجمعۃ پر باب قائم کیا ہے۔ (صفحہ ۱۳۰)

اور حضرت ابن مسعود کے عمل مذکور کو پیش کر کے چار رکعت کے سنت کی طرف اشارہ کیا ہے یہی قول احناف کا بھی ہے۔ (اتحاف السادہ جلد ۲ صفحہ ۲۷۶)

جمعہ کے بعد کی سنتیں دو رکعت

حضرت سالم نے اپنے والد سے روایت کی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت پڑھتے تھے۔
(مسلم صفحہ ۲۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۷۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ جمعہ کے بعد کوئی نماز نہ پڑھتے یہاں تک کہ گھر آ کر دو رکعت پڑھتے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد دو رکعت گھر ہی میں پڑھتے تھے۔ (طحاوی صفحہ ۱۹۸، ابوداؤد، صفحہ ۱۶۱، نسائی صفحہ ۲۱۱)

حضرت نافع نے بیان کیا کہ حضرت ابن عمر جب جمعہ سے لوٹتے تو گھر میں دو رکعت پڑھتے اور کہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۲۶، مسلم)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے بعد گھر تشریف لا کر دو رکعت پڑھتے۔ (صفحہ ۴۴۰)

چار رکعت

یعنی آپ کبھی گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے یا تو مسجد میں چار رکعت کے بعد یا ابتداءً دونوں احتمال ہے ابن قیم نے لکھا ہے مسجد میں پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے گھر آ کر پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے۔

ابن عبیدہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے قبل چار رکعت اور جمعہ کے بعد

چار رکعت پڑھتے تھے۔ (طبرانی، عمدۃ القاری صفحہ ۲۵۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے قبل چار رکعت اور جمعہ کے بعد چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے جمعہ کے بعد نماز پڑھے تو چار رکعت پڑھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے جمعہ کے بعد امت کو چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا اور صحیح روایت میں آپ سے جمعہ کے بعد دو رکعت بھی ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمعہ کی دو رکعت سنت گھر میں پڑھنا ثابت ہے، اس لئے گھر میں آکر پڑھنا بہتر ہے اور مسجد میں بھی علامہ ابن قیم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ جب وہ مسجد میں پڑھتے تو چار رکعت پڑھتے اور گھر میں پڑھتے تو دو رکعت پڑھتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۴۰)

شرح مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابن مسعود، علقمہ، نخعی، اسحاق اور امام ابوحنیفہ چار رکعت کے قائل ہیں۔
(الفتح جلد ۶ صفحہ ۱۱۷)

اسی طرح امام شافعی نے کتاب الام میں چار رکعت ذکر کیا ہے۔ (الفتح)

چھ رکعت

حضرت ابواسحٰق نے بیان کیا کہ عطا نے بکثرت مجھ سے یہ روایت کی کہ میں نے حضرت ابن عمر کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھی جب جمعہ کی نماز پڑھ لی تو کھڑے ہوئے اور دو رکعت پڑھی پھر کھڑے ہوئے چار رکعت پڑھی امام طحاوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر جمعہ کے بعد دو رکعت اور پھر چار رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود ہم لوگوں کو چار پڑھنے کا حکم دیتے تھے جب حضرت علی تشریف لائے تو انہوں نے بتایا کہ چھ رکعت پڑھو۔ (طحاوی صفحہ ۱۹۹، ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۴۷)

قتادہ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود جمعہ کے بعد چھ رکعت پڑھتے تھے۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

شرح مسند احمد میں ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابوموسیٰ، حضرت عطا، حضرت سفیان ثوری اور حضرت امام ابویوسف چھ رکعت کے قائل ہیں البتہ امام یوسف اولاً چار رکعت پھر دو رکعت پڑھنے کو کہتے ہیں۔
(الفتح الربانی صفحہ ۱۱۷)

امام احمد بن حنبل کا بھی ایک قول چھ رکعت کا ہے، عطا بن ابی رباح نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھا کہ جب جمعہ سے فارغ ہوئے تو تھوڑا مصلیٰ سے ہٹ کر دو رکعت پڑھی پھر آگے بڑھے اور چار رکعت پڑھی۔
(ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۴۷)

امام طحاوی نے بھی چھ رکعت کو مختار مانا ہے امام ابو یوسف چار رکعت پہلے پڑھنے کے اس وجہ سے قائل تھے کہ دو رکعت پڑھنے سے مثل نماز جمعہ کے نہ ہو جائے۔ (بذل جلد۲ صفحہ۱۹۹)

مصنف ابن عبدالرزاق میں اسی قول کو تسلیم کیا ہے خیال رہے کہ اولا چار رکعت ہی پڑھنا اولیٰ ہے اور اسی پر امت کا تعامل بھی ہے، معارف السنن میں ہے کہ امام ابو یوسف اور امام طحاوی جمعہ کے پہلے چار رکعت کے قائل ہیں اسی کے اکثر مشائخ قائل ہیں۔ (صفحہ۴۱۵)

شرح ترمذی میں ہے کہ چھ رکعت پڑھنے کے قائلین حضرت علی ابن عمر ابو موسیٰ اور یہی رائے عطا اور ثوری اور امام ابو یوسف کی ہے ہاں مگر امام ابو یوسف چار رکعت کی تقدیم کے قائل ہیں۔ (معارف السنن جلد۴ صفحہ۴۱۱)

المعتصر کے حوالہ سے معارف السنن میں آپ ﷺ سے بھی ایک روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ جب جمعہ پڑھتے تو اس کے بعد دو رکعت پڑھتے پھر چار رکعت پڑھتے۔ (معارف جلد۴ صفحہ۴۱۴)

اسی وجہ سے امام ترمذی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے سنن میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے جمعہ کے بعد اولاً دو پھر چار رکعت نقل کیا ہے اور یہی قول سفیان ثوری اور امیر المومنین عبداللہ بن المبارک کا ذکر کیا ہے۔

(سنن ترمذی جلد۱ صفحہ۱۱۸)

جس نے جمعہ کی نماز میں تشہد پالیا اس نے جمعہ پالیا

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے ایک رکعت پالی اس نے پوری نماز پالی۔ (سنن ترمذی صفحہ۱۱۸، ابن ماجہ صفحہ۷۸)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی اس نے نماز (جمعہ پالیا)۔ (نسائی صفحہ۲۱۸)

حضرت سالم سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے کسی نماز کی ایک رکعت کو پالیا اس نے نماز پالی ہاں مگر یہ کہ فوت شدہ کی قضاء کرے۔ (نسائی صفحہ۲۱۸، معارف السنن جلد۴ صفحہ۴۱۹، اعلاء السنن صفحہ۶۴)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت یا اس کے علاوہ (تشہد آخری رکوع سجود) پالیا تو باقی نمازیں ملا کر پوری کرلے پس اس کی نماز پوری ہوگئی۔ (تحفۃ الاحوذی جلد۱ صفحہ۳۷۲)

حضرت ابوداؤد سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو جمعہ میں امام کو تشہد میں پالے اس نے گویا جمعہ پالیا۔ (بدائع، معارف السنن صفحہ۴۱۹)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ جس نے تشہد پالیا اس نے گویا نماز پالی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ، اعلاء السنن صفحہ۶۴)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے امام کو سلام سے پہلے

تشہد میں پالیا اس نے نماز پالی۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

فائدہ: جمعہ کی فضیلت اور اہمیت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ خطبہ اور اذان سے پہلے جائے خدانخواستہ کبھی ایسا ہو جائے کہ صرف دوسری رکعت یا تشہد ہی ملے تب بھی اس کا جمعہ ہوگیا الگ سے ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ دار قطنی کی حدیث ابوہریرہ سے معلوم ہوا۔

علامہ عینی نے بیان کیا ہے حدیث پاک میں مذکور ایک رکعت سے مراد بعض الصلوٰۃ ہے، اور تشہد کا پانے والا نماز کا پانے والا ہے۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۱۸)

چنانچہ احناف میں شیخین کا قول ہے کہ تشہد میں جو شریک ہو اس نے جمعہ پا لیا (معارف) لہٰذا اسے جمعہ کے علاوہ ظہر کی ضرورت نہیں، ہاں البتہ اگر امام نے سلام پھیرلیا تو پھر اسے ظہر پڑھنی ہوگی یا شہر میں دوسری جگہ جمعہ ہوتا ہو تو وہاں شریک ہو جائے۔

شرح ترمذی میں ہے کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی یا تشہد پا لیا تو بقیہ رکعت پوری کرے، ظہر نہ پڑھے۔ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۲۷۲)

جمعہ کے لئے اذان سے پہلے جلد از جلد جانا سنت ہے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ جمعہ کے دن پہلے جلد از جلد جانے والا ایسا ہے جیسے ہدی کے لئے اونٹ بھیجنے والا پھر اس کے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے ہدی (قربانی کے لئے مکہ میں) بکری بھیجنے والا پھر اس کے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے بطخ صدقہ کرنے والا پھر اس کے بعد آنے والا ایسا ہے جیسے انڈا صدقہ کرنے والا۔ (نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

فائدہ: اس حدیث میں سب سے پہلے جلد جانے والے کے لئے مکہ مکرمہ میں اونٹ کی قربانی کا ثواب کہا گیا ہے ظاہر ہے یہ فضیلت اسی کو ملے گی جو سب سے پہلے اور جلدی یعنی اذان سے قبل بلکہ زوال سے قبل ہی جائے گا۔

اوس بن اوس ثقفی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو غسل کرائے اور غسل کرے اور صبح جلد از جلد جائے اور امام کے قریب بیٹھے اور خاموش بیٹھے اور کوئی ادھر اُدھر کا کام نہ کرے تو اسے ہر قدم پر ایک سال روزے کا اور ایک سال نماز کا ثواب ملے گا۔ (نسائی صفحہ ۲، ترمذی صفحہ ۱۱۱)

اس حدیث پاک میں جلد سے جلد جانے امام کے قریب بیٹھنے کا بہت بڑا ثواب ذکر کیا گیا ہے۔

فائدہ: جمہور نے دن کے اول حصہ میں جانا مراد لیا ہے، ملا علی قاری نے بیان کیا کہ پہلے جا کر ذکر، نفل اور انتظار میں رہنے کی ترغیب ہے ظاہر ہے کہ زوال کے بعد یہ کہاں حاصل ہوگا۔ (مرقاۃ صفحہ ۲۵۲)

فَائِدَۃ: شرح منیہ المصلی میں ہے کہ جمعہ کے لئے تبکیر "جلد از جلد" مسجد میں (زوال سے قبل) جانا مستحب ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۵۰)

محدثین نے "التبکیر فی الجمعہ" کا باب قائم کیا ہے جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ جمعہ کے لئے جلد از جلد جانا سنت باعث فضیلت ہے، کبیری نے اوپر کی دونوں حدیثوں کو ذکر کر کے تبکیر اول وقت کے استحباب کو ثابت کیا ہے۔ (صفحہ ۵۵۰)

شرح ترمذی میں ہے کہ تمام علماء جمہور کے نزدیک تبکیر دن کے شروع میں جانا مستحب ہے۔
(معارف السنن صفحہ ۳۳۶، شرح مہذب نووی جلد ۴ صفحہ ۵۴۳)

سب سے پہلی بدعت جمعہ کے لئے جلدی نہ جانا ہے

ملا علی قاری نے شرح مرقات میں بیان کیا ہے کہ پہلی بدعت (منکر امر) جو امت میں رائج ہوئی وہ جمعہ میں جلدی نہ جا کر دیر سے جانا ہے۔ (مرقات المفاتیح صفحہ ۲۵۲، کبیری صفحہ ۵۵۹)

فَائِدَۃ: چنانچہ جمعہ کے دن لوگ بڑی جسارت سے اذان کے بعد دنیاوی کام دکانداری وغیرہ میں لگے رہتے ہیں بڑے افسوس کی بات ہے بعض لوگ تو اذان کے بعد نہانے دھونے اور نظافت اختیار کرتے ہیں ایسی صورت میں یقیناً وہ خطبہ کے وقت یا خطبہ کے بعد پہنچیں گے ایمان کا تقاضہ ہے کہ جمعہ کی تیاری بہت پہلے سے شروع کریں اور اذان سے قبل مسجد میں جا کر صلوٰۃ التسبیح، ذکر، تلاوت اور درود میں مشغول رہیں، بہتر تو یہ ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ سے قبل کبھی دنیاوی کام میں مشغول ہی نہ ہوں جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد مشغول ہوں۔

جمعہ کے دن دیر سے آنے والوں کے متعلق ملائکہ کی تفتیش

عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرات ملائکہ جمعہ کے دن مسجد کے دروازوں پر بھیج دیئے جاتے ہیں جو آنے والوں کو لکھتے ہیں۔ جب امام نکل آتا ہے (منبر کی طرف خطبہ کے لئے) تو وہ رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور (دیر سے آنے والے کے متعلق) ملائکہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں، فلاں کو کیوں دیر ہوگئی، تو فرشتہ (دوسرا) کہتا ہے اے اللہ اگر وہ گمراہی میں پڑ گیا ہے تو اسے ہدایت عطا فرما اور اگر مرض میں مبتلا ہے تو اسے صحت عطا فرما۔ اور اگر غربت میں پڑا ہے تو اسے غنی بنا دے۔
(صحیح ابن خزیمہ صفحہ ۱۳۵)

بعض روایتوں میں اس طرح آیا ہے کہ جب جمعہ کے دن وہ تاخیر کرتے ہیں تو ملائکہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے فلاں نے دیر کر دی (خطبہ سے پہلے نہیں آئے ان کا نام رجسٹر میں نہیں آیا) پس وہ ان کے بارے میں (دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں) اے اللہ دیر سے آنے کی وجہ ان کا غریب ہونا ہے تو ان کو غنی کر

دیجئے اور مرض و بیماری ہے تو اس کو صحت دیجئے، کوئی مصروفیت ہے تو اسے فارغ کر دیجئے، اگر لہو غفلت ہے تو اس پر توجہ کیجئے یہاں تک کہ وہ دل سے آپ کی طاعت کی جانب متوجہ ہو جائے۔ (اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ۲۵۹)

فَائِدَۃ: دیکھئے اس روایت میں فرشتے از راہ محبت دیر سے آنے والوں کو دریافت کرتے ہیں آخر وہ پہلے کیوں نہیں آئے کیا وجہ ہے ان کا نام رجسٹر ثواب میں نہ آسکا، اس کے بعد وہ ان کے حق میں دعا کرنے لگ جاتے ہیں چونکہ ان کو از راہ شفقت رحم آجاتا ہے وہ پہلے آنے کے عظیم ثواب سے محروم ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن مسجد میں جلد از جلد آنا ثواب عظیم کا باعث ہے۔

عاجز کے نزدیک یہ تفتیش اور دریافت اس شخص کے متعلق ہو سکتی ہے جو پہلے اور جلد آنے کے عادی تھے مگر کسی عذر وغیرہ کی وجہ سے نہ آسکے وہ لوگ جو ہمیشہ ہی دیر سے آنے کے عادی ہیں اور جماعت کے وقت آتے ہیں ان کے متعلق کیا سوال کی ضرورت پیش آئے گی ان کی عادت تو خود ہی جواب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ حضرات ملائکہ کو صالحین عبادت گزار کے ساتھ کتنا تعلق ہے۔

امام کے قریب سے قریب بیٹھنا مستحب ہے

حضرت سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جمعہ میں حاضر ہوا کرو اور امام سے قریب بیٹھا کرو جو امام سے دوری اختیار کرے گا وہ جنت میں بھی دور پیچھے رہے گا گو جنت میں داخل ہو جائے۔

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۳۸، احمد، کنز جلد۸ صفحہ۳۴۷، مجمع جلد۲ صفحہ۱۷۷)

حضرت ابوطلحہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو غسل کرے اور اہل کو کرائے (بیوی کو) جمعہ کے دن اور دن میں جلد از جلد جائے اور امام کے قریب جا بیٹھے خاموش رہے (خطبہ کے وقت) کوئی لغو حرکت نہ کرے ہر قدم کے بدلے جو مسجد کی طرف اٹھے ایک سال کے روزے کا اور ایک سال کی نماز کا ثواب ملتا ہے۔ (مجمع الزوائد صفحہ۱۷۸)

فَائِدَۃ: جمعہ کے دن دیگر دوسرے مسنون و مستحب امور کے ساتھ امام کے قریب بیٹھنے کا ذکر اور اس کی ترغیب ہے۔

ظاہر ہے کہ امام کے قریب بہت جلد ہی آنے والا بیٹھ سکتا ہے، شرح احیاء نے جمعہ کی ان فضیلت اور ثواب جس کا ذکر مختلف احادیث میں ہے جمع کر کے پندرہ شرطیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک امام کے قریب بیٹھنا بھی ہے۔ (شرح احیاء صفحہ۲۶۵)

مجمع الزوائد میں حضرت کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قریب بیٹھنے والے کو دگنا اور دور بیٹھنے والے کو ایک گنا ثواب ملتا ہے۔ (جلد۲ صفحہ۱۷۷)

امام کے قریب بیٹھنے والا جہاں امام کے قریب ہونے کو حاصل کرتا ہے وہاں مسجد کے افضل ترین جگہ کا بھی پانے والا ہوتا ہے، شرح مہذب میں امام نووی نے لکھا ہے کہ امام کے قریب بیٹھنا مستحب ہے۔ (جلد۲صفحہ۵۴۵)

کہ مسجد میں سب سے افضل ترین صف اول کا وہ مقام جو امام کے بالکل پیچھے ہوتا ہے، شرح مسند احمد میں ہے کہ جو یہ چاہے کہ جنت کے درجات میں سبقت کرے اور اونچے مرتبہ پر رہے وہ جمعہ میں چلا جائے اور امام کے نزدیک تر بیٹھے۔ (الفتح الربانی جلد۲صفحہ۲۳)

جمعہ میں دیر سے آنے والے شیاطین کے پھندے اور اس کے پھیرے میں

عطا خراسانی کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے منبر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب جمعہ کا دن ہو جاتا ہے تو شیاطین اپنے جھنڈوں کو لے کر بازار کی طرف نکل جاتے ہیں اور لوگوں پر روکنے والی چیزیں پھینکتے ہیں (دنیاوی مصروفیت اور مشاغل میں غفلت کے ساتھ لگا دیتے ہیں) ان کو جمعہ میں (جلدی آنے سے) روکنے کے لئے (جس کے نتیجہ میں وہ جمعہ میں دیر سے آتے ہیں۔

(عمدۃ القاری صفحہ۱۷۳، مجمع الزوائد صفحہ، ترغیب صفحہ۵۰۰)

فائدہ: ادھر حضرات فرشتے مسجد کے دروازوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں تا کہ جلد از جلد آنے والوں کا نام لکھیں ادھر شیاطین لوگوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور دنیا کے مشاغل میں پھنسا دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ عین نماز شروع ہونے کے وقت آتے ہیں حالانکہ جمعہ کی اذان کے بعد اچھا خاصہ وقت ملتا ہے ادھر جمعہ کی اذان کے بعد مزدوری دوکانداری دنیاوی سارے دھندے ناجائز ہو جاتے ہیں، اس کے باوجود وہ لگے رہتے ہیں گویا شیاطین کے شکاری ہیں اس کے شکار اور پھندے میں پھنس کر آخرت کی دولت کو کھو بیٹھتے ہیں۔

جمعہ کے دن اول وقت جانے سے کیا مراد ہے اس کی تفصیل

بکثرت صحیح احادیث پاک میں یہ مرقوم ہے کہ جمعہ کے دن اول وقت جلد از جلد پہلے جانے والے کو حرم میں اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے، اس لئے حدیث پاک میں لفظ "**التبکیر، التھجیر، الرواح**" کا لفظ آیا ہے اس کی تفصیل اور مراد میں شارحین نے اہل علم کے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔

1. دن کا اول وقت طلوع شمس کے بعد مراد ہے. راح کے معنی دن کے شروع حصہ میں جانا ہے جمہور علماء نے تکبیر کے معنی (جو جمعہ کی حدیث میں ہے) دن کا شروع حصہ لیا ہے۔ امام شافعی اور ابن حبیب مالکی اس کے قائل ہیں۔

امام شافعی کے یہاں وقت مرغوب اور وقت فضیلت یہی ہے علامہ ماوردی نے اسی کو اصح قرار دیا ہے، امام نووی، رافعی اور رویانی نے اسی کو قبول کیا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ۲۰۲)

مرقاۃ المفاتیح میں ہے کہ اس کو یعنی طلوع شمس کے وقت کو امام ثوری، امام ابوحنیفہ، شافعی اور حنابلہ نے اختیار کیا ہے۔ (صفحہ۴۶۴،استذکار جلد۵صفحہ۹)

❷ دن خوب بلند ہو جانے کا وقت یعنی وقت چاشت اس کو صیدلانی نے اختیار کیا ہے۔

(صفحہ۴۶۴،عمدۃ القاری جلد۶صفحہ۱۷۲)

❸ نصف نہار کا وقت مراد ہے۔ چونکہ حدیث پاک میں التہجیر ہے ہاجرہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی "السیر فی الحر" کے ہیں، شدید گرمی کے وقت چلنا جو زوال سے پہلے اور بعد کو متصلاً شامل ہے۔ (مرقاۃ صفحہ۴۶۵)

زوال شمس کے بعد متصلاً وقت مراد ہے۔ (استذکار جلد۵صفحہ۹)

امام مالک نے فرمایا زوال شمس کے بعد کا نصف قلیل لطیف وقت مراد ہے۔

امام مالک، قاضی حسین اور امام الحرمین نے اس سے مراد زوال کے فوراً بعد سے لے کر امام کے منبر پر بیٹھنے کا وقت مراد لیا ہے اسی کو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اختیار کیا ہے۔ (مرقاۃ صفحہ۴۶۵)

ملاعلی قاری نے بھی لکھا ہے کہ مراد اس سے مسجد کی جانب زوال کے بعد جانا ہے۔ (مرقات صفحہ۲۵۱)

❹ امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ جو اپنے بعد کے اعتبار سے سب سے پہلے مسجد میں آئے وہ اول ہے، یعنی خواہ زوال سے پہلے آئے یا بعد میں۔ (اتحاف،عمدہ صفحہ۱۷۲)

اسی وجہ سے "المتہجر" کا مطلب جلد از جلد آنے والا لکھا جاتا ہے۔

چنانچہ ملاعلی قاری التبکیر کی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حجازی زبان ہے جس کے معنی کسی چیز کی طرف جلد پہل کرنا ہے۔ (مرقات صفحہ۲۰۱)

سب سے پہلی بدعت جوامت میں رائج ہوئی وہ جمعہ کے دن تاخیر سے آنا ہے۔

(مرقات صفحہ۲۵۱،مرقاۃ صفحہ۲۶۴)

اسی وجہ سے علامہ عینی سے ملاعلی قاری نے لکھا ہے کہ زوال کے بعد (تاخیر) سے آنے والا قربانی اور جمعہ کی فضیلت سے محروم رہے گا۔ (عمدۃ صفحہ۱۷۲،مرقات صفحہ۲۵۲)

سنت اور مستحب کی رعایت پر جمعہ کی فضیلت اور ثواب کا حامل ہوگا

حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غسل کرائے اور خود بھی کرے اور جلد از جلد جمعہ کو آئے اور امام کے قریب بیٹھے اور خاموشی سے خطبہ سنے تو اس کے دو جمعہ کے درمیان کے گناہ بلکہ مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بیہقی،اتحاف السادہ جلد۳صفحہ۲۶۳)

حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غسل کرے حسب استطاعت

نظافت اور صفائی حاصل کرے اپنے پاس کا تیل یا اپنے پاس کا خوشبو لگائے (اس کے پاس نہ ہو تو اہل خانہ سے لے کر لگا لے) پھر جمعہ کو آئے اور دو آدمیوں کے بیچ میں گھس کر نہ بیٹھے (جب کہ وہ دونوں ملے بیٹھے ہوں) پھر جتنا ہو سکا نماز (سنت اور نفل) پڑھتا رہا، پھر امام نے جب خطبہ دیا تو خاموشی سے سنتا رہا تو اس کے اس جمعہ اور دوسرے جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (بخاری صفحہ، طحاوی جلدا صفحہ ۲۱۶)

ایک سال کے روزے اور نماز کا ثواب کب ہوگا

حضرت اوس بن ادریس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے غسل کیا اور کرایا اور صبح جلد چلا اور امام کے قریب جا بیٹھا اور خاموش رہا اور ادھر اُدھر کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اسے ہر ایک قدم کے بدلے ایک سال روزے کا اور نماز کا ثواب ملے گا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۶، طحاوی صفحہ ۲۱۶، اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۴، مجمع صفحہ ۱۷۸)

حضرت ابوطلحہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جمعہ کو غسل کرایا (بیوی کو) اور خود غسل کیا اور صبح جلد از جلد چلا امام کے قریب بیٹھا خاموش رہا لغو حرکت نہیں کی اسے مسجد کی جانب جانے کے ہر قدم پر ایک سال روزے اور ایک سال نماز کا ثواب ملے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

فائدہ: اس حدیث پاک میں جمعہ کے مستحبات اور سنن کی رعایت پر ایک سال روزے اور نماز کا ثواب پانے کا ذکر ہے یہ روایت متعدد طرق سے ثابت ہے شرح احیاء میں علامہ زبیدی نے اس کے متعدد طرق اور سند کو ذکر کیا ہے کتنا آسان عمل کتنی بڑی فضیلت۔

پندرہ امور کی رعایت پر جمعہ کا خصوصی ثواب اور فضیلت

خیال رہے کہ یہ جو جمعہ کے اعمال پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ کے گناہ کی معافی اور سال بھر روزے اور نماز کا ثواب ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس صورت میں جب کہ ان سنتوں اور مستحب امور کی رعایت کی جائے گی جو تقریباً پندرہ ہیں

1. غسل کرنا (یا وضو پر بھی)
2. سر کی صفائی
3. کپڑے کی صفائی عمدگی
4. اہل کو غسل کرانا
5. مسواک
6. سر میں تیل لگانا تا کہ بال کی پراگندگی دور ہو جائے

۷ خوشبو لگانا

۸ عمدہ اور اچھے کپڑے پہننا

۹ صبح جلد جانا

۱۰ پیدل جانا

۱۱ گردن نہ پھاندنا

۱۲ دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسنا

۱۳ امام کے قریب ہونا

۱۴ خطبہ دھیان سے سننا

۱۵ کوئی لغو حرکت نہ کرنا اِدھر اُدھر نہ کرنا۔ (اتحاف السادہ جلد۳ صفحہ۲۶۴)

جمعہ کے دن آنے والوں کے ثواب کے مختلف درجات

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جس نے جمعہ کے دن غسل جنابت کی طرح (ذرا اہتمام سے) غسل کیا اور جلد چلا اس نے گویا اونٹ کی قربانی کا ثواب پایا۔ (بخاری صفحہ)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت ہے کہ جمعہ کے دن جلد از جلد جانے والا ایسا ہے جیسے ہدی کا جانور اونٹ قربانی کے لئے (مکہ میں) بھیجا ہو۔ (مسلم صفحہ۲۸۲)

فَائِدَہ: جلد از جلد جو سب سے پہلے مسجد میں جانے والا ہوتا ہے اس کو اتنا ثواب ملتا ہے جتنا کہ اس آدمی جو حرم میں قربانی کے لئے اونٹ بھیجتا ہے، ظاہر ہے حرم کی قربانی وہ بھی اونٹ کی کتنا عظیم ثواب ہے۔ افسوس کے امت اس ثواب کو کھو رہی ہے۔

اذان کے بعد آنے والوں کو جمعہ کا خصوصی ثواب نہیں

ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت کے آخر سہل راوی کی زیادتی نقل کی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو اس کے بعد (خطبہ کے بعد) آتا ہے بس وہ نماز کے لئے آتا ہے یعنی صرف نماز کا ثواب پائے گا (یعنی اسے کوئی زیادہ ثواب جو جمعہ کا ہوتا ہے نہیں ملے گا)۔

فَائِدَہ: اس روایت میں صراحتًا اور دوسری تمام روایتوں سے دلالۃً یہ معلوم ہو رہا ہے کہ خطبہ شروع ہو جانے کے بعد جو لوگ آتے ہیں وہ جمعہ کے خصوصی ثواب اور فضیلت سے محروم رہتے ہیں، افسوس در افسوس کہ امت کا آج بیشتر طبقہ اکثر عوام اذان خطبہ کے بعد خطبہ شروع ہو جانے کے بعد آتے ہیں، معمولی دنیا کے عوض جمعہ کے عظیم ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ دنیا اتنی غالب آگئی ہے جمعہ کی اذان کے بعد دنیاوی کام جو حرام ہے اس میں

مشغول رہتے ہیں عین خطبہ اور جماعت کے وقت آتے ہیں، شرح منیہ میں ہے کہ سب سے پہلی بدعت جو مسلمانوں میں جاری ہے وہ جمعہ کے دن تبکیر (جلد جانے) کا چھوڑنا ہے۔ (صفحہ ۵۵۹)

فرشتے آنے والوں کا نام اور وقت لکھتے ہیں

حضرت ابوہریرہ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا حضرات ملائکہ دروازوں پر لوگوں کا نام اور کس وقت آئے لکھتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں وقت آیا، فلاں امام کے خطبہ کے وقت آیا وغیرہ۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۱۶۷، کنز العمال صفحہ ۲۳۸)

فَائِدَہ: فرشتے جمعہ کے دن اول وقت سے خطبہ ہونے تک آنے والوں کا نام درج کرتے ہیں تاکہ ان کو اسی ترتیب کے اعتبار سے ثواب درج کردیں یہ فرشتے حفظ اور کراما کاتبین کے علاوہ ہوتے ہیں۔

جمعہ کی نماز کے لئے آنے والوں کا مقام اور مرتبہ

حضرت ابن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا سے مرفوعاً مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن آتا ہے تو حمد کا جھنڈا دے کر فرشتوں کو ہر اس مسجد میں جہاں جمعہ ہوتا ہے بھیج دیا جاتا ہے اور حضرت جبرئیل عَلَيْهِ السَّلَام مسجد حرام میں رہتے ہیں، فرشتے کے ساتھ کاتبین فرشتے ہوتے ہیں جن کے چہرے چودھویں رات کی چاند کی طرح روشن رہتے ہیں ان کے ساتھ سونے کے قلم چاندی کی کاپیاں ہوتی ہیں، جس سے وہ لوگوں کے درجات لکھتے ہیں، پس جو امام کے آنے سے پہلے آتا ہے اس کا نام سابقین میں لکھا جاتا ہے (خطبہ میں حاضر) اور جو خطبہ کے بعد (نماز سے قبل) آتا ہے اس کے لئے حاضر جمعہ لکھا جاتا ہے اور جب امام سلام پھیر لیتا ہے تو قوم کے معزز لوگوں سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۷۱، ابوالشیخ کنز جلد ۴ صفحہ ۲۰۷)

حضرت علی رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیاطین بازاروں کی طرف نکل جاتے ہیں اور لوگوں کو روکتے ہیں (یعنی غافل کر کے دنیاوی مشاغل میں لگا رکھتے ہیں) اور فرشتے مساجد کے دروازے پر آ بیٹھتے ہیں اور لوگوں کے نام کو لکھتے ہیں جو پہلے آتے ہیں اسی طرح جو اس کے بعد آتے ہیں یہاں تک کہ امام (خطیب) خطبہ کے لئے آجائے پس جو لوگ امام کے قریب ہوتے ہیں خاموش دھیان لگا بیٹھتے ہیں (خطبہ کے وقت) اور کوئی لغو حرکت نہیں کرتے ہیں ان کو دگنا ثواب ملتا ہے، اور جو دور ہے خاموشی اور دھیان سے (خطبہ) سنا اور کوئی لغو حرکت نہیں کی تو اسے ایک گنا ثواب اور امام کے قریب رہا مگر لغو حرکت کی (اطمینان سے نہ بیٹھا) اور نہ خاموشی سے (خطبہ سنا) تو اسے دگنا گناہ اور جس نے دوسرے سے کہا چپ رہو (خطبہ کے درمیان) تو گویا اس نے کلام کیا اور جس نے کلام کیا اس کا جمعہ نہیں (یعنی ثواب جمعہ نہیں)۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

جمعہ کے دن آمد کی ترتیب سے خدا کی مجلس کی ترتیب

علقمہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن مسعود کے ساتھ جمعہ کی نماز کو چلا تو انہوں نے تین آدمیوں کو اپنے سے پہلے آیا ہوا پایا (حالانکہ یہ جلدی گئے ہوں گے) تو کہا چوتھا نمبر (یعنی ہمارا) اور چوتھائی نمبر کوئی دور نہیں پھر فرمایا میں نے رسول پاک ﷺ سے سنا ہے فرمارہے تھے قیامت کے دن لوگ اللہ کی مجلس میں ترتیب سے بیٹھیں گے جس ترتیب سے وہ جمعہ کے دن مسجد آئے ہوں گے۔ (اتحاف صفحہ ۲۶۰، ابن ماجہ صفحہ، کنز صفحہ ۱۰۷)

فائدہ: جو شخص جمعہ میں پہلے نمبر آنے میں ہوگا اسی طرح وہ سب سے پہلے نمبر پر اللہ کے قریب بیٹھے گا، اسی ترتیب سے دوسرے اور تیسرے، کتنی بڑی فضیلت ہے جمعہ کے دن پہلے اور جلد از جلد آنے کی جسے خدا کے بالکل قریب اول نمبر پر بیٹھنا ہو وہ جمعہ کے دن مسجد میں سب سے پہلے اور اول پہنچ جائے لہٰذا جسے اول آنے کی وجہ سے زیادہ بیٹھنے کا وقت ملے گا وہ دیدار الٰہی کے شرف سے مستفیض ہوگا۔

جمعہ کے اعتبار سے دیدار الٰہی کا شرف

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اہل جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو اپنے اعمال کے اعتبار سے اس میں نزول و قیام کریں گے دنیا کے اعتبار سے جمعہ کے دن کی مقدار وہ دیدار الٰہی کریں گے۔ (ابن ماجہ، ترمذی، نیل الاوطار صفحہ ۲۴۱)

فائدہ: اس حدیث پاک کا واضح مطلب تو یہ ہے کہ چونکہ وہاں ایام دن رات نہیں ہوں گے تو حساب کے اعتبار سے جو دن جمعہ کا پڑے گا اس دن دیدار الٰہی سے نوازے جائیں گے چونکہ دوسری حدیث سے صراحۃً ثابت ہے کہ جمعہ کے دن دیدار الٰہی ہوگا اور اس حدیث کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جمعہ کے اعمال اور عبادت کی مقدار دیدار الٰہی سے نوازے جائیں گے۔

جمعہ کے دن دو مرتبہ اذان سنت ہے

حضرت سائب بن یزید کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن پہلی اذان آپ ﷺ کے عہد میں اس وقت ہوتی تھی جب کہ امام منبر پر بیٹھتا تھا اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں رہا جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں کی کثرت ہوگئی تو دوسری اذان (تکبیر کو شامل کر کے کہا گیا ہے) مقام زوار میں (مسجد سے باہر) زیادہ کی گئی۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵، ترمذی صفحہ ۱۱۵)

خیال رہے کہ عہد نبوت میں منبر کے سامنے جو اذان ہوتی ہے صرف یہی ایک اذان تھی ہمارے زمانہ میں سب سے پہلے اذان ہوتی ہے یہ اس وقت نہیں تھی مکحول کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری اذان کا حضرت

عمر فاروق نے اضافہ کیا چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا، مسلمانوں کی کثرت ہوگئی، تو حضرت عمر نے مؤذنوں کو حکم دیا کہ مسجد کے باہر اذان دیں تا کہ لوگ اذان کو سن سکیں (چونکہ پہلے اذان خطبہ کے وقت ہوتی تھی) پھر ان کو حکم دیا کہ جس طرح عہد نبوی میں عہد ابی بکر میں اذان (ان کے سامنے دیا جاتا تھا) اسی طرح میرے سامنے اذان دیں۔ پھر حضرت نے فرمایا ہم نے اس کی ایجاد کی ہے مسلمانوں کے زائد کثیر ہو جانے کی وجہ سے اور یہ آپ کی سنت ماضیہ ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۱۱)

اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی شہرت ہوگئی اور حضرت عمر کے آخیر زمانہ میں ہونے کی وجہ سے اس کی ترویج نہ ہوسکی۔

زورا، مسجد کے دروازے کے باہر طرف کا نام ہے ابن الطابی نے کہا ایک بڑا سا پتھر تھا جو مسجد کے دروازے پر تھا اسی پر اذان ہوتی تھی۔ (عمدہ صفحہ ۲۱۲)

یہ پہلی اذان حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جاری کردہ ہے، بدعت اور خلاف سنت نہیں چونکہ خلفاء راشدین کا کوئی امر بدعت نہیں ہوتا، آپ نے خود فرمایا "**علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین**" (ابن ماجہ)

یہ حضرات نبی علیہ السلام کے بلاواسطہ فیض یافتہ تھے ان حضرات سے خلاف سنت امور کا ارتکاب نہیں ہو سکتا، لہٰذا اس پر رد کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور تعلیم کا گویا انکار کرنا ہے، امام بخاری نے ذکر کیا کہ حضرت عثمان کے اس تحریر پر عمل کا سلسلہ چل پڑا، یعنی تمام اسلامی شہروں میں یہی طریقہ دو اذان اور ایک اقامت کا چل پڑا۔ (عمدہ صفحہ ۲۱۴)

شامی میں ہے کہ اذان دو مرتبہ دے۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد تمام کام ممنوع اور حرام

یا ایها الذین امنوا اذا نودی للصلٰوة من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکرالله.

اے ایمان والے جب جمعہ کی اذان دے دی جائے تو اللہ کی یاد کی طرف تیزی سے چل پڑو، یعنی جب جمعہ کی پکار اذان ہو جائے تو سب کچھ چھوڑ کر عبادت جمعہ کے لئے چل پڑو، معارف القرآن میں ہے، نداء صلوٰۃ سے مراد اذان ہے، آیت کے معنی یہ ہیں کہ جب جمعہ کے دن جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو، یعنی نماز وخطبہ کے لئے مسجد کی طرف چلنے کا اہتمام کرو، جب دوڑنے والا کسی دوسرے کام کی طرف توجہ نہیں دیتا اذان کے بعد تم بھی کسی اور کام کی طرف بجز اذان وخطبہ کے توجہ نہ دو۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۴۱)

اذان جمعہ کے بعد جو خرید وفروخت کو اس آیت نے حرام کر دیا ہے اس پر عمل کرنا تو بیچنے والوں اور

خریداروں سب پر فرض ہے مگر اس کا عمل انتظام اس طرح کیا جائے کہ دکانیں بند کر دی جائیں تو خریداری خود بخود بند ہو جائے گی۔ (معارف القرآن)

علامہ ابن نجیم بحر الرائق میں لکھتے ہیں پہلی ہی اذان سے خرید و فروخت کا چھوڑنا واجب ہے اور پہلی اذان (جو خطبہ سے پہلے دی جاتی ہے کا اعتبار ہے چونکہ یہی اعلان کے لئے ہے اور یہی قول مذہب صحیح ہے) (صفحہ ۱۶۸)

معارف میں ہے کہ ہر وہ کام جو جمعہ کی طرف جانے کے اہتمام میں مخل ہو وہ سب بیع کے مفہوم میں داخل ہے اس لئے اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا سونا کسی سے بات کرنا یہاں تک کہ کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ سب ممنوع ہے صرف جمعہ کی تیاری کے متعلق جو کام ہوں وہ کئے جا سکتے ہیں۔ (معارف جلد ۸ صفحہ ۴۴۲)

علامہ قرطبی نے ذروا البیع کی تفسیر میں لکھا ہے تمام وہ معاملات اور امور جو سعی جمعہ سے روک دیں شرعاً حرام ہیں۔ (القرطبی جلد ۹ صفحہ ۱۰۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت سے منع کرتے تھے، حضرت میمون بیان کرتے ہیں کہ جب جمعہ کی اذان ہو جاتی تو مدینہ پاک میں اعلان کیا جاتا ہے کہ خرید و فروخت حرام ہوگئی، خرید و فروخت حرام ہوگئی۔

ضحاک اور مسلم بن یسار سے تو یہ منقول کہ جمعہ کے دن زوال کے بعد ہی سے دوکانداری خرید و فروخت منع ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۴، عمدہ صفحہ ۱۶۲)

مجاہد سے تو منقول ہے کہ جو زوال کے بعد خرید و فروخت کرے اس کی بیع ہی مردود ہے، جب جمعہ کی اذان ہو جاتی تو حضرت انس فرماتے اٹھو اور دوڑ جاؤ مسجد۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۷)

فائدہ: جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو خرید و فروخت حکم قرآنی کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوتا ہے۔
(کذا فی عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۱۶۲)

در مختار میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ پہلی اذان (جو مسجد کے باہر دی جاتی ہے) سے دنیاوی امور چھوڑنا اور جمعہ کی طرف چل پڑنا واجب ہوتا ہے۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱)

جن حضرات پر جمعہ واجب نہیں ان حضرات کے لئے یہ مشاغل درست ہیں۔ (القرطبی جلد ۹ صفحہ ۱۰۴)

خطبہ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و سنن

جب اذان یا خطبہ شروع ہو جائے تو آنے والا کوئی نماز نہ پڑھے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہوا اور امام منبر پر آجائے تو نہ نماز پڑھے اور نہ گفتگو کرے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۸۴، طبرانی)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ جب حضرت بلال اذان سے فارغ ہو جاتے تو آپ ﷺ خطبہ شروع فرماتے اور جب خطبہ شروع فرماتے تو پھر کوئی دو رکعت نماز کے لئے کھڑا نہ ہوتا۔ (زاد المعاد صفحہ ۴۳۱)

فائدہ: خیال رہے کہ حضرات احناف کا مسلک یہ ہے کہ اذان شروع ہو جانے کے بعد تحیۃ المسجد یا جمعہ کی سنت پڑھنی ممنوع ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کے مطابق امام کے منبر پر آجانے کے بعد نماز نہیں پڑھتے تھے۔

علامہ نووی کے اعتراف کے مطابق حضرت عمر، حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی یہی مسلک تھا، وہ خروج امام کے بعد نماز یا کلام کو جائز نہیں سمجھتے تھے، اور یہی مسلک بعض دوسرے صحابہ اور تابعین سے بھی مروی ہے۔ (درس ترمذی)

عقبہ بن عامر الجہنی سے مروی ہے کہ امام منبر پر ہو تو نماز پڑھنا گناہ ہے، ثعلبہ بن مالک نے کہا کہ میں نے حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پایا کہ امام کے نکلنے پر نماز کو اور خطبہ کلام کو چھوڑ دیتے تھے ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ آدمی جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو بیٹھ جائے، نماز نہ پڑھے۔

اسی طرح تابعین میں امام شعبی، زہری، ابوقلابہ مجاہد اس کے قائل ہیں کہ خطبہ کے وقت کوئی نماز نہ پڑھی جائے گی۔ (بذل صفحہ ۱۹۴)

چنانچہ شعبی نے قاضی شریح کے متعلق لکھا ہے کہ جب وہ جمعہ کے دن مسجد میں آتے اگر امام نہ آیا ہوتا تو دو رکعت نماز پڑھتے، اور اگر امام آجاتا تو نہ پڑھتے۔

معمر کہتے ہیں میں نے حضرت قتادہ سے پوچھا کہ امام جمعہ کا خطبہ دے رہا ہو اور کوئی آئے اور اس نے نماز نہ پڑھی ہو تو پڑھے یا نہ پڑھے، کہا میں تو بیٹھ جاؤں گا۔

جریج نے حضرت عطاء سے پوچھا کہ امام کے خطبہ کے وقت میں تم آؤ تو نماز پڑھو گے یا نہیں، تو عطاء نے کہا خطبہ دے رہا ہو تو ہم نہیں پڑھیں گے۔ (ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۴۶)

اس کے برخلاف دوسرے حضرات شوافع اور اہل حدیث وغیرہ کا ہے، خطبہ شروع ہو جانے کے بعد بھی تحیۃ المسجد پڑھی جاسکتی ہے، چونکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی مسجد آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو، یا خطبہ دینے کے لئے نکل چکا ہو تو دو رکعت نماز پڑھ لے۔

(بخاری، مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۷)

کیا جمعہ کی پہلی اذان جواب ہوتی ہے خلافِ سنت ہے

خیال رہے کہ اس جمعہ کی پہلی اذان کو رائج کرنے در ے اوپر کی روایت بخاری، ترمذی وغیرہ سے حضرت

عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں لیکن بعض روایت سے جیسے علامہ عینی کی عمدہ القاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مؤذنین کو حکم دیا کہ وہ مسجد سے باہر اذان دیں تاکہ لوگ سن سکیں (چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ صرف خطبہ کے وقت اذان ہوتی تھی) اور یہ کہا کہ ان کے سامنے بھی (خطبہ کے وقت) اذان دینا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دی جاتی تھی، پھر فرمایا ہم نے اس کی ابتداء کی مسلمانوں کی کثرت کی وجہ سے۔ (معارف السنن صفحہ ۳۸۶)

اس اذان کی ابتداء کرنے والے بہر حال یا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، دونوں حضرات صحابہ کرام میں بڑی جلالت قدر کے مالک سابقون الاولون میں بڑی فضیلت ومنقبت کے حامل خلفاء راشدین میں شامل ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سنت پر عمل کرنے کی تاکید کی ہے، اسی طرح خلفاء راشدین کے اختیار کردہ دینی باتوں کی بھی، لہٰذا ان دونوں حضرات کا کوئی عمل بدعت نہیں ہوسکتا۔

علامہ شاطبی کی الاعتصام میں، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو دینی ذمہ داروں نے دینی امور کو اختیار کیا وہ بھی سنت میں داخل ہے بدعت نہیں ہے، ان کی اختیار کردہ چیزیں بدعت نہیں ہوسکتیں، کیا نہیں دیکھتے آپ نے اپنی سنت کے ساتھ ان کی سنت کو ملا کر اتباع کا حکم دیا۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۹۸)

اذان جمعہ شروع میں صرف ایک ہی تھی، جو خطبہ کے وقت امام کے سامنے کہی جاتی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پھر صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں اسی طرح رہا، حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگئی اور اطراف مدینہ میں پھیل گئے، امام کے سامنے والے خطبہ کی اذان دور تک سنائی نہ دیتی تھی، تو عثمان غنی نے ایک اور اذان مسجد سے باہر اپنے مکان زورا پر شروع کرادی، جس کی آواز پورے مدینہ میں پہنچنے لگی، صحابہ کرام میں سے کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، اس لئے یہ اذان اول باجماع صحابہ شروع ہوگئی، اور اذان جمعہ کے وقت بیع وشرا وغیرہ تمام مشاغل حرام ہونے کا حکم جو پہلے اذان خطبہ کے بعد ہوتا تھا، اب پہلی اذان کے بعد سے شروع ہوگیا۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۴۲)

دوسری اذان منبر کے سامنے مسجد میں ہوگی

خیال رہے کہ یہ اذان عہد نبوت میں ایک روایت کے مطابق منبر کے سامنے مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی، مسجد کے دروازے پر یا مسجد سے باہر ہونے کا مقصد باہر کے لوگوں میں اعلان تھا، اب اس اعلان کا مقصد پہلی اذان سے پورا ہوگیا، اب یہ دوسری اذان خطبہ کے بعد حاضرین کی اطلاع اور جانشین کی بیداری کے لئے ہے۔ (معارف السنن صفحہ ۴۴)

چنانچہ حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مسجد سے باہر اذان اعلان کے لئے، اور خطیب کے سامنے کی اذان انصات اور خاموش رہنے کے لئے ہے۔ (جلد۲ صفحہ۳۹۴)

اسی طرح مکحول کی روایت میں ہے، حضرت عمر فاروق نے جمعہ میں مسجد کے باہر میں اذان کا حکم دیا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کے سامنے بھی اذان دی جائے جیسا کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں تھا۔ (صفحہ۳۹۵)

حضرت عمر کے اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ کے وقت جو اذان ہوتی تھی وہ آپ کے سامنے منبر کے سامنے مسجد کے اندر ہوتی تھی۔

معارف السنن میں ہے کہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں ہے کہ یہ اذان داخل مسجد خطیب کے سامنے ہوگی۔ (معارف صفحہ۴۰۲)

چنانچہ احناف کے علاوہ مالکیہ اور شوافع کے یہاں بھی اس کی تصریح ہے۔

جب مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ منبر پر بیٹھ جاتے، مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہوکر پھر خطبہ دیتے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۰۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہو جاتا تب آپ ﷺ کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ۱۸۳)

فائدہ: جمعہ کا خطبہ صحت جمعہ کی شرائط میں سے ہے، اس کا دینا واجب ہے۔

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اگر خطبہ نہ دے گا تو چار رکعت پڑھنی ہوگی، جن میں ابن سیرین طاؤس ہیں، اسی وجہ سے مجاہد عطاء طاؤس کہتے ہیں اگر کوئی خطبہ میں شریک نہ ہو سکا تو وہ چار رکعت پڑھے گا۔ (جلد۳ صفحہ۲۶۷)

خطبہ کے وقت لوگوں کو بیٹھنے کا حکم دیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن (خطبہ کے لئے) منبر پر بیٹھ گئے تو لوگوں سے فرمایا، بیٹھ جاؤ، چنانچہ حضرت ابن مسعود مسجد کے دروازے پر تھے، جب انہوں نے سنا تو وہیں پر بیٹھ گئے، تو آپ نے فرمایا یہاں آؤ، اے ابن مسعود۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۰۶)

خطبہ اطمینان سے اور بیٹھ کر سننا لازم ہے، یعنی کھڑے کھڑے سننا خلاف سنت ہے استماع اور سنجیدگی کے خلاف کوئی امر کرنا مکروہ ہے۔

خطبہ میں ہاتھوں کا اٹھانا، اور حرکت دینا ممنوع ہے

حصین بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں عمارہ بن روبیہ کے پاس بیٹھا تھا اور بشر بن مروان ہمیں خطبہ دے رہے تھے، جب دعا کا موقعہ آیا (دعائیہ جملہ) کا تو ہاتھ اٹھایا، تو اس پر عمارہ نے کہا کہ ان دونوں ہاتھوں کا اللہ برا کرے۔ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، جب دعا فرماتے تو اس طرح کرتے اور صرف اپنے انگشت شہادت کو اٹھاتے۔ (ترمذی، احمد نیل الاوطار جلد۲ صفحہ ۲۷۰، ابوداؤد صفحہ ۱۵۷)

فائدہ: خطبہ کے دعائیہ جملہ پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا خلاف سنت ہے، جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا خلاف سنت ہے تو خطابی اشارے کے لئے ہاتھ اٹھانا اور حرکت دینا جیسا کہ عام تقریروں میں بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے، بدرجہ اولیٰ خلاف سنت ہوگا، شرح ابوداؤد میں ہے کہ آپ دونوں ہاتھوں سے اشارہ نہ کرتے، پس دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرنا خلاف سنت مکروہ ہوگا۔ (جلد۲ صفحہ ۱۸۵)

علامہ عینی نے ذکر کیا ہے کہ خطیب خطبہ میں ذرا سا دائیں بائیں ہوسکتا ہے۔ (عمدۃ القاری جلد۶ صفحہ ۲۲۱)

شرح بخاری میں ہے کہ خطبہ میں سامعین کو سمجھانے کے لئے ہاتھوں کو حرکت دینا اور اشارہ کرنا مکروہ ممنوع ہے۔ (فیض الباری جلد۲ صفحہ ۳۲۵)

امام جب منبر پر بیٹھ جائے تو لوگوں کا رخ امام کی طرف ہو جائے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب منبر پر بیٹھ جاتے تو ہم لوگ آپ کی طرف اپنا رخ کر لیتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۸)

عدی بن ثابت نے کہا آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو حضرات صحابہ آپ کی طرف اپنا منہ کر لیتے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جب منبر پر بیٹھ جاتے تو ہم لوگ آپ ﷺ کی جانب رخ کر کے بیٹھ جاتے۔ (ترمذی صفحہ ۲۲۰، عمدہ صفحہ ۲۲۰)

فائدہ: شمس الائمہ نے بیان کیا کہ دائیں بائیں کی طرف اپنا چہرہ کر لیں، شارح احیاء کی رائے ہے کہ لوگ رخ قبلہ ہی خطبہ سنیں ورنہ صف بندی میں ازدحام کی وجہ سے پریشانی ہوگی۔ (شرح احیا جلد۳ صفحہ ۲۲۹)

اسی طرح شرح ترمذی میں ہے کہ بہتر یہ ہے کہ تمام لوگ رخ قبلہ رہیں۔ (معارف السنن جلد۴ صفحہ ۳۶۴)

منبر پر جاتے تو سلام کرتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب منبر پر جاتے تو سلام کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۰۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر چڑھ جاتے تو لوگوں کی طرف رخ فرماتے، اور سلام کرتے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ سلام کرنا احناف کے نزدیک (خطبہ کی) سنتوں میں نہیں، اسی کے قائل اکثر احناف ہیں، اعلاء السنن میں ہے کہ اس باب کی احادیث گوضعیف ہیں مگر ان کے مجموعہ سے اس کی اصل کا علم ہوتا ہے، انہوں نے احادیث کے پیش نظر سلام کو مشروع قرار دیا ہے، سراج الوہاج میں ہے کہ خطیب سلام کرے۔ (اعلاء السنن صفحہ ۶۶)

''بہر حال احادیث سے سلام کا ثبوت ہے۔''

منبر پر جب آپ بیٹھ جاتے تب مؤذن اذان کہتا

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب جمعہ کے لئے آتے، منبر پر بیٹھ جاتے تب مؤذن اذان کہتا۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۶۷، ابوداؤد صفحہ ۱۵۶)

سعید بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ تشریف لاتے منبر پر بیٹھ جاتے، مؤذن اذان دیتا، اذان ختم ہو جاتی تو آپ کھڑے ہوتے خطبہ دیتے۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۶۷)

فَائِدَۃٌ: شرح احیاء میں ہے کہ امام جب ٹھیک سے بیٹھ جائے تو اس کے سامنے اذان دے، اور یہ کہ منبر مصلی کے دائیں طرف ہونا سنت ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۲۸)

علامہ عینی نے بیان کیا کہ عہد نبوت، عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں اذان اس وقت دی جاتی تھی جب کہ امام (منبر پر) بیٹھ جاتا۔ (بنایہ صفحہ ۱۰۸۰)

خطبہ کی اذان کے جواب میں اختلاف ہے، زیلعی شارح کنز کے نزدیک اذان کا جواب مکروہ نہیں ہے، بعضوں نے اسے مکروہ بھی قرار دیا ہے۔

یہ اختلاف امام کے بارے میں ہے، بہر حال مقتدی اور سامعین تو زبان سے جواب نہیں دیں گے بلکہ اگر دینا ہو تو دل سے دیں۔ (معارف السنن صفحہ ۳۴۲)

علامہ شامی لکھتے ہیں کہ خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا بالاتفاق منع ہے۔ (الشامی جلد ۱ صفحہ ۳۹۹)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں دو خطبہ دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ میں دو خطبہ دیتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبہ دیتے، جب منبر پر چڑھتے تو بیٹھ

جاتے، یہاں تک کہ اذان ہوتی، تو آپ کھڑے ہوتے، پھر (خطبہ کے درمیان) بیٹھتے تو بات نہ کرتے خاموش رہتے، پھر کھڑے ہوتے خطبہ دیتے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۲۸، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۸۹)

فائدہ: آپ ﷺ نے ہمیشہ جمعہ سے قبل خطبہ دیا ہے، کبھی اسے ترک نہیں فرمایا، یہ خطبہ دو رکعت کے قائمقام ہے، چنانچہ حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ جمعہ کی چار رکعت تھی خطبہ کے بعد اسے دو رکعت کر دیا گیا۔

(بنایہ صفحہ ۸۰۱)

اسی وجہ سے روایت میں ہے کہ جو خطبہ نہ پائے چار رکعت پڑھے، شرح منیہ کبیری میں ہے کہ خطبہ تمام جمہور علماء کے نزدیک شرط ہے، سوائے امامیہ کے یہاں۔ (کبیری صفحہ ۵۵۵)

ابن شہاب زہری نے کہا بغیر خطبہ کے جمعہ ہی نہیں۔ (بنایہ شرح صفحہ ۸۰۱)

آپ ﷺ خطبہ کھڑے ہوکر دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے۔ پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے جیسا کہ تم لوگ اب کرتے ہو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے، کون کہتا ہے کہ آپ نے بیٹھ کر خطبہ دیا ہے۔ جس نے کہا جھوٹ کہا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۹۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے۔

(مطالب عالیہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۸، عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۱۸)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن کھڑے ہوکر خطبہ دیتے۔ (مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۸)

فائدہ: آپ ﷺ کی عادت طیبہ تھی کہ خطبہ خواہ جمعہ کا ہو یا عیدین وغیرہ کا جب بھی دیتے کھڑے ہوکر دیتے، کہ اس میں سامعین کی رعایت ہے، خطیب اور قوم کا مواجہہ ہوتا ہے، خطبہ کھڑے ہوکر دینا سنت ہے، اور بعضوں کے نزدیک واجب ہے، امام بخاری اور دیگر محدثین نے "الخطبة قائما" کا باب قائم کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ خطبہ کھڑے ہوکر ہی سنت ہے۔

عینی علی الہدایہ میں ہے کہ ہمارے یہاں کھڑا ہونا سنت (موکدہ ہے)۔ (بنایہ صفحہ ۸۰۳)

بدائع میں ہے کہ خطبہ کھڑے ہوکر دے کہ ہمارے نزدیک سنت اور جمہور علماء کے نزدیک واجب ہے۔

(بذل جلد ۲ صفحہ ۱۸۱)

جمعہ کا خطبہ اونچائی پر سے دیتے

حضرت عامر مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے منیٰ میں دیکھا کہ خچر پر خطبہ دے رہے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۷۰)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۵)

حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ایک تنے پر دیتے تھے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۱۵)

علامہ عینی نے اہل سیر کے حوالہ سے بتایا کہ لکڑی کے منبر سے پہلے آپ مٹی کے منبر پر، کسی اونچی مٹی کے تودے پر خطبہ دیتے تھے۔ (جلد ۶ صفحہ ۲۱۵)

فائدہ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر، منبر پر (لکڑی کے بنے ہوئے) سواری پر اونٹ پر خطبہ دیا ہے، آپ خطبہ کے لئے اسی اونچی چیز کو اختیار کرتے تاکہ اونچائی کی وجہ سے سب کا مواجہہ ہو۔

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ منبر نہ ہو تو کسی اونچی چیز پر خطبہ دے، کسی لکڑی کے تنے پر دے تاکہ آپ کی اتباع ہو۔ (عمدہ صفحہ ۲۱۶)

جمعہ کا خطبہ منبر پر دیتے

حضرت عمر بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ منبر پر دیتے اور آپ پر کالا عمامہ ہوتا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ عید و بقر عید کا منبر پر دیتے، جب مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا تو آپ کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے۔ (طبرانی، سبل الہدیٰ صفحہ ۲۱۴)

حضرت جریر ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک چھوٹے سے منبر پر خطبہ دیا اور صدقہ کی ترغیب دی۔ (سبل صفحہ ۱۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں منبر اختیار کروں تو میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کیا اور اگر عصا، کو اختیار کروں تو میرے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کیا۔ (کشف الاستار صفحہ ۳۰۴)

یعنی دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، منبر پر چڑھ کر خطبہ دینا یا عصاء کے سہارے دینا۔

فائدہ: امام بخاری نے اور دیگر محدثین نے باب قائم کیا "الخطبة علی المنبر" اس سے اس بات کی وضاحت ہے کہ خطبہ خطیب منبر پر چڑھ کر دے گا، فرش مسجد پر کھڑا ہو کر نہیں دے گا کہ خلاف سنت ہے، آپ

کے منبر کے تین درجات تھے، یعنی تین سیڑھیاں تھیں، آپ کا منبر مصلّٰی سے دائیں جانب تھا یہی سنت ہے۔
(عمدہ صفحہ ۲۱۵)

دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے جیسے تم لوگ اس وقت کرتے ہو۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے۔
(سنن کبریٰ صفحہ ۱۹۷)

سماک بن حرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہو کر دیتے، ہاں مگر ذرا بیٹھتے پھر کھڑے ہو جاتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۶، ابن ماجہ صفحہ ۷۷، الفتح الربانی)

حضرت جابر بن سمرہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں نہیں بیٹھتے تھے، ایک ہی خطبہ دیتے تھے، بعد میں آپ نے درمیان میں بیٹھنا شروع فرمایا، اس لئے اسے جلسہ استراحت کہا جاتا ہے۔
(بنایہ جلد ۲ صفحہ ۸۰۲)

فائدہ: امام ترمذی کہتے ہیں دو خطبوں کے درمیان بیٹھ کر فرق کرنا ہے (۱۱۳) ارباب حدیث نے **الجلوس بین الخطبتین** کے نام سے باب قائم کر کے اس کے مسنون ہونے کی وضاحت کی ہے، اسی طرح **الجلسة خفيفة** قائم کر کے واضح کیا ہے کہ یہ بیٹھنا بالکل ذرا سا ہوگا، چنانچہ حافظ نے بیان کیا کہ اس بیٹھنے کی مقدار سورہ اخلاص یا جلسہ استراحت کی تعداد بیٹھے۔ (فتح جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

اسی طرح شرح احیاء میں ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

طحاوی میں ہے کہ صرف اتنی مقدار بیٹھے جسے بیٹھنا کہا جا سکے۔ (بنایہ صفحہ ۸۰۲، عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۲۸)

درمختار میں ہے کہ تین آیت کی تعداد بیٹھے۔ (شامی صفحہ ۱۴۸)

عینی میں ہے کہ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا ہمارے یہاں سنت ہے۔ (عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۲۸)

حافظ نے ذکر کیا کہ شوافع اسے واجب قرار دیتے ہیں۔ (فتح صفحہ ۴۰۶)

دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے تو خاموش رہتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ کھڑے ہو کر خطبہ دیا، پھر تھوڑی دیر بیٹھتے اور کلام نہ فرماتے (بلکہ خاموش رہتے) پھر اٹھتے اور کھڑے ہو کر خطبہ دیتے۔

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کی روایت میں ہے کہ آپ بیٹھتے تو بات نہ کرتے۔
(عمدہ صفحہ ۲۲۸، ابوداؤد صفحہ ۱۵۶، الفتح الربانی صفحہ ۸۹، بذل المجہود جلد ۲ صفحہ ۱۸۲، نسائی صفحہ ۳۳۵)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دو خطبوں کے درمیان جو ذرا بیٹھتے تو کلام گفتگو نہ کرتے، حافظ نے لکھا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ذکر یا دعا سراً آہستہ نہ کرتے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۰۶)

اس وقت امام دل سے ذکر یا دعا کرسکتا ہے۔

شرح احیاء میں ہے کہ امام بیٹھے ہوئے دعا کرے کہ یہ وقت مستجاب ہے مقتدی خاموش رہے ہاں دل سے دعا کرسکتا ہے۔ (جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے میں کلام نہ فرماتے، اسی وجہ سے محدثین نے دو خطبوں کے درمیان سکوت پر باب قائم کیا ہے۔ (نسائی صفحہ ۳۳۵)

آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خطبہ طویل نہ دیتے مختصر دیتے

حضرت جابر بن سمرہ سوائی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے وعظ کو لمبی نہ فرماتے، بلکہ چند مختصر کلمے ہوتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۰۸)

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ آپ خطبہ تو مختصر دیتے اور نماز لمبی ادا فرماتے۔ (زاد المعاد صفحہ ۴۲۶)

فَائِدَہ: ابو صالح دمشقی نے بیان کیا کہ کبھی لوگوں کی رعایت میں خطبہ طویل بھی کبھی فرما دیتے تھے۔

جمعہ کے دن مختصر وعظ فرماتے

حضرت جابر بن سمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وعظ جمعہ کے دن طویل نہ فرماتے، چند مختصر کلمات ہوتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۸، نیل الاوطار)

فَائِدَہ: خطبہ میں آپ وعظ فرماتے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن چونکہ کثیر تعداد لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے ایسے موقعہ پر وعظ اور آخرت کی ترغیب وقت کے مناسب احکام شرعیہ کا مختصر سا بیان ہونا چاہئے تاکہ دین سے تعلق باقی رہے۔

نماز لمبی اور خطبہ مختصر کرنے کی تاکید فرماتے

حضرت عمار بن یاسر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ ہمیں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے حکم دیا کہ خطبہ مختصر دیں۔
(احمد، مسلم، نیل الاوطار صفحہ ۲۶۹، داری جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

ابو وائل کہتے ہیں کہ حضرت عمار نے بلیغ اور مختصر خطبہ دیا، اور فرمایا کہ رسول پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا نماز لمبی خطبہ مختصر سمجھداری کی بات ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۰۸)

حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ذکر کرتے، باتیں کم کرتے، نماز لمبی کرتے اور خطبہ مختصر فرماتے، کسی ضرورت سے بیوہ اور مسکین کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ فرماتے۔ (نسائی، سبل صفحہ ۲۲۶، نیل صفحہ ۲۲۹)

حضرت جابر بن سمرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کو طویل کرنے سے منع فرماتے تھے۔
(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ خطبہ مختصر ہونا مسنون مستحب ہے، لمبا ہونا، طویل ہونا خلاف سنت ہے، اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ خطبہ تو طویل کریں گے اور نماز مختصر، چنانچہ حجاج بن یوسف ثقفی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی، کہ وہ خطبہ طویل دیتا تھا، خطبہ تمہید ہے، اور نماز اصل اور مقصود ہے ظاہر کہ تمہید اصل سے مختصر ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ دینے کی ہیئت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو (بیان کے وقت) آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی، جوش بھڑک اٹھتا ایسا جیسے کسی لشکر کو ڈرا رہے ہوں۔
(مسلم صفحہ ۲۸۴، مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

علامہ ابن قیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کے متعلق لکھتے ہیں آپ جب خطبہ دیتے تو آپ کی دونوں آنکھیں بدل ہو جاتیں آواز میں بلندی پیدا ہو جاتی جوش پیدا ہو جاتا۔ (زاد المعاد صفحہ ۴۲۵)

ابن شہاب زہری نے بیان کیا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اولاً آپ منبر پر آکر بیٹھ جاتے، جب مؤذن اذان دے کر فارغ ہو جاتا تو آپ کھڑے ہوتے، پہلا خطبہ دیتے، پھر اس کے بعد ذرا بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور دوسرا خطبہ دیتے، جب ختم فرمانے لگتے تو استغفار فرماتے پھر منبر سے اتر جاتے، نماز کے لئے بڑھ جاتے، اور آپ کھڑے ہوتے تو عصاء کے سہارے منبر پر کھڑے ہوتے، اسی طرح حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرتے۔ (مراسیل، ابوداؤد صفحہ ۷)

خطبہ بلند آواز سے دیتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے خطبہ دیتے۔
(مسلم صفحہ ۲۸۵، ابن ماجہ)

فائدہ: خطبہ میں آواز کا بلند ہونا سنت ہے، خطیب کو چاہئے کہ ذرا سینہ کشادہ کر کے بلند آواز سے دے، اس کے لئے موجودہ دور میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال بہت بہتر ہے۔ (مرعاۃ جلد ۲ صفحہ ۴۹۷)

خطبہ میں حمد وثناء ودرود کے بعد اما بعد کہنا سنت انبیاء ہے

حضرت مسور بن مخرمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ کھڑے ہوئے میں نے آپ کو سنا جب آپ خطبہ دے رہے تھے تو فرمایا۔ اما بعد۔ (بخاری صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ منبر پر چڑھے حمد وثنا کیا اور کہا اما بعد۔
(فتح الباری صفحہ ۴۰۵)

حضرت جابر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے خطبہ میں حمد وثنا ذکر کرتے، آپ کی آواز بلند ہو جاتی، پھر فرماتے اما بعد، فان خیر الحدیث کتاب اللّٰہ۔

(مسلم صفحہ ۲۸۴، فتح الباری صفحہ ۴۰۵، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷)

فَائِدَہ: علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خطبہ میں حمد، ثناء اور شہادتین کے بعد اما بعد فرماتے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۲۶)

فَائِدَہ: تمام خطبوں میں خواہ جمعہ، عیدین کا ہو یا وعظ ونصیحت کا ہو، یا کتابی خطبہ وتمہید کتاب ہو، اما بعد کے بعد مضامین کو شروع کرنا سنت ہے، امام بخاری رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی نے اس پر باب قائم کر کے اس کے مسنون ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے، سب سے پہلے اس کلمہ کا استعمال حضرت داؤد عَلَیْہِ السَّلَامُ نے کیا بعضوں نے کہا، یعرب بن قحطان نے سب سے پہلے اس کا تکلم کیا۔ (الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۹۷)

حافظ نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ یہ صرف خطبہ ہی کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ رسائل اور کتابوں کے آغاز میں بھی سنت ہے۔ (صفحہ ۴۰۵)

معلوم ہوا کہ صرف خطبہ ہی میں نہیں بلکہ دیگر تمام تقاریر وعظ و بیان میں بھی اس کا حمد وثنا کے بعد کہنا سنت ہے، افسوس واعظوں اور مقرروں سے یہ سنت ترک ہوگئی۔

خطبہ میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قرآن پڑھتے

عمرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اپنی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے سورہ قاف کو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی زبان اقدس سے ہی یاد کیا، جسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ہر جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۷)

خولہ بنت قیس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی روایت میں ہے کہ میں جمعہ کے دن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا خطبہ سنتی آپ منبر پر ہوتے اور ق والقرآن مجید پڑھتے اور میں مسجد کے آخر میں عورتوں کے صف کے آخر میں ہوتی۔

(سبل الہدیٰ صفحہ ۲۲۵، طبقات سعد جلد ۸ صفحہ ۲۱۶)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ منبر پر قل یا ایہا الکفرون اور قل ہو اللّٰہ احد پڑھتے

تھے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

فائدہ: خطبہ میں قرآن کی آیتوں کا پڑھنا سنت ہے۔ (بذل جلد ۲ صفحہ ۲۰۲)

شرح احیاء میں ہے کہ ہمارے اصحاب کے یہاں خطبہ میں قرآن پڑھنا سنت ہے، کبھی آپ نے "واتقوا یوما ترجعون فیه الی اللّٰه" کبھی "یا ایها الذین امنو اتقوا اللّٰه وقولوا لا سدیدا" اور کبھی "ونادوا یامالك لیقض علینا" کبھی "اذا زلزلت" وغیرہ پڑھی ہے، اگر قرآن کی کوئی آیت پڑھے تو اکثر علما کا قول ہے کہ اعوذ باللہ پڑھے بسم اللہ نہ پڑھے۔ (اتحاف جلد ۳ صفحہ ۲۲۶)

بذل المجہود میں ہے کہ خطبہ اولیٰ میں ہمارے یہاں قرآن کی قرأت سنت ہے۔ (صفحہ ۱۸۴)

علامہ شامی نے کہا متواتر روایتوں سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ میں قرآن پاک پڑھتے تھے، محیط کے حوالہ سے ہے کوئی سورہ یا کوئی آیت پڑھے، شامی نے کہا کہ اگر سورہ پڑھے اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھے، اگر آیت پڑھے تو اکثر علماء نے کہا صرف اعوذ باللہ پڑھے۔ (الشامی صفحہ ۱۴۸)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ خطبہ میں اس کثرت سے سورہ قاف پڑھتے تھے کہ ایک جماعت نے اسے بار بار پڑھنے کی وجہ سے یاد کرلیا تھا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۷)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے جمعہ کے دن (خطبہ میں) سورہ تبارک پڑھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ میں سورہ مائدہ اور سورہ توبہ پڑھی اور فرمایا اللہ کے حلال کردہ کو حلال اور اللہ کے حرام کردہ کو حرام جانو۔ (عبد بن حمید، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۲۹)

دوسرے خطبہ میں بھی قرآن کی کوئی آیت پڑھتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے، قرآن کی آیت پڑھتے، نصیحت فرماتے۔ (نسائی صفحہ ۲۰۹)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے خطبہ میں بھی قرآنی آیات کا پڑھنا سنت ہے، شرح ترمذی میں ہے کہ ہمیشہ کوئی متعین آیت نہیں پڑھتے کبھی یہ کبھی وہ۔ (تحفہ صفحہ ۳۶۳)

آپ ﷺ کا خطبہ کیسا ہوتا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ جو خطبہ جمعہ میں دیا کرتے تھے اس میں اللہ کی حمد وثنا بیان کرتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۰۸)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ہم لوگوں کو خطبہ دیتے اس کی حمد وثنا بیان کرتے جس کے وہ لائق ہے پھر کہتے:

"مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَخَيْرُ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ."

یونس ابن شہاب زہری سے حضور پاک ﷺ کے خطبہ جمعہ کے بارے میں پوچھا گیا، ابن شہاب نے کہا آپ کا خطبہ یہ ہوتا:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بِحَمْدِهٖ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلِ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدٌ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى نَسْئَلُ اللّٰهَ رَبَّنَا اَنْ يَجْعَلَنَا مِمَّنْ يُطِيْعُهٗ رَسُوْلَهٗ وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهٗ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهٗ فَاِنَّمَا نَحْنُ بِهٖ وَلَهٗ."

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۱۵، ابوداؤد صفحہ۱۵۷)

سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر جمعہ کو مؤمن مرد، مؤمن عورتوں، مسلم مرد اور مسلم عورتوں کے لئے استغفار فرماتے۔ (کشف الاستار جلد۱ صفحہ۳۰۷، مجمع الزوائد صفحہ۱۹۰)

آپ ﷺ خطبہ شروع کس طرح فرماتے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو یہ فرماتے۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ مَنْ يُطِعَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهِمَا فَاِنَّهٗ لَا يَضُرُّ اِلَّا نَفْسَهٗ وَلَا يَضُرُّ اللّٰهَ شَيْئًا."

(ابوداؤد صفحہ۱۵۷، زاد المعاد صفحہ۴۲۵)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ میں اما بعد کے بعد یہ فرماتے۔

"فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" (مسلم صفحہ۲۸۵)

سنن نسائی میں ہے کہ آپ ﷺ خطبہ میں "كل بدعة ضلالة في النار" پڑھتے۔

(زاد المعاد جلد۱ صفحہ۴۲۷)

حضرت حسن بصری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ میں یہ بیان فرمایا:

"يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ لَكُمْ عِلْمًا فَانْتَهُوا اِلٰى مَعَالِمِكُمْ، وَاِنَّ لَكُمْ نِهَايَةً فَانْتَهُوا اِلٰى نِهَايَتِكُمْ فَاِنَّ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ، بَيْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰى لَا يَدْرِيْ كَيْفَ صَنَعَ اللّٰهُ فِيْهِ وَبَيْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِيَ لَا يَدْرِيْ كَيْفَ اللّٰهُ بِصَانِعٍ فِيْهِ فَلْيَتَزَوَّدِ الْمُؤْمِنِ لِنَفْسِهٖ بِنَفْسِهٖ وَمِنْ دُنْيَاهُ لِاٰخِرَتِهٖ، الدُّنْيَا خُلِقَتْ لَكُمْ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مُسْتَعْتَبٍ وَمَا بَعْدَ الدُّنْيَا دَارٌ اِلَّا الْجَنَّةُ اَوِالنَّارُ، اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ." (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۲۳، بیہقی فی الشعب)

خطبہ کن مضامین پر مشتمل ہوتا

آپ ﷺ کے خطبوں کی روایتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خطبہ کم از کم ان دس امور پر مشتمل ہوتے تھے:

❶ حمد

❷ خدا تعالیٰ کی تعریف وتمجید اور بڑائی وغیرہ

❸ شہادتین

❹ درود کا ذکر

❺ وعظ نصیحت

❻ کلمات قرآنیہ

❼ عامۃ المسلمین کے لئے دعاؤں کا کرنا، چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ان امور کا خطبہ میں ہونا مسنون قرار دیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ جلد ۲ صفحہ ۷۵)

اسی طرح فقہاء کرام نے بھی ان امور کا ہونا ذکر کیا ہے، ابن قیم نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے خطبہ کا مدار اور اس کے بنیادی امور یہ امور تھے:

❶ خدا کی حمد

❷ نعمتوں کے اوپر اس کی ثناء اور تعریف

❸ اس کے صفات اور ان کے کمالات کا ذکر

❹ اسلام کے بنیادی امور کی تعلیم

❺ جنت اور جہنم کا ذکر

❻ آخرت کا ذکر

❼ تقویٰ کی ترغیب

❽ خدا کی رضامندی اور ناراضگی والے اعمال کا بیان۔ (زاد المعاد، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۲۲)

علامہ شعرانی نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ کے خطبہ جمعہ وغیرہ میں حمد ثنا درود پاک، وعظ نصیحت اور قرآن ہوتا تھا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۱۴۷)

خطبہ اور اس کی شرائط وآداب

خطبہ کا نماز سے قبل ہونا، وقت جمعہ میں خطبہ کا ہونا، کم از کم تین سننے والوں کا ہونا۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۴۸)

ذکر خدا کا ہونا، خواہ تحمید ہو یا تہلیل ہو یا تسبیح ہو۔

حضرات صاحبین کے نزدیک ضروری ہے کہ تشہد کے تعداد ذکر تحمید وتجید وغیرہ پر مشتمل ہو۔ (شامی صفحہ ۱۴۸)

خطبہ کا زبان عربی میں ہونا۔ (الشامی جلد ۲ صفحہ ۱۴۸)

خطبہ کے سنن وآداب یہ ہیں

اذان کے بعد خطبہ شروع کرنا، وضو کے ساتھ پڑھنا، کھڑے ہو کر پڑھنا، قوم کی طرف رخ کر کے پڑھنا، کسی اونچی چیز، منبر پر پڑھنا، بلند آواز سے پڑھنا، مختصر پڑھنا، ابتداءً آہستہ سے اعوذ باللہ پڑھنا خطبہ اولاً حمد الٰہی، الحمد للہ الخ سے شروع کرنا، ان کے انعامات پر ثناء کا ذکر ہونا، شہادتین کا ہونا، درود پاک کا پڑھنا وعظ ونصیحت کے کلمات کا ہونا، سورہ یا آیت قرآنیہ کا ہونا، خلفاء راشدین اور حضرت عباس وحضرت حمزہ کا ذکر ہونا، تمام مسلمانوں کے حق میں دعاء کا ہونا، دو خطبوں کا ہونا، دو خطبوں کے درمیان تھوڑا سا بیٹھنا، دوسرے خطبے میں بھی قرآن کی آیتوں کا پڑھنا، دونوں خطبوں کی مقدار طوال مفصل کی سورتوں کے مثل ہونا۔

(معارف السنن صفحہ ۳۶۴، حلبی صفحہ ۵۵۵، زاد المعاد، حجۃ اللہ البالغہ، روائع)

شرح منیہ میں ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خطبہ جمعہ کے لئے شرط ہے، صرف فرقہ امامیہ اس سے اختلاف کرتے ہیں۔ (حلبی صفحہ ۵۵۵)

ملا علی قاری نے بیان کیا کہ جمعہ کا خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۲۵۲)

خطبہ کے وقت ہر گفتگو اور بات سے منع فرماتے خواہ نیک ہی کیوں نہ ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم نے خطبہ کے وقت کسی کو (جو بول رہا ہو منع کرتے ہوئے) کہا چپ رہو تو بھی غلط کام کیا، بس تم خاموش رہو۔

(بخاری، سنن کبریٰ صفحہ ۲۱۹، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۶۴، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۲۴)

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جس نے خطبہ کے وقت کسی کو کہا چپ رہو۔ اس نے غلط کیا۔ (ابن ابی شیبہ ۱۲۴)

زید بن صوحان سے مروی ہے کہ اگر کسی آدمی کو دیکھو کہ خطبہ کے وقت جمعہ کے دن باتیں کر رہا ہے تو اگر وہ قریب ہے تو اس کے بدن کو دبا دو (تاکہ وہ سمجھ جائے) اور اگر وہ دور ہے تو اشارہ سے منع کرو (مگر زبان سے مت بولو)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۷)

علقمہ نے کہا کہ اپنی انگلی منہ پر رکھ کر اشارہ کرے (مگر زبان سے نہ کہے)۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۷)

خطبہ خاموش ہو کر سنے، اور سکون سے رہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو وضو کرے، اچھی طرح وضو کرے، پھر جمعہ میں آئے، امام کے قریب رہے، خاموشی سے رہے اور سنے تو ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بلکہ تین دن کے زائد گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، اگر اس نے ایک کنکری بھی (بیٹھے ہوئے) چھوا تو لغو حرکت کی۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۲۳)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب امام خطبہ دے تو تم خاموش جاؤ (کوئی دینی بات بھی مت کرو) تاوقتیکہ وہ فارغ نہ ہو جائے۔ (مسند احمد مرتب جلد ۶ صفحہ ۱۰۰، نیل صفحہ ۲۷۲)

فائدہ: اگر دور ہونے کی وجہ سے خطبہ کی آواز بھی نہ آئے تو چپ رہنا واجب ہے، جمہور علماء اس کے قائل ہیں۔ (عمدۃ جلد ۶ صفحہ ۱۷۶)

خطبہ کے وقت تمام ذکر ممنوع ہے۔ (معارف صفحہ ۳۴۱)

خطبہ کے وقت بولنے والا مثل گدھے کے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن امام کے خطبہ کے وقت کچھ بولا، وہ مثل گدھے کے ہے جو کتابوں کا بوجھ لادے ہو۔

(مسند احمد الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۹۸، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۲۵)

فائدہ: شرح بخاری میں ہے کہ تمام قسم کا کلام (حتیٰ کہ امر بالمعروف بھی) خطبہ کے وقت کرنا مکروہ اور ممنوع ہے۔ (صفحہ ۲۴۰)

فائدہ: امام بخاری نے باب قائم کیا ہے "الانصات یوم الجمعة والامام یخطب" جس سے مراد یہ ہے کہ خطبہ کے وقت بالکل خاموشی اور دھیان سے رہو۔ (بخاری)

عینی میں ہے کہ خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے لہٰذا جس طرح نماز میں کلام ممنوع ہے اسی طرح خطبہ میں

بھی ممنوع ہوگا۔ (عمدہ جلد ۶ صفحہ ۲۴۰)

خطبہ سے فراغت کے بعد اقامت سے قبل گفتگو کر سکتے ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن منبر پر سے اترے، اور ایک آدمی سے ضرورت کے سلسلہ میں بات کی، پھر مصلیٰ کی طرف بڑھے اور نماز پڑھائی۔

(الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۰۰، ترمذی، اتحاف الخیرہ جلد ۳ صفحہ ۵۹)

فائدہ: امام کے خطبہ سے فارغ ہونے پر گفتگو میں کوئی قباحت نہیں۔ (بلوغ الامانی صفحہ ۱۰۰)

امام صاحب کے ایک قول میں اس وقت بھی مکروہ ہے۔ (نیل صفحہ ۲۷۵)

ابراہیم نخعی اس وقت بھی کلام مکروہ قرار دیتے تھے اسی کو امام صاحب نے اختیار کیا ہے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۷، زید ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۳۶)

گردنوں کو پھاندتے ہوئے آگے جانا سخت منع ہے

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر آگے بڑھے گا اس کا جہنم میں پل بنایا جائے گا۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۸)

فائدہ: یعنی اسے پل بنا کر لوگوں کو اس کی گردنوں کے اوپر سے گزارا جائے گا، جیسے کہ دوسروں کے گردنوں کو پھاند کر آگے بڑھا تھا۔ (اتحاف)

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، ایک شخص لوگوں کی گردن پھاند کر آگے آرہا تھا، آپ نے اس سے فرمایا، دیر سے آئے اور لوگوں کو تکلیف دی۔

(ترغیب صفحہ ۵۰۴، ابوداؤد صفحہ ۱۵۹، نسائی، کبیری صفحہ ۵۶۵)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ خطبہ دے رہے تھے ایک شخص لوگوں کی گردن کو پھاندتا ہوا آگے بڑھا اور آپ کے قریب جا بیٹھا، آپ نے نماز کے بعد اس سے فرمایا، میں نے تم کو دیکھا کہ لوگوں کی گردنوں کو پھاندتے ہوئے جارہے تھے، ان کو تم نے تکلیف دی، اور جس نے کسی مسلمان کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، اور جس نے مجھے تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف پہنچائی۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۵۰۴)

فائدہ: امام ترمذی نے ذکر کیا کہ علماء کی جماعت نے گردن پھاند کر جانے کو شدید مکروہ قرار دیا ہے، علامہ عینی نے بیان کیا کراہت سے مراد یہاں تحریم ہے احادیث پاک میں وعید کی وجہ سے اس کا مکروہ تحریمی ہونا راجح ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح جلد ۴ صفحہ ۴۷۷)

شرح احیاء میں لکھا ہے کہ بعض صورتوں میں گردن پھاند کر آگے جانا جائز ہے اگر صف اول میں جگہ بالکل

خالی ہو، تو پیچھے والوں کی گردن پھاند کر آگے گزرنا درست ہے، چونکہ انہوں نے ثواب کو چھوڑا اپنا حق ضائع کیا (یہ پہلے آنے کی وجہ سے ان کو آگے بیٹھنے کا حق تھا) ایک حدیث میں اس کا جفاء اور امور جہالت میں ہونا منقول ہے کہ صف اول کو چھوڑ کر پچھلی صف میں بیٹھے، چنانچہ حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ ان لوگوں کی گردنوں کو پھاند کر آگے گزر جاتے تھے، جو مسجد کے دروازہ کے قریب بیٹھے رہتے تھے، ایسوں کا کوئی احترام نہیں، حسن بصری فرماتے ہیں کہ جگہ ہو تو آگے جانے میں کوئی حرج نہیں۔ (اتحاف جلد۳ صفحہ۲۶۲، عمدۃ القاری صفحہ۲۰۸)

اس سے معلوم ہوا کہ صف اول کو چھوڑ کر یا آگے کے حصہ کو چھوڑ کر لوگ پیچھے بیٹھے ہوں، جیسا عموماً جاڑے کے موسم میں دھوپ کی وجہ سے ہوتا ہے، سو یہ مکروہ امر کا ارتکاب ہے، ذرا سی دھوپ کے لئے وعید اختیار کرنا درست نہیں، اس صورت میں گردن پھاند کر آگے جایا جا سکتا ہے۔

شرح منیہ میں ہے جب امام خطبہ دے رہا ہو تو بالکل بات نہ کرے کہ خطبہ کی حالت میں حرام ہے۔
(کبیری صفحہ۵۶۵)

ہاں البتہ صف اول میں جگہ نہ ہو اور جگہ نکالنے کے لئے یا صفوں کے بیچ میں فی الحال بیٹھنے کے لئے گردنوں کو پھاند کر آگے جانا درست نہیں یہی محل وعید ہے، شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ امام پیچھے سے آئے اس کے لئے گردنوں کو پھاند کر جانا درست ہے۔ (مرقات، مرعات، اتحاف صفحہ۲۶۲)

مرعاۃ المفاتیح میں ہے کہ دو شرطوں کے ساتھ گردنوں کو پھاندنا جائز ہے:

1. اس سے تکلیف نہ ہو (مثلاً لوگ کشادہ کشادہ بیٹھے ہوں)
2. امام بھی خطبہ کے لئے نہ آیا ہو، امام کے آنے کے بعد امام کے قریب ہونے کے لئے ایسا کرنا حرام ہے۔
(جلد۴ صفحہ۴۷۷)

بہتر یہ ہے کہ آگے جگہ رہنے پر بھی گردنوں کو پھاند کر آگے نہ جائے بلکہ پیچھے جہاں جگہ مل جائے، بیٹھ جائے۔ (اتحاف السادۃ جلد۳ صفحہ۲۶۲)

علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے اجازت دی ہے کہ اگر لوگوں کو اذیت نہ ہو (کہ لوگ کشادہ پھیل کر بیٹھے ہوں تو آگے امام کے قریب جگہ ہونے پر جانا درست ہے)۔ (عمدۃ القاری)

خطبہ کے وقت حبوہ دونوں گھٹنوں کو ہاتھ سے جوڑ کر بیٹھنا مکروہ ہے

حضرت معاذ بن انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جب امام خطبہ دے رہا ہو ”حبوۃ“ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (ترمذی صفحہ۱۱۴، ابوداؤد صفحہ۱۵۸)

فائدہ: حبوہ اسے گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہا جاتا ہے، یعنی دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر دے اور کسی کپڑے رومال

وغیرہ سے پیٹھ اور پیروں کو باندھ دے، یا اپنے دونوں ہاتھوں سے باندھ لے یہی طریقہ ہمارے دیار میں رائج ہے، اس طرح بیٹھنے کی بعض روایت کے اعتبار سے عمومی ممانعت ہے چونکہ لنگی کی صورت میں کشف عورت ہوتا ہے، امام ترمذی نے ذکر کیا کہ علماء کی ایک جماعت نے اس طرح بیٹھنے کو جمعہ کے دن خطبہ کی حالت میں منع کیا ہے، اور اس خصوصیت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس طرح نیند آتی ہے، پھر اس میں بسا اوقات قرار نہیں رہتا ہے، اس وجہ سے بھی اس کی ممانعت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد۴ صفحہ ۴۷۹، مرقات جلد۳ صفحہ ۲۵۸)

نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنا منع ہے

حضرت شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن نماز سے قبل حلقہ بنا کر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۳۴)

حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جمعہ کے دن امام سے پہلے حلقہ بنا کر مت بیٹھو قبلہ کی طرف رخ کر کے بیٹھو، اسی طرح نہ عید کی نماز کے بعد بیٹھو (حلقہ لگا کر بلکہ امام کی جانب منہ کر کے خطبہ سنو)۔ (مجمع الزوائد جلد۲ صفحہ ۱۷۸، کنز جلد۸ صفحہ ۳۸۲)

علامہ شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ حلقہ بنا کر بیٹھنے سے اس وجہ سے منع فرماتے کہ اس سے جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔

شرح ابوداؤد میں ہے ملا علی قاری کے حوالہ سے ہے کہ مسجد میں حلقہ کی ہیئت بنا کر بیٹھنا ممنوع ہے۔ (بذل صفحہ ۱۷۷)

مطلب یہ ہے کہ دوزانو قبلہ رخ ہو کر بیٹھے، اِدھر اُدھر رخ کر کے بیٹھنا ادب کے خلاف مکروہ ہے۔

اگر مسجد میں اونگھ آنے لگے تو اپنی جگہ بدل دے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مسجد میں تم سے کسی کو اونگھ آنے لگے تو جگہ بدل دے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۳۷)

حضرت حسن کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیند اور اونگھ جمعہ کے دن شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں سے کسی کو اونگھ آوے تو اپنی جگہ بدل دو۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۲۰)

فائدہ: جگہ بدل دینے سے اونگھ نہیں آتی چونکہ جگہ بدلنے سے حرکت اور ہیئت تبدیل ہو جاتی ہے اور یہ اونگھ اور سستی کا دافع ہے لہٰذا اگر بیٹھے بیٹھے اونگھ آنے لگے تو جگہ بدل دے اس جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ چلا جائے۔

جب امام منبر پر آئے تو کلام اور نماز ممنوع

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مسجد میں

آئے اور امام کو منبر پر پائے تو نہ نماز پڑھے اور نہ کلام کرے تاوقتیکہ ممنوع ہو جاتی ہے۔(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵)

ہشام نے اپنے والد عروہ سے نقل کیا کہ جب امام آجائے (منبر پر) تو نماز درست نہیں۔(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۱۱)

حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم خطیب کے نکلنے کے بعد گفتگو اور نماز کو مکروہ سمجھتے تھے۔(طحاوی صفحہ ۲۱۷)

عروہ نے کہا جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز درست نہیں۔(ابن ابی شیبہ جلد ۲، بنایہ صفحہ ۸۳۸، مرقات صفحہ ۲۶۹)

ابن شہاب زہری نے کہا کہ امام جب خطبہ میں ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھ جائے نماز نہ پڑھے۔

(بنایہ صفحہ ۸۳۸، مرقات صفحہ ۲۶۹، طحاوی صفحہ ۲۱۷)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مؤطا میں بیان کیا کہ امام زہری نے کہا امام کا آنا (منبر کی طرف خطبہ کے لئے) نماز کو روک دیتا ہے اور اس کا خطبہ دینا کلام گفتگو کو ممنوع کر دیتا ہے۔

(تلخیص الجبیر جلد ۲ صفحہ ۷۸، مرقات صفحہ ۲۶۲، موطا)

ابن مسیب کہتے ہیں کہ امام کا نکلنا (خطبہ کے لئے یعنی منبر پر آنا) نماز کا اور کلام دونوں کو ممنوع کر دیتا ہے۔(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے دن نماز پڑھتے اور جب امام آجاتا تو نماز نہیں پڑھتے۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد نے کہا کہ نماز مت پڑھو۔ اس آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے اللہ کے رسول سعد نے مجھے کہہ دیا، نماز مت پڑھو، تو آپ نے سعد سے پوچھا کہ اے سعد تم نے کیوں منع کیا سعد نے جواب دیا، وہ گفتگو کر رہا تھا، اور آپ خطبہ دے رہے تھے، آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا۔

(ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۲۶)

ابن مالک القرظی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر اور حضرت عثمان (کے عہد میں) دیکھا کہ جب وہ جمعہ کے لئے آتے تو ہم سب نماز ترک کر دیتے تھے اور جب وہ خطبہ دینے لگے تو گفتگو ترک کر دیتے۔(جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

عقبہ بن عامر نے کہا امام منبر پر ہو تو نماز پڑھنا گناہ ہے۔(طحاوی صفحہ ۲۱۷)

شرح مرقات میں ہے کہ شوافع کے یہاں بھی شروع خطبہ سے کلام مکروہ ہے۔(مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)

ابن عبدالبر مالکی یہ فرماتے ہیں کہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جب امام آجائے تو خطبہ سننے کے علاوہ کوئی عمل نہ کرے۔(الاستذکار جلد ۵ صفحہ ۵۱)

فائدہ: امام طحاوی نے بیان کیا کہ امام خطبہ دے رہا ہو اور کوئی مسجد میں آئے تو اب اس کے لئے کوئی نماز

پڑھنا جائز نہیں یہی مسلک جمہور احناف کا ہے، چنانچہ احناف نے ان روایت مذکورہ سے جو ثابت ہو رہا ہے کہ جب امام منبر کی طرف آ جائے اور مؤذن اذان دینے لگے تو پھر کسی بھی نماز کا پڑھنا خواہ سنت ہو یا تحیۃ المسجد ہو درست نہیں، اور آپ نے جو کسی صحابی سے نماز پڑھنے کہا تھا وہ کسی خاص جزوی مصلحت کی وجہ سے کہا تھا اور آپ نے اس وقت خطبہ بند کر دیا تھا۔ (کذافی ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۱۱۰)

شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ راجح قول یہ ہے کہ خطبہ شروع ہوتے ہی کلام حرام ہے۔ (مرعاۃ جلد۴ صفحہ۴۶۸)

امام اعظم کے نزدیک جیسے ہی امام منبر کی طرف آنے لگے کلام ممنوع ہو جاتا ہے۔ (مرعاۃ صفحہ۴۷۰)

آپ خطبہ کے وقت یا درمیان کوئی اہم دینی بات فرمالیتے

قیس نے اپنے والد سے ذکر کیا ہے کہ میرے والد آئے اور دھوپ میں کھڑے ہو گئے اور آپ خطبہ دے رہے تھے تو آپ نے حکم دیا کہ وہ سائے میں آ جائے۔ (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۱۸، ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ۱۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن (منبر پر) تشریف فرما ہوئے تو فرمایا، بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعود نے دروازہ مسجد پر سنا تو وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے، تو آپ نے فرمایا یہاں آ جاؤ اے ابن مسعود۔ (ابوداؤد صفحہ۱۵۶)

فائدہ: حافظ ابن حجر نے اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بظاہر یہ بات ہوگی کہ آنے والوں میں سے کوئی نماز پڑھنے کھڑا ہوا ہوگا، تو آپ نے اسے بیٹھنے کا حکم دیا، چونکہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو نماز کی حرمت پر اجماع ہے، اور یہ بھی امکان ہے کہ کوئی کھڑا ہو کر خطبہ سننے لگا ہو تو اس پر آپ نے فرمایا اجلسوا بیٹھ جاؤ، تو آپ کا کلام امر بالمعروف اور منکر پر نکیر تھا اور خطبہ میں منکر پر نکیر تھا اور خطبہ میں منکر پر نکیر خطیب کر سکتا ہے، ہاں مگر سامعین کو اس کی اجازت نہیں۔

فائدہ: فتح القدیر کے حوالہ سے ہے کہ امام دینی اہم امور خطبہ کے درمیان ذکر کر سکتا ہے، بدائع کے حوالہ سے ہے کہ خطیب امر بالمعروف اور کسی منکر پر نکیر کر سکتا ہے۔ (معارف السنن صفحہ۳۸۴)

اعلاء السنن میں ہے کہ ہمارے یہاں خطیب کا خطبہ کے درمیان گفتگو مکروہ ہے، ہاں مگر امر بالمعروف اور کسی منکر پر نکیر کی اجازت ہے۔ (جلد۸ صفحہ۸۱)

شرح بخاری میں ہے کہ خطیب خطبہ کے درمیان کسی منکر پر نکیر اور سامعین کو متنبہ کر سکتا ہے (سامعین کی زبان میں پھر خطبہ عربی میں دینے لگے) ہاں سامعین کو اجازت نہیں۔ (فیض الباری جلد۲ صفحہ۳۳۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کی اذان کا جواب دیتے

سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو سنا کہ اور وہ منبر پر تھے جب مؤذن

نے اذان دی اللہ اکبر کہا تو انہوں نے بھی اللہ اکبر کہا، مؤذن نے "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کہا تو حضرت معاویہ نے بھی کہا، پھر جب مؤذن نے کہا اشھد ان محمد رسول اللہ، تو حضرت معاویہ نے کہا میں بھی (گواہی دیتا ہوں) پھر جب اذان ختم ہوگئی تو فرمایا، میں نے اس مقام پر حضور ﷺ سے جب مؤذن نے اذان دی تو ایسا ہی سنا (یعنی آپ نے جواب دیا)۔ (بخاری صفحہ ۱۲۵)

فائدہ: علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطیب مؤذن کا جواب دے گا، مزید اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خطیب خطبہ سے قبل منبر پر بیٹھے گا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۲۳)

مگر مقتدی حضرات اذان خطبہ کا جواب نہ دیں گے خاموش رہیں گے۔ (درمختار)

جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے وعظ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے روز خطبہ سے پہلے منبر پر کھڑے ہوکر احادیث بیان فرماتے تھے، پھر امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ دیتے تھے۔ (مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۱۰۸)

حضرت ابو الضراری فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن بسر جمعہ کے دن پہلے وعظ فرماتے تھے، جب خطیب جمعہ کے لئے تشریف لاتے تو وعظ بند فرما دیتے۔ (مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۱۸۸)

حضرت تمیم داری حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں خطبہ سے پہلے وعظ فرماتے تھے۔ (مسند احمد صفحہ ۴۴۹، اصابہ صفحہ ۱۸۴)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن نماز و خطبہ سے قبل وعظ و تقریر کا معمول حضرات صحابہ کرام سے ثابت ہے، ہر جامع مسجد میں اس کا اہتمام اور انتظام ہونا چاہئے، تاکہ لوگوں کو دین کی باتیں معلوم ہوں، ورنہ اس زمانہ میں لوگوں کا ایسا ذہن اور مزاج کہاں کہ دین اور آخرت کے لئے وقت نکالیں، اسی موقعہ پر کچھ دینی بیان ہو جانا چاہئے تاکہ دینی معلومات رہے، ایسے موقعہ پر خالص دینی بیان ہونا چاہئے، منکرات کا ذکر آخرت کی باتیں، مسائل و فضائل اور زمانہ اور ماحول کی رعایت کرتے ہوئے بیان اور وعظ نصیحت ہونا چاہئے، اختلافی اور سیاسی امور سے اس بیان کا تعلق نہ ہونا چاہئے۔

جمعہ اور عیدین کا خطبہ عربی میں ہونا سنت اور لازم ہے

خطبہ جمعہ کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے، غیر عربی اردو وغیرہ زبان میں دینا خلاف سنت مکروہ تحریمی ہے، علامہ عبدالحئی الفرنگی محلی، عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں.

"فانه لاشك فى ان الخطبة يعبر بغير العربية خلاف السنة المتوارثة من النبى صلى الله عليه وسلم والصحابة رضى الله عنهم اجمعين فيكون مكروها

تحریما" (جلد اصفحہ ۴۴۲)

علامہ زبیدی شارح احیاء عربی زبان ہونا خطبہ کے لئے بقول صحیح شرط قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وهل يشترط كون الخطبة كلها بالعربية وجهان الصحيح اشتراطه."

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۲۲۶)

"مسند الهند حجة الله في الارض" محدث شاہ ولی اللہ قدس سرہ بھی خطبہ کا عربی میں ہونا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، چوں خطب آنحضرت ﷺ وخلفاء حلم جراً ملاحظہ کردیم تنقیح آں وجود چند چراست، حمد، شہادتین، وصلوٰۃ برآنحضرت ﷺ عربی بودن، نیز بجہت عمل ستمر مسلمیں "مشارق ومغارب باوجود آنکہ دربسیارے اقالیم مخاطبان عجمی بودند۔" (مسوی صفحہ ۱۵۴)

آپ ﷺ اور خلفاء راشدین اوران کے بعد کے اسلاف پر جب ہم غور کرتے ہیں تو ان امور کو خطبہ میں پاتے ہیں، حمد، شہادتین، درود اور ان خطبوں کا عربی زبان میں ہونا، اس وجہ سے کہ بہت سے ممالک میں ان خطبوں کے مخاطب عجمی زبان کے لوگ ہوتے تھے، جو عربی نہیں جانتے تھے اس کے باوجود تمام ممالک اسلامیہ مشرق ومغرب میں مسلمانوں کا دائمی عمل ہی رہا کہ خطبہ عربی زبان میں پڑھا گیا (وہاں کی معروف زبان میں نہیں پڑھا گیا)۔

اسی طرح موطا کی عربی شرح میں شاہ صاحب لکھتے ہیں "وكون الخطبة عربية فلا ستمرار اهل المسلمين في المشارق والمغارب مع ان في كثير من الافاليم كان المخاطبون اعجميين."

(جواہر الفقہ صفحہ ۳۵۵)

امام نووی بھی شرح مہذب میں لکھتے ہیں۔

"هل يشترط كون الخطبه بالعربية فيه طريقان اصحهما وبه قطع الجمهور يشترط لانه ذكر مفروض فشرط فيه العربية كالتشهد وتكبيرة الاحرام"

(شرح مہذب جلد ۴ صفحہ ۵۲۲)

کیا خطبہ عربی زبان میں ہونا شرط ہے، اس میں دو قول ہے: اصح یہ ہے کہ عربی میں ہونا شرط ہے، یہی جمہور کا قطعی قول ہے اور شرط اس وجہ سے ہے کہ یہ وہ ذکر ہے جو فرض ہے "فاسعوا الى ذكر الله" کی وجہ سے پس عربی کا ہونا شرط ہوگا جیسے تشہد اور تکبیر تحریمہ۔

دیکھئے خطبہ کو ذکر قرار دیا گیا ہے، قرآن میں اس خطبہ کو ذکر قرار دیا گیا ہے، اور ذکر میں ترجمہ اور مخاطب کی زبان کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، جیسے نماز، قرآن، ذکر وغیرہ میں چنانچہ اسے تشہد اور تکبیر تحریمہ کے مانند قرار دیا گیا ہے،

ظاہر ہے کہ اس میں عربی کے علاوہ کسی زبان کی بالا جماع اجازت نہیں، اسی طرح خطبہ جمعہ کا بھی یہی حکم ہے، پھر جب یہ دو رکعت کے گویا قائم مقام ہے تو اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جواہر الفقہ میں ہے، خطبہ جمعہ وعیدین کا عربی میں ہونا سنت ہے اس کے خلاف دوسری زبانوں میں (مثلاً اردو میں) پڑھنا بدعت ہے۔ (جلد اصفحہ ۳۶۶)

بعض لوگ عربی پڑھ کر اس کا ترجمہ سناتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے، چنانچہ جواہر الفقہ میں ہے، اسی طرح عربی میں خطبہ پڑھ کر اس کا ترجمہ ملکی زبان میں قبل از نماز سنانا بھی بدعت ہے، جس سے بچنا ضروری ہے، البتہ خطبہ عیدین میں عربی خطبہ پڑھ کر ترجمہ سنا دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ (جواہر الفقہ جلد اصفحہ ۳۶۵)

مزید تفصیل کے لئے جواہر الفقہ جلد اول اور کتب فتاویٰ دیکھئے جہاں اس کی مفصل بحث ہے۔

منبر نبوی کا حیرت انگیز واقعہ

اُبی ابن کعب کی روایت میں ہے کہ جب مسجد (نبوی) کی چھت کھجور کے شاخوں اور تنوں کی تھی آپ خطبہ ایک کھجور کے تنے پر دیتے تھے، آپ کے اصحاب سے ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول کیا ایک منبر نہ بنا دوں جس پر آپ جمعہ کے دن کھڑے ہو کر خطبہ دیا کریں، اور آپ کے خطبہ کو (سہولت کے ساتھ) سنیں، آپ نے فرمایا ٹھیک ہے، اس نے تین سیڑھی کا ایک منبر بنا دیا جب منبر بن گیا تو آپ نے اسی منبر پر خطبہ دینا شروع کیا، تو وہ تنہ جس پر پہلے آپ خطبہ دیا کرتے تھے تو وہ رونے لگا، جب آپ نے اس کی آواز سنی کہ وہ رو رہا ہے تو آپ منبر پر سے اترے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا پھر منبر پر چلے گئے، حضرت عائشہ کی روایت میں ہے کہ آپ نے ہاتھ پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۲۱۵)

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کہتے ہیں کہ جب آپ کے لئے منبر بنا دیا گیا تو ہم نے اس تنے سے رونے کی آواز سنی، گابھن اونٹنی کی طرح کراہنے کی آواز تھی، یہاں تک کہ آپ منبر سے اترے اور اس پر ہاتھ پھیرا۔ (بخاری جلد اصفحہ ۱۲۵)

حضرت ابو سعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً روایت ہے کہ کھجور کا تنہ تھا جس پر آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جمعہ کے دن خطبہ دیا کرتے تھے، تو آپ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ لوگوں کی کثرت ہوگئی ہے وہ لوگ آپ کو چاہتے ہیں کہ (خطبہ دیتے وقت) آپ کو دیکھیں، اگر آپ منبر بنوا لیتے اس پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تو لوگ آپ کو دیکھتے (اس لئے کہ بیان کرنے والے کو دیکھنے کی وجہ سے سننے والوں کو ایک خاص ذوق ہوتا ہے) آپ نے فرمایا، ہاں (پھر فرمایا) کون منبر بنائے گا، ایک شخص کھڑا ہوا کہا میں اے اللہ کے رسول: آپ نے پوچھا تم بنا لوگے، اس نے کہا، ہاں، اور انشاء اللہ نہیں کہا، آپ نے اس کا نام پوچھا تمہارا نام کیا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ وہ بیٹھ گیا، پھر آپ ﷺ نے دوبارہ کہا کون منبر بنادے گا، ایک شخص کھڑا ہوا اس نے کہا میں، آپ ﷺ نے پوچھا تم بنادو گے، اس نے کہا ہاں، اور انشاء اللہ نہیں کہا، آپ ﷺ نے پوچھا نام کیا ہے، اس نے کہا، فلاں، آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، پھر آپ ﷺ نے اعلان کیا، کون ہمارے لئے منبر بنائے گا، ایک شخص کھڑا ہوا، اس نے کہا میں، آپ ﷺ نے پھر پوچھا تم بنادو گے، اس نے کہا ہاں انشاء اللہ، آپ ﷺ نے نام پوچھا، اس نے کہا ابراہیم، آپ نے (اجازت دی) فرمایا بناؤ تم، (چنانچہ اس نے بنا کر جمعہ تک پیش کر دیا اور مسجد میں آگیا) پس جب جمعہ کا دن ہوا اور لوگ جمعہ میں آئے، تو آپ ﷺ منبر پر (خطبہ دینے) چڑھے، اور ٹھیک سے بیٹھ گئے۔ تو اس تنہ نے رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ میں نے سنا اور صف کے آخر میں تھے انہوں نے بھی (رونے کی آواز) سنا، آپ ﷺ منبر سے اتر پڑے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ اگر چپ نہ کرتے تو قیامت تک اس سے رونے کی آواز آتی رہتی مطلب بن حطب کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس تنہ کے بارے میں حکم دیا کہ زمین کھود کر اسے دفن کر دیا جائے چنانچہ منبر کے نیچے دفن کر دیا۔ (وفاء الوفا، جلد۲ صفحہ ۳۹۱)

یہ تنہ آپ ﷺ کے مصلیٰ کی دائیں جانب (اس وقت کی مسجد) کی دیوار سے متصل تھا، قاضی عیاض مالکی کے حوالے سے ہے کہ آپ ﷺ نے (اسے خاموش کرنے کے بعد) کہا کہ اگر تم چاہو تو اس باغ میں تم کو لوٹا دیا جائے جہاں تم رکے تھے، وہاں تم دوبارہ شاداب ہو جاؤ گے، بڑے ہو جاؤ گے پھر خوشے اور کھجور تم میں دوبارہ پیدا ہو جائیں گے، اور چاہو تو جنت میں بودوں تمہارے پھل کو اولیاء اللہ (جنتی) کھائیں، پھر آپ ﷺ نے اس کی طرف کان لگایا کہ وہ کیا کہتا ہے، تو اس نے کہا ہمیں جنت میں بو دیجئے، تاکہ مجھے اولیاء اللہ کھائیں، اور ایسی جگہ میں رہوں جہاں فنا نہیں ہے، چنانچہ جو قریب تھے انہوں نے بھی سنا، آپ ﷺ نے فرمایا، ٹھیک ہے پھر آپ نے فرمایا، اس نے دار البقا کو اختیار کیا دار الفناء کے مقابلہ میں، چنانچہ حضرت حسن جب اسے بیان کرتے تو روتے تھے، اور کہتے اے اللہ کے بندو، ایک لکڑی آپ کی محبت میں روتی ہے تم تو اس سے زائد مستحق ہو کہ اشتیاق محبت ملاقات میں گریہ کرو۔ (وفاء الوفا، جلد۲ صفحہ ۳۹۰)

علامہ سمہوری نے وفاء میں قاضی عیاض کے حوالہ سے لکھا ہے کہ کھجور کے تنہ کے سسکنے اور رونے کا واقعہ مشہور ہے اور خبر متواتر سے منقول ہے، اہل صحاح نے اس واقعہ کو ذکر کیا ہے، متعدد اصحاب کرام سے یہ مروی ہے۔ (جلد۲ صفحہ ۳۹۴)

انتباہ: آپ ﷺ جس منبر پر خطبہ دیا کرتے تھے، جس کا ذکر حدیث پاک میں ہے، وہ منبر مسجد نبوی کے

آگ لگنے کے واقعہ میں جل گیا تھا، اور لوگ اس کی برکت سے محروم ہوگئے یہ ۶۵۴ھ کا واقعہ ہے۔

لہٰذا موجودہ منبر جس کی زیارت کی جاتی ہے آپ کا منبر نہیں ہے صاحب الوفاء نے بیان کیا کہ ہمارے زمانہ میں جو منبر تھا اسے رکن الدین بادشاہ نے بنا کر نصب کیا تھا۔ (جلد ا صفحہ ۴۰۸)

مختلف خلفاء اسلام اور شاہان اسلام نے اپنے زمانہ میں بہتر سے بہتر بنا کر اس منبر کی جگہ رکھوا دیا کرتے تھے، معلوم ہوا کہ منبر کی جگہ تو وہی ہے، مگر منبر نہ آپ کے زمانہ کا ہے اور نہ خلفاء راشدین کے زمانہ کا، لہٰذا جو لوگ اس منبر کو بوسہ لینے اور چھو کر برکت حاصل کرتے ہیں، اس کی اہمیت نہیں۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ روایت میں ہے کہ آپ نے اسے گلے لگایا، یہاں تک وہ خاموش چپ ہوگیا، پھر آپ منبر پر چڑھ آئے اور خدا کی حمد وثنا بیان کیا (خطبہ دیا) پھر آپ نے فرمایا، یہ کھجور کا تنہ رونے لگا رسول خدا کی محبت وعشق میں، جب کہ آپ نے اسے چھوڑ دیا (اس پر چڑھ کر خطبہ نہ دیا)، قسم خدا کی اگر میں نہ اترتا اور گلے نہ لگاتا تو وہ قیامت تک چپ نہ ہوتا۔ (مطالب عالیہ صفحہ ۱۷۰)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تنہ پر خطبہ دیتے تھے، ایک رومی شخص نے آکر کہا میں آپ کے لئے ایک منبر بنا دوں جس پر آپ خطبہ دیں، چنانچہ اس نے یہ منبر بنا دیا جسے تم دیکھ رہے ہو، جب آپ کھڑے ہوئے اور اس پر (منبر) خطبہ دیا، تو اس سے اس طرح رونے کی آواز آئی جس طرح اونٹنی اپنے بچے کے لئے (یعنی زور سے) آپ اتر گئے اور اسے بدن سے لگایا تو وہ خاموش ہوگیا، پھر آپ نے اسے زمین میں دفن کرنے کا حکم دیا، گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔ (مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۷۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے تنہ پر خطبہ دیتے تھے جب منبر بنا دیا گیا اور اس پر چڑھے تو اس کھجور کے ستون سے اونٹنی کے بچہ کے مانند آواز آنے لگی، جسے اہل مسجد نے سنا، تو آپ نیچے اترے اور اسے گلے لگالیا، تو وہ خاموش ہوگیا۔ (نسائی صفحہ ۲۰۷)

مصنف ابن عبدالرزاق میں ہے، معمر نے اہل مدینہ سے نقل کیا ہے کہ اس کھجور کے تنہ کو مسجد نبوی ہی میں دفن کر دیا گیا، چنانچہ جس مقام پر دفن کیا گیا ہے وہاں پر ایک ستون کھڑا کر دیا ہے، جسے استوانہ حنانہ کہتے ہیں۔

(ابن عبدالرزاق صفحہ ۱۸۷)

چنانچہ ریاض الجنۃ کے ستونوں میں سے ایک ستون ہے۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۲۹۴)

شرح ترمذی میں ہے تین قوی روایتوں سے اس تنہ کا دفن ہونا ثابت ہے۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۳۵۹)

یحییٰ بن سعید کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کھودنے کا اور اسے دفن کر دیا۔

(وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۳۸۹)

بریدہ کی روایت داری ہے کہ آپ ﷺ نے منبر بننے کے بعد کھجور کے تنہ کو چھوڑ دیا تو وہ اونٹنی کے بچے کی طرح کراہنے لگا، آپ نے جب اس کے کراہنے کی آواز کو سنا تو اس کے قریب گئے، اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا، اور (اسے چپ کرتے ہوئے) کہا، یا تو تم کو اسی جگہ گاڑ دوں جس جگہ تم تھے، پس اسی طرح (سبز شاداب ہو جاؤ) جیسے کہ پہلے تھے، تم کو جنت میں بودوں (یعنی مسجد میں دفن کر دوں تو تم جنت میں رک جاؤ گے) تو تم جنت کی نہروں چشموں سے سیراب ہوگے، خوب اچھے پھلدار ہو جاؤ گے، تمہارے پھل کو اولیاء اللہ کھائیں گے، اور ہمیشہ رہوگے، چنانچہ اس نے آپ ﷺ کی بات کو سنا اور کہا ہاں ایسا ہی کیجئے، آپ سے جب پوچھا گیا کہ اس نے کیا کہا، تو آپ نے جواب دیا، اس نے جنت میں اگنے کو ترجیح دی۔ (وفا صفحہ ۳۸۹)

آپ ﷺ کا منبر کیسا تھا اور کس رخ تھا؟

آپ کا منبر پہلے تو کھجور کا تنہ تھا، اس سے قبل اونچی مٹی پر خطبہ دیتے تھے، آپ کے اصحاب نے لکڑی کا منبر بنادیا تو اسی پر چڑھ کر کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔

آپ ﷺ کے منبر کے تین درجات یعنی تین سیڑھیاں تھیں، اسی طرح تمام خلفائے راشدین کے زمانہ میں رہیں اس کے بعد حضرت معاویہ کے زمانہ میں مروان نے اس کے چھ درجات بنادیئے۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۳۹۹)

آپ ﷺ کا منبر شریف مصلّی کے دائیں جانب تھا، اور یہی سنت ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۶ صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶، الشامی صفحہ ۱۶۱)

آپ کے منبر کی لمبائی تین ہاتھ ایک بالشت تین انگلی تھی۔ (وفاء الوفاء صفحہ ۴۰۵)

ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے منبر کے تین درجات یعنی تین سیڑھیاں تھیں۔

(جلد ا صفحہ ۴۲۹، الشامیہ صفحہ ۱۶۱)

سعد بن ابراہیم کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے منبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اختیار کیا۔

(بزار صفحہ ۳۰۴)

ابو صالح الدمشقی نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ کے منبر کی تین سیڑھیاں تھیں۔

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۲۲۲، وفاء الوفاء جلد ا صفحہ ۴۰۰)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منبر استعمال کیا، آپ کے منبر میں تین سیڑھیاں تھیں، جسے مدینہ کے ایک بڑھئی جس کا نام یاقوم تھا جو روم کا باشندہ تھا، اور سعد بن العاص کا غلام تھا بنا کر دیا تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب زمانہ آیا تو دوسری سیڑھی پر خطبہ دیتے تھے، (ادباً آپ کے مقام پر نہیں

بیٹھتے تھے) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب عہد آیا تو وہ بھی ایک سیڑھی نیچے اتر کر بیٹھتے تھے جس پر صدیق اکبر بیٹھتے تھے۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے ایک سیڑھی کا اضافہ کیا اور اسی پر بیٹھتے تھے اور تین سیڑھیوں کو ادباً چھوڑ بیٹھتے تھے۔ (کشف الغمہ جلد ا صفحہ ۱۴۸)

شرح مسند احمد میں ہے کہ مستحب یہ ہے کہ منبر چھوٹا ہو، اور اس میں سیڑھیاں ہوں۔ (الفتح جلد ۶ صفحہ ۸۵)

شرح ابوداؤد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی تین سیڑھیاں مروان کے زمانہ تک رہیں، مروان نے سب سے پہلے نیچے کی جانب سے تین سیڑھیاں بنوائیں، چھ سیڑھیاں کر دیں۔ (بذل المجہود صفحہ ۱۷۸)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مروان کو حکم دیا کہ اس منبر کو اس کی جانب شام بھیج دیا جائے، چنانچہ جب اس کے اکھاڑنے کا حکم دیا تو ایک تیز آندھی آئی، مدینہ میں اندھیرا چھا گیا، ایک روایت میں سورج گرہن ہو گیا (اور بہانہ بنا کر ارادہ ملتوی کر دیا) اور اس کے چھ درجے بنا دیئے اور کہا کہ میں نے اونچا لوگوں کے ازدحام اور کثرت کی وجہ سے کیا۔ (وفاء الوفا صفحہ ۳۹۹)

جمعہ کے دن قبولیت دعا کا وقت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کا ذکر فرمایا، تو یہ کہا کہ اس میں ایک ایسا وقت ہے، کہ اس وقت کوئی بندہ مؤمن کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اللہ سے کوئی دعا کرتا ہے تو اسے قبول فرما لیتے ہیں، اور آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا وقت بہت تھوڑا ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۸، مسلم صفحہ ۲۸۱، نسائی صفحہ ۲۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جمعہ کے دن ایک ایسا وقت ہے کہ اس وقت کوئی دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اسے قبول فرماتا ہے۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۱)

عمر بن عوف مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعہ میں ایک ایسا وقت ہے کہ جو بندہ اس میں دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اسے قبول فرماتا ہے۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۹۴)

حضرت ابولبابہ کی روایت ہے کہ اس میں ایک وقت جس میں بندہ جو دعا کرتا ہے اللہ پاک اسے قبول فرماتے ہیں تاوقتیکہ وہ کسی ناجائز امر کا سوال نہ کرے۔ (ترغیب صفحہ ۴۹۰)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما تھے میں نے کہا کہ میں اللہ کی کتاب تورات میں پاتا ہوں کہ جمعہ کے دن ایسا وقت ہے جس میں مؤمن نماز پڑھتا ہے، اللہ پاک سے کوئی سوال دعا کرتا ہے تو اللہ پاک اس کی ضرورت کو پوری فرما دیتے ہیں۔ (ترغیب جلد ا صفحہ ۴۹۴)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن بارہ گھنٹے ہیں، اس میں ایک وقت ایسا ہے کہ کوئی مسلمان دعا کرتا ہے اللہ پاک اسے قبول فرماتے ہیں۔ (ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۹۴)

جمعہ کے دن ساعت مستجاب اور مقبول کا بیان اور اس کی تفصیل

متعدد صحیح احادیث میں گزرا کہ جمعہ کے دن ایک اہم خصوصیت جو کسی اور دوسرے دن کو حاصل نہیں ہے وہ ایک مستجاب وقت ہے، جس میں دین و دنیا کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، وہ کون سا وقت ہے، اس میں محققین علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں چالیس اقوال نقل کیے ہیں اسی طرح حافظ نے فتح الباری میں چالیس اقوال گنائے ہیں ملا علی قاری نے شرح مشکاۃ میں ذکر کیا ہے کہ قریبا پچاس اقوال ہیں اس کے متعلق جس طرح لیلۃ القدر کے متعلق اختلاف اور مختلف اقوال ہیں اسی طرح اس کے متعلق ترتالیس قول کو نیل الاوطار میں علامہ شوکانی نے نقل کیا ہے، قریب پچیس قول شارح احیاء نے بیان کیا ہے، حافظ ابن حجر کے بیان کردہ اقوال اختصار کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں۔

1. یہ وقت مستجاب اٹھا دیا گیا ہے۔
2. یہ وقت مستجاب سال کے صرف ایک جمعہ میں ہے۔
3. شب قدر کی طرح دن کے اوقات میں مخفی ہے۔
4. یہ وقت مستجاب ہر جمعہ میں منتقل ہوتا رہتا ہے، کبھی کسی وقت کبھی کسی وقت۔
5. جب مؤذن صبح کی اذان دیتا ہے۔
6. طلوع فجر سے طلوع شمس تک رہتا ہے۔
7. طلوع فجر سے طلوع شمس تک اور عصر سے غروب تک۔
8. تین وقت رہتا ہے، طلوع فجر سے طلوع شمس تک عصر سے مغرب تک اور منبر پر جاتے سے لے کر اقامت تک۔
9. طلوع شمس کے وقت کا پہلا مرحلہ۔
10. عین طلوع شمس۔
11. دن کا تیسرا وقت۔
12. زوال سے لے کر یہاں تک کہ سایہ نصف ہاتھ ہو جائے۔
13. ایک ہاتھ ہونے تک۔

⑭ زوال شمس کے بعد ایک بالشت جب سایہ ہو جائے تب سے ایک ہاتھ تک۔
⑮ جیسے ہی زوال ہو۔
⑯ جب مؤذن جمعہ کی اذان دے۔
⑰ زوال سے لے کر نماز میں داخل ہونے تک۔
⑱ زوال سے لے کر امام کے آنے تک۔
⑲ زوال سے لے کر غروب شمس تک۔
⑳ امام کے آنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک۔
㉑ امام کے نکلنے کے وقت (منبر کی طرف آنے کے وقت)
㉒ امام کے نکلنے سے لے کر نماز ختم ہونے تک۔
㉓ حرمت بیع سے لے کر حلت بیع تک (یعنی اذان سے لے کر ختم جمعہ تک)۔
㉔ اذان اور نماز کے درمیان۔
㉕ امام منبر پر بیٹھ جانے کے بعد سے نماز تک۔
㉖ اذان کے وقت، وعظ امام کے وقت، تکبیر کے وقت۔
㉗ انہی اوقات مذکورہ میں مزید امام کے منبر پر۔
㉘ جب امام خطبہ شروع کرے۔
㉙ جب امام منبر پر پہنچ جائے اور خطبہ شروع کرے۔
㉚ دو خطبوں کے درمیان جب بیٹھے۔
㉛ امام کے منبر پر سے اترتے وقت۔
㉜ جب جماعت کھڑی ہو جائے اور مصلی پر چلا جائے۔
㉝ صف کی درستگی سے لے کر جماعت کھڑی ہونے تک۔
㉞ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ پڑھاتے تھے۔
㉟ عصر سے لے کر سورج ڈوبنے تک۔
㊱ نماز عصر میں۔
㊲ عصر سے لے کر وقت مختار تک (اصفرار شمس سے غروب تک)۔
㊳ عصر کے بعد مطلقاً۔

۳۹ بیچ دن سے آخر دن تک۔

۴۰ اصفرارِ شمس سے غروب تک۔

۴۱ عصر کا آخری وقت۔

۴۲ جب کہ سورج کا ٹکیہ آدھا ڈوب جائے، یا سورج ڈوبنے لگ جائے یہاں تک کہ مکمل غروب ہو جائے۔

(فتح الباری صفحہ ۴۲۰، نیل الاوطار)

۴۳ ایک قول حافظ نے بھی نقل کیا ہے کہ امام کے شروع فاتحہ سے لے کر آمین تک ہے۔

وقت مستجاب کے متعلق اصوب اور راجح قول

اربابِ تحقیق نے ان روایات مختلفہ اور اقوال متعددہ میں سے دو روایتوں کو اصوب اور راجح قرار دیا ہے۔

۱ حضرت ابوموسیٰ کی روایت۔

۲ حضرت عبداللہ بن سلام کی روایت۔

حضرت ابوموسیٰ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں وقت مستجاب امام کے منبر پر جانے کے بعد سے ختم نماز تک ہے۔

عبداللہ بن سلام کی روایت میں یہ وقت عصر سے لے کر مغرب تک ہے، اسی کے قائل حضرت ابن عباس ہیں، حافظ نے کہا اصح الحدیث تو حضرت ابوموسیٰ کی روایت ہے اور اشہر الاقوال حضرت عبداللہ بن سلام کی روایت ہے۔ (فتح الباری صفحہ ۴۲۱، مرقاۃ صفحہ ۴۲۴)

امام نووی، بیہقی، قرطبی ابن عربی نے اول کو راجح قرار دیا ہے اور ترجیح دی ہے۔

امام احمد نے فرمایا اکثر حضرات نے ابن سلام کی روایت (عصر کے بعد) کو ترجیح دی ہے، اسحٰق، طرطوشی، ابن زملکانی، امام شافعی، ابن قیم نے زاد المعاد میں اسی کو مختار مانا ہے۔

(مرقاۃ جلد ۴ صفحہ ۴۲۵، حضرت ابن عباس، سعید ابن جبیر اسی کے قائل ہیں، استذکار صفحہ ۸۶)

علامہ انور شاہ کشمیری نے بھی اسی عصر کے بعد کے وقت کو اصوب قرار دیا ہے۔ (فیض الباری جلد ۲ صفحہ ۳۵۸)

حافظ نے ابن عبدالبر کے قول کو نقل کیا ہے کہ ان دونوں اوقات میں دعا کی کوشش کرے، اسی طرح حافظ ابن حجر اور دیگر علماء نے بیان کیا ہے، اگر تمام اوقات میں دعا کرے تو وہ وقت مستجاب پالے گا۔ (فتح الباری)

جمعہ کا مستجاب عصر سے لے کر مغرب تک

حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا، وہ وقت جس کی جمعہ میں امید وانتظار

کیا جاتا ہے، اسے عصر سے لے کر مغرب تک تلاش کرو، اور وہ ایک مٹھی کے برابر ہے۔

(مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۶، ترمذی، مشکوٰۃ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا جمعہ کے دن سولہ گھنٹے ہیں، اس میں ایک ایسا وقت ہے جس میں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہو جاتی ہے، اسے آخر وقت عصر کے بعد تلاش کرو۔

(ترغیب صفحہ ۴۹۵، نسائی ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، سنن کبریٰ صفحہ ۲۵۱، استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۶)

حضرت ابوسعید اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ وقت جمعہ کا جس میں کوئی مؤمن دعا کرتا ہے کسی بھلائی کا تو اسے قبول کر لی جاتی ہے، وہ عصر کے بعد ہے۔

(مسند احمد صفحہ ۲۴۶، استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۶)

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جمعہ میں وہ وقت جس میں دعا قبول ہوتی ہے، وہ جمعہ کا آخری وقت ہے، سورج ڈوبنے سے قبل، جس سے لوگ زیادہ غافل ہیں۔

فائدہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ وہ مستجاب وقت جمعہ کے دن جس میں دعا قبول ہوتی ہے عصر سے لے کر غروب شمس تک ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۶)

زیادہ غفلت کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت بازار اور خرید وفروخت اور تفریح کا ہوتا ہے جسے یہ مشغول رہ کر اس وقت سے غافل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ عبداللہ بن سلام نے کہا کہ وہ جمعہ کے دن کا آخری وقت ہے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، ترمذی)

ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس بھی اسی کے قائل ہیں کہ عصر سے لے کر غروب شمس تک ہے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۸۶)

مرجانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خادمہ کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اپنے والد رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ وہ وقت (مستجاب) سورج کے ڈوبنے کے وقت ہے، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب جمعہ کا دن ہوتا تو اپنے غلام زید کو سورج کی جانب دیکھنے بھیجتیں جب وہ بتاتے کہ سورج کے ڈوبنے کا وقت آ رہا ہے تو دعا کی جانب متوجہ ہو جاتیں یہاں تک کہ سورج ڈوب جاتا۔

(فتح الباری صفحہ ۴۲۱، طبرانی، دارقطنی، بیہقی، نیل الاوطار صفحہ ۲۴۳)

حضرت عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے تخلیق آدم کی ابتداء ہفتہ کے دن فرمائی، پس ہفتہ اور اتوار کے دن زمین کی پیدائش ہوئی، خوراک وغیرہ کی پیدائش منگل و بدھ کو کی آسمان کی پیدائش جمعرات و جمعہ کو

فرمائی، جمعہ کے آخری وقت میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اور بڑی جلد ہوئی، پس یہی آخری وقت وقت مستجاب ہے۔ (معارف السنن صفحہ ۳۱۶)

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد جمعہ کے دن پیدا کیا۔ (معارف صفحہ ۳۱۵)

حضرت طاؤس جب عصر کی نماز پڑھتے تو کسی سے بات نہ کرتے اور اِدھر اُدھر متوجہ نہ ہوتے دعا اور ذکر میں غروب شمس تک مشغول رہتے۔ (استذکار جلد ۵ صفحہ ۹۷)

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب عصر کی نماز پڑھتے تو غروب شمس تک کسی سے بات نہ فرماتے (ذکر عبادت میں لگے رہتے) (استذکار جلد ۵ صفحہ ۸۶)

مشائخ اور صوفیا اور عباد کا معمول رہا ہے کہ وہ عصر سے مغرب تک مسجد میں معتکف ذکر مراقبہ میں مشغول رہتے۔

جمعہ کا وقت مستجاب، اذان سے لے کر نماز تک

حضرت میمونہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت امام کے کھڑے (خطبہ کے لئے یا نماز کے لئے کھڑے ہونے تک ہے)۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

حضرت عوف بن مالک کہتے ہیں کہ ہمیں امید ہے کہ وہ وقت ان تین اوقات میں سے کسی ایک وقت میں ہے۔

1. جب مؤذن اذان دے، امام جب تک منبر پر رہے، اور تکبیر کے وقت۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۷)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ وقت جمعہ کا (مستجاب) وہ امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے پورے ہونے تک ہے۔

(ترغیب صفحہ ۴۹۳، مسلم صفحہ ۲۸۱، ابوداؤد صفحہ ۱۵۰، نیل صفحہ ۲۴۴)

حضرت عوف مزنی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت کے متعلق پوچھا، کہ وہ کون سا وقت ہے تو آپ نے فرمایا، وہ نماز کے شروع ہونے سے لے کر ختم ہونے تک ہے۔

(ترغیب جلد ۱ صفحہ ۴۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۹، ترمذی صفحہ ۱۱۱، نیل)

ابن ابی موسیٰ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا کہ کیا تمہارے والد جمعہ کے وقت مستجاب کے بارے میں کچھ بیان کرتے ہیں انہوں نے کہا، ہاں، میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے تھے کہ وہ امام کے بیٹھنے سے لے کر نماز کے اختتام تک ہے۔

(مسلم صفحہ ۲۸۱، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۵۰)

جمعہ کے دن سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی ترتیب

❶ شب جمعہ میں درود پاک کا کثرت سے اہتمام کرے۔

❷ ہر دن تہجد نہ پڑھ سکتا ہو تو شب جمعہ میں یعنی کم از کم اس مبارک شب میں تہجد پڑھ لیا کرے، اگر نماز کا موقعہ نہ مل سکے تو بیٹھ کر ذکر استغفار میں اور مراقبہ میں وقت گزارے کہ یہ وقت بہت قیمتی ہے خصوصاً شب جمعہ میں اور اس کی نورانیت بڑھ جاتی ہے جس کا مشاہدہ یا احساس اہل ذوق کو ہوتا ہے۔

❸ صبح کی نماز سے قبل تین مرتبہ استغفار پڑھے "استغفر اللّٰہ الذی لا الٰہ الا ھو القیوم واتوب الیہ"
(مجمع الزوائد صفحہ ۱۶۸، الاذکار صفحہ ۱۹)

❹ جمعہ کی صبح کی نماز میں پہلی رکعت اور سورہ الم سجدہ اور دوسری رکعت میں پوری سورہ دہر پڑھے، اگر امام مسجد نہ پڑھتا ہو تو اس سنت کی ترغیب دے، کہ سنت ایسی چھوٹی کہ لوگوں کو معلوم بھی نہیں کہ یہ سنت ہے، خصوصاً مدارس کی مساجد میں اس کا خیال رہے کہ اس سے اس کی ترویج ہوگی۔

❺ فجر کے وقت "صبح کے اذکار مسنونہ کا ورد کرے"

❻ تلاوت کرے، سورہ کہف پڑھے، کہ یہ جمعہ کے دن سنت ہے، شامی میں ہے کہ دن کے شروع میں پڑھ لے۔

❼ اشراق کی دو یا چار رکعت پڑھ لے۔

❽ حسب موقعہ چاشت دو یا چار رکعت پڑھ لے، کہ ان اعمال مذکورہ کی ہر دن فضیلت ہے، جمعہ کے دن جمعہ کی وجہ سے اس کا ثواب فضیلت، نورانیت بڑھ جاتی ہے۔

❾ زوال سے قبل ہی غسل سے فارغ ہو جائے، اور اسی سے غسل کی طہارت سے جمعہ کی نماز پڑھے۔

❿ غسل کے وضو میں مسواک کرے، اگر غسل کسی عذر سے نہ کر سکے تو وضو میں مسواک کا اہتمام کرے۔

⓫ موجودہ کپڑوں میں اچھا عمدہ کپڑے پہنے، بہتر ہے کہ ایسا ایک جوڑا رکھ لے جو عمدہ ہو اور جمعہ اور عیدین میں اسے پہن کر جائے۔

⓬ عطر لگائے، عطر رکھنے کا اہتمام کرے، صرف عید بقر عید ہی میں سنت نہیں بلکہ جمعہ وغیرہ میں بھی ہے۔

⓭ عمامہ باندھے، جمعہ کے دن سنت ہے، کسی رومال وغیرہ کا عمامہ کی طرح لپیٹ لینا بھی کافی ہے۔ (حدیث)

⓮ اذان سے قبل بلکہ زوال سے پہلے مسجد میں جانے کا اہتمام کرے۔ (حدیث)

⓯ جب مسجد کے دروازے پر جائے تو دروازے پر چوکھٹ پکڑ کر (اگر موقعہ ہو اور گنجائش ہو تو) یہ دعا پڑھے۔

"اللھم اجعلنی اوجہ من توجہ الیك واقرب من تقرب الیك وافضل من

سالك ورغب اليك" (اذکار نووی صفحہ۱۷۳، ابن سنی)

۱۶ مسجد میں داخل ہونے کی مسنون دعائیں پڑھے۔

۱۷ زوال کا وقت نہ ہوتو تحیۃ المسجد کی دو رکعت بیٹھنے اور دیگر اذکار سے پہلے پڑھے۔

۱۸ جمعہ کی اذان کے بعد جمعہ کی چار رکعت سنن قبلیہ پڑھے۔

۱۹ صف اول میں امام محراب کے بالکل قریب بیٹھے۔

۲۰ صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا اہتمام کرے، نماز سے پہلے جائے کہ اس سے سہولت فارغ ہو جائے، اگر اس وقت نہ پڑھ سکے تو جمعہ کے دن صبح یا جمعہ کے بعد پڑھ لے کہ آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روزانہ نہ ہو سکے تو جمعہ جمعہ پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی، اکابرین کا طریق یہ رہا ہے کہ زوال کے بعد ظہر سے قبل پڑھ لیا کرتے تھے، اسی لئے جمعہ کے دن تکبیر جلد جانے کی فضیلت اور تاکید ہے تاکہ ان جیسی عبادتوں کے ثواب کی سہولت حاصل کرے۔

۲۰ سنت کے بعد اور خطبہ سے قبل وقت ملے تو نوافل نماز میں مشغول رہے، یا استغفار درود ذکر تلاوت میں مشغول رہے کہ مبارک ومستجاب وقت ہے، خاموش بیٹھنا بھی گناہ کا سبب ہے۔

۲۲ خطبہ کی جب اذان شروع ہو جائے تو اذان کا جواب زبان کی آواز سے نہ دے دل دل میں دے اوراذکار و نماز کو بند کر دے۔

۲۳ خطبہ غور سے اور دھیان سے سنے۔

۲۴ ایسی شکل اور ہیئت سے نہ بیٹھے کہ نیند آئے۔

۲۵ دھیان توجہ انابت الی اللہ کے ساتھ اور خشوع الٰہی اختیار کرتے ہوئے امام کے ساتھ نماز پڑھے۔

۲۶ جمعہ کی نماز ہی بہتر اور مسنون ہے کہ امام پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں سورہ منافقین پڑھے یا پہلی رکعت میں سبح الاسم ربك الاعلى اور دوسری میں سورہ غاشیہ پڑھے۔ (مسلم تلخیص)

۲۷ سلام کے بعد یہ دعا اور ورد کرے، سورہ اخلاق، سورہ فلق اور سورہ ناس، سات سات مرتبہ اسی جگہ بیٹھے بیٹھے پڑھے۔ اگر فرصت اور موقعہ ہو تو سلام کے بعد یہ سومرتبہ پڑھ لے "سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم، وبحمده، واستغفر الله" (اتحاف صفحہ۲۷۲)

۲۸ جمعہ کی نماز کے بعد اولاً چار رکعت پھر دو رکعت سنت پڑھے۔

۲۹ جمعہ کے دن نماز سے فارغ ہونے پر دوپہر کا کھانا کھائے۔

۳۰ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا کھا کر حسب ضرورت وفرصت قیلولہ کرے۔

۳۱ جمعہ کے بعد تجارت دکانداری وملازمت وصنعت وحرف کے امور میں حسب معمول لگ جائے۔

۳۲ اگر بازار جانا ہو کچھ خرید وفروخت کرنا ہو تو جمعہ سے فارغ ہونے پر کرے، کہ جمعہ کے بعد ان امور میں برکت ہے۔

۳۳ عصر کی نماز حسب معمول جماعت سے پڑھ کر اسی جگہ بیٹھے بیٹھے یہ درود اسی بار پڑھے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا"

(زاد الابرار)

۳۴ اگر ہوسکے تو عصر سے لے کر مغرب تک مسجد میں معتکف رہ کر درود پاک میں مشغول رہے، اور دعا کرے کہ یہ وقت مستجاب ہے۔

۳۵ غروب سے چند ساعت پہلے ذکر ودعا میں مشغول رہے کہ یہ قبولیت دعا کا وقت ہے۔

جمعہ کے دن کے اوراد، وظائف، اذکار، دعائیں

۱ استغفار: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کی صبح کو نماز صبح سے پہلے یہ استغفار تین مرتبہ پڑھے گا، اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر کیوں نہ ہو۔

(ابن سنی طبرانی اوسط، شرح احیاء ۲۹۱، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۶۸)

"استغفر اللّٰه لا اله الا هو الحي القيوم واتوب اليه"

۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو یہ استغفار سات مرتبہ جمعہ کے دن پڑھے گا، اسی دن انتقال ہو جائے گا تو جنت میں جائے گا، اگر شب جمعہ میں پڑھا اور شب ہی میں مر گیا تو جنت میں داخل ہو جائے گا"

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّي لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ وفي قَبْضَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ اَصْبَحْتُ اَوْ اَمْسَيْتُ عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ بِنِعْمَتِكَ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْلِيْ ذُنُوْبِي اَنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ." (شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۲۹۱، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۷۸)

۳ عون نے حضرت اسماء سے نقل کیا ہے کہ جو "قل هو اللّٰه احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس" سات سات مرتبہ نماز جمعہ کے بعد اسی جگہ بیٹھے بیٹھے پڑھے گا، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اس کی حفاظت ہوگی۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۵۹، اذکار صفحہ ۱۷۳)

علامہ سیوطی نے سورہ فاتحہ کا بھی اسی کے ساتھ پڑھنا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ احیاء العلوم میں امام غزالی نے سورہ فاتحہ، سورہ احد، اور معوذتین کا سات سات مرتبہ پڑھنا ذکر کیا ہے، اور اس کی خاصیت یہ بیان کی کہ وہ ایک ہفتہ

تک شیطان سے محفوظ رہے گا۔

شرح احیاء میں ہے کہ جو شخص اس عمل پر ہمیشگی اور مداومت اختیار کرے گا، اللہ پاک اسے مردوں میں اور عورتوں میں مقبولیت اور ہیبت سے نوازے گا، بعضوں نے بیان کی کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک تمام برائیوں سے محفوظ رہے گا۔

۴ حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مرفوعاً منقول ہے کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد اسی جگہ بیٹھا ہوا اٹھنے سے قبل (فرض کے بعد فوراً) یہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے ایک لاکھ گناہ اور اس کے والدین کے چوبیس ہزار گناہ معاف ہوں گے۔ (کنز صفحہ ۷۶۷، اتحاف جلد ۳ صفحہ ۲۷۲)

"سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهِ"

ابن حبان کی روایت میں ہے کہ خدا اسے غنی بنا دے گا۔

وسعت رزق اور غنا کے اوراد

امام غزالی نے احیاء میں بیان کیا کہ جمعہ کے بعد یہ دعا بہتر ہے، جو شخص اس دعا پر ہمیشگی کرے گا اللہ پاک اسے مخلوق سے مستغنی رکھے گا اور بلا شان و گمان اسے رزق دے گا، شرح احیاء میں ہے کہ اس پر رزق ظاہری اور باطنی کے دروازے کھل جائیں گے، جو شخص ہر جمعہ کے بعد اس کا التزام کرے گا، دوسرا جمعہ بھی نہیں آئے گا کہ اسے غنا حاصل ہوگا، بعض مشائخ نے اس کی خاصیت بیان کی ہے کہ قرض بھی ادا ہو جائے گا، اور مخلوق سے غنا حاصل ہوگا۔

علامہ زبیدی نے لکھا ہے کہ اس مذکورہ دعا کو ان سورتوں (فاتحہ اخلاص وغیرہ جس کا ذکر اوپر گزرا) کے پڑھنے کے بعد پڑھے۔

"اَللّٰهُمَّ يَاغَنِيُّ يَا حَمِيْدُ يَا مُبْدِئُ يَا مُعِيْدُ يَا رَحِيْمُ يَاوَدُوْدُ اَغْنِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَبِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ" (شرح احیاء ۲۷۱)

تَرجَمَہ: "اے اللہ اے غنی اے قابل تعریف اے پیدا کرنے والے اے دوبارہ لوٹانے والے اے رحم کرنے والے اے مہربان حلال کے ذریعہ ہمیں حرام سے بچا اور اپنے فضل سے ہمیں اپنے غیر سے محفوظ فرما، بعض مشائخ کی روایت میں ہے کہ جو نماز جمعہ کے بعد اسے ستر مرتبہ پڑھے گا اس کا قرضہ ادا ہو جائے گا، اور وہ مالدار ہو جائے گا۔"

"اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ"

ترجمہ: "ہمیں حرام سے بچادے اور اپنے فضل سے اپنے غیر سے محفوظ فرمادے۔"

(شرح احیا صفحہ ۲۷۱)

دعائے مستجاب جمعہ

علامہ سخاوی نے بیان کیا کہ ابوموسیٰ مدینی سے موقوفاً مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن مسجد جلد جائے اور تھوڑا یا زیادہ جو کچھ صدقہ کرے پھر جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَّذِیْ لَا اِلٰهَ هُوَ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ الَّذِیْ مَلَأَتْ عَظْمَتُهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاَسْئَلُكَ بِاسْمِكَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الَّذِیْ عَنَتْ لَهُ الْوُجُوْهُ وَخَشَعَتْ لَهُ الْاَبْصَارُ وَوَجِلَتِ الْقُلُوْبُ مِنْ خَشْيَتِهِ اَنْ تُصَلِّیْ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنْ تَقْضِیَ حَاجَتِیْ."

اس کے بعد دعا قبول ہوگی، اسی میں ہے کہ بے وقوفوں کو یہ دعا نہ سکھاؤ کہ کسی گناہ یا قطع رحمی کا ارتکاب کر بیٹھیں، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ جمعہ سے قبل کسی مسکین کو کھانا کھلائے۔ (اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۳۰۲)

علامہ زبیدی نے بیان کیا کہ شیخ ابوعبداللہ مغادری نے بیان کیا کہ جسے کوئی حاجت پیش آئے وہ جمعہ کی نماز کے بعد بارہ مرتبہ پڑھے

"يَا اَللّٰهُ يَا وَاحِدُ يَا اَحَدُ يَا جَوَّادُ اَنْفِعْنِیْ بِنَفْحَةِ خَيْرٍ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ"

(اتحاف صفحہ ۲۷۳)

شیخ زبیدی نے لکھا ہے کہ اگر فرض نماز کے بعد پڑھے تو گیارہ بار پڑھے اور دعا کرے۔

جمعہ کے دن کے مسنون و ماثور اعمال

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ تَعَالیٰ نے جمعہ کے مبارک و اہم دن کے مسنون و ماثور اعمال ترتیب کے ساتھ بیان کئے ہیں جس سے جمعہ کے آداب و اعمال مستحسنہ کا علم ہوتا ہے، اور ہر مؤمن کو اس دن اسی ترتیب سے گزارنی چاہئے۔

1. اس کی تیاری بعمرات ہی کے دن سے شروع کرے، مثلاً کپڑے صاف کرے، بال ناخن بنالے، جمعہ کے دن صبح کی تیاری سے جو چیز مانع ہو اسے ختم کرے، ہو سکے تو جمعرات کو ملا کر روزہ رکھے۔

شب جمعہ میں نماز، تلاوت قرآن میں وقت گزارے، اس رات قرآن پاک ختم کرے، اس کی بڑی

فضیلت ہے، بعض اسلاف اس رات کو جامع مسجد میں گزارتے، مستحب ہے کہ اس رات اہل سے ملے یا دن میں ملے۔

۲ صبح ہو جائے تو اولاً غسل کرے۔

۳ تزئین نظافت اس دن اختیار کرنا مستحب ہے، یعنی اچھا کپڑا، مسواک، خوشبو، بال ناخن کی صفائی وغیرہ عمامہ، خوشنما لباس۔

۴ صبح جلد از جلد جامع مسجد جانا، جانے میں خشوع، تواضع سکت کا اظہار کرنا، اعتکاف کی نیت کرنا۔

۵ مسجد میں نہ لوگوں کی گردنوں کو پھاندنا۔

۶ مسجد میں لوگوں کے آگے گزر کر نہ بیٹھنا۔

۷ صف اول میں جگہ حاصل کرنا۔

۸ امام کے آتے ہی نماز کا سلسلہ بند کر دے، بلکہ کلام و گفتگو بند کر دے، اذان کا جواب دے، اور خطبہ دھیان سے سنے۔

۹ ان امور مذکورہ کی رعایت کرنے کے بعد جب نماز جمعہ سے فارغ ہو جائے تو سورہ فاتحہ سات اور معوذتین اور قل ہو اللہ احد سات سات مرتبہ پڑھے، اسلاف سے منقول ہے جو ایسا کرے گا وہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک شیطان سے محفوظ رہے گا، اس کے بعد جمعہ کے بعد کی سنتیں چھ رکعت پڑھے، چار رکعت پھر دو رکعت۔

(اتحاف السادۃ جلد ۳ صفحہ ۲۷۶)

مزید نماز کے علاوہ دیگر امور مستحب جمعہ کے دن بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱ جمعہ کے بعد، جنازہ، مریض کی عیادت اپنے احباب کی ملاقات۔

۲ عصر کے بعد سے مغرب تک دعا درود، استغفار وغیرہ میں لگا رہے۔

۳ درود شریف خوب کثرت سے ورد رکھے۔

۴ قرآن کی تلاوت بکثرت کرے، سورہ کہف پڑھے۔

۵ صلاۃ التسبیح کا معمول رکھے۔

۶ صدقہ خیرات کرنا اس دن خاص کر کے مستحب ہے کہ اس کا ثواب دیگر ایام سے زائد ملتا ہے۔

(اتحاف السادۃ شرح احیاء جلد ۳ صفحہ ۳۰۱)

یوم جمعہ کے خصائص

علامہ ابن قیم نے زاد المعاد میں، سفر السادۃ میں علامہ مجد الدین شیرازی نے جمعہ کے متعدد خواص اور

امتیازی شرف۔بیان کیا ہے جو احادیث وآثار سے ثابت اور منقول ہیں۔ (زاد صفحہ ۳۷۵، کشف صفحہ ۱۴۰)

جن کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱. فجر کی نماز میں الم سجدہ اور دوسری رکعت میں هل اتى على الانسان پڑھنا۔
۲. جمعہ کے دن کثرت سے درود پاک کا پڑھنا۔
۳. نماز جمعہ کا فرائض اسلام میں سے اہم الفرائض ہونا، بڑی جامع مسجد میں مسلمانوں کا بڑا اجتماع اور کثیر مقدار میں جمع ہونا۔
۴. اس دن غسل کرنا، اور نظافت و پاکیزگی کی تاکید سے اہتمام کرنا۔
۵. عطر وخوشبو کا اہتمام۔
۶. مسواک کا اہتمام اور اس کی تاکید۔
۷. جلد از جلد نماز جمعہ کے لئے نکلنا اور اس کے ثواب وفضیلت کا حاصل کرنا۔
۸. امام کی آمد سے قبل تک نماز ذکر میں مشغول رہنا۔
۹. خطبہ کے سننے کا واجب ہونا۔
۱۰. اس دن سورہ کہف کا پڑھنا۔
۱۱. شوافع وغیرہ کے نزدیک اور امام یوسف کے نزدیک جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز کا مباح اور درست ہونا۔
۱۲. جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ، سورہ منافقین، یا سبح اسم اور سورہ غاشیہ پڑھنا۔
۱۳. جمعہ کا دن ہفتہ کا عید ہونا۔
۱۴. عمدہ لباس کا پہننا۔
۱۵. مساجد کو خوشبو کی دھونی دینا۔
۱۶. جمعہ کے وقت سفر کا ممنوع ہونا۔
۱۷. جمعہ کے دن پیدل چلنے والے کو ہر قدم پر ایک سال روزہ اور نماز کا ثواب ملنا۔
۱۸. جمعہ کا دن کفارہ سیئات کا ہونا۔
۱۹. جمعہ کے دن جہنم کا نہ دھونکایا جانا بقیہ ہر دن جہنم کا دھونکایا جانا۔
۲۰. اس جمعہ کے دن وقت مستجاب کا ہونا۔
۲۱. جمعہ کی نماز کا دوسری نمازوں کے مقابلہ میں کچھ خصوصیات پر مشتمل ہونا۔

۲۲ خطبہ کا ہونا، جس میں حمد وثنا درود وپند نصیحت وعدوعید عبرت کی باتیں سنانا۔

۲۳ اس دن عبادت کے لئے فارغ ہونا مستحب ہے، جیسے مہینوں میں ماہ رمضان اسی طرح ہفتہ میں جمعہ کے دن۔

۲۴ جمعہ کے دن تعجیل پر قربانی کا ثواب۔

۲۵ اس دن صدقہ کا ثواب دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زائد ہے۔

۲۶ جنت میں اس دن دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوگا۔

۲۷ اس دن کو قرآن نے یوم شاہد کہا ہے۔

۲۸ اس دن آسمان وزمین پہاڑ وسمندر، بلکہ تمام مخلوق سوائے انس وجن کے خوف زدہ ہوجاتے ہیں۔

۲۹ اس دن کو اللہ پاک نے مؤمن کے لئے ذخیرہ ثواب بنایا، اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے اسے ضائع کردیا۔

۳۰ ہفتوں میں سب سے بہتر افضل دن ہے، جیسے مہینوں میں رمضان المبارک، راتوں میں شب قدر، زمینوں میں یکہ مخلوق میں آپ۔

۳۱ قبروں میں ان کی روحیں آتی ہیں، زائرین کو، گزرنے، والوں کو پہچانتے ہیں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں ان کی قوت معرفت بڑھ جاتی ہے۔

۳۲ تنہا روزہ رکھنا اس دن مکروہ ہے۔

۳۳ مسلمانوں کے اجتماع اور بند نصیحت اور آخرت کی ترغیبی بیان وذکر کا دن ہے۔

ان تینتیس خاصتوں کو علامہ مجد الدین شیرازی اور علامہ ابن قیم نے ذکر کیا ہے۔

(زاد المعاد صفحہ ۳۷۵، سفر السعادۃ پر حاشیہ کشف الغمہ صفحہ ۱۴۰)

عاجز کے نزدیک مزید اور خاصیتیں اور فضائل جو یوم جمعہ سے متعلق ہیں، جس کا احادیث وآثار سے علم ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

۳۴ عید وبقرعید سے بھی زیادہ فضیلت کا حامل ہے۔

۳۵ سیّد الایام دنوں کا سردار ہے۔

۳۶ ہفتے کی عید ہے۔

۳۷ عبادت کا ثواب اس دن بڑھا دیا جاتا ہے۔

۳۸ اس کا دن چمکدار تابناک، رات روشن ہے۔

۳۹ یہ دن پانچ خصوصیتوں کا حامل ہے۔

۴۰ اس دن کا اہتمام اور اس کی تیاری جمعرات سے ہی کرنا۔
۴۱ اس دن جہنم کے دروازے کا بند ہو جانا۔
۴۲ اس دن یا رات میں موت ہونے سے سوال قبر اور عذاب قبر سے محفوظ رہنا۔
۴۳ اس دن کی موت سے شہادت کا ثواب پانا۔
۴۴ اس دن کی موت سے حساب کا نہ ہونا۔
۴۵ اس دن جہنم سے ایک خاص مقدار کا آزاد ہونا۔
۴۶ جمعہ کے دن ہر دروازے پر فرشتہ کا مقرر ہونا اور دروازوں پر جھنڈا گاڑنا۔
۴۷ جمعہ کا دن مساکین کے لئے حج کا دن ہونا۔
۴۸ جمعہ کے غسل جنابت پر ثواب کا ملنا۔
۴۹ اہلیہ کے لئے سبب غسل بننے پر مرد کو ثواب ملنا۔

جمعہ کے دن درود کی فضیلت

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر درود جمعہ کے دن خوب کثرت سے پڑھا کرو۔ ہماری امت کا درود ہر جمعہ کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ جس کا درود تم میں سے زائد ہوگا میرے نزدیک اس کا مرتبہ سب سے زائد ہوگا۔ (جلاء الافہام صفحہ۱۲۷، الترغیب صفحہ۵۰۳)

جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ یہ یوم مشہود ہے۔ اس میں ملائکہ حاضر ہوتے ہیں۔ اور تم میں سے جو مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ مجھ کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اس سے فارغ ہو جائے۔ حضرت ابودرداء نے پوچھا موت کے بعد بھی۔ آپ نے فرمایا اللہ پاک نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے جسموں کو کھائے۔ (الترغیب جلد۲ صفحہ۵۰۳)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا دن ہے اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی اسی دن ان کا انتقال ہوا اسی دن صور پھونکا جائے گا اسی دن اٹھائے جائیں گے اس دن تم کثرت سے درود پڑھو، تمہارا درود ہمارے اوپر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرات صحابہ نے کہا ہمارا درود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح پیش کیا جائے گا کہ آپ بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام قرار دیا ہے کہ نبیوں کے جسم کھائے۔ (جلاء الافہام صفحہ۳۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کثرت سے درود پڑھا کرو جو مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا خدائے پاک اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔
(جلاء الافہام صفحہ ۳۲)

حضرات صحابہ کا جمعہ کے دن کثرت درود کا معمول

حضرات صحابہ کرام جمعہ کے دن کثرت درود کو مستحب سمجھتے تھے (یعنی جمعہ کے دن درود پاک کا اہتمام فرماتے تھے۔ (جلاء الافہام صفحہ ۳۲)

جمعہ کی فضیلت اور درود کی تاکید

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں افضل ترین دن جمعہ کا ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، اسی دن وصال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن اٹھائے جائیں گے، پس اس دن خوب مجھ پر درود پڑھو، تمہارا درود ہم پر پیش کیا جائے گا، حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ہمارا درود آپ پر موت کے بعد کس طرح پیش کیا جائے گا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بوسیدہ ہو چکا ہوگا تو آپ نے فرمایا خدا عزوجل نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حضرات انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ (الترغیب جلد ۲ صفحہ ۵۰۴)

فائدہ: علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن درود شریف کی فضیلت حضرت ابو ہریرہ حضرت انس اوس بن اوس ابوامامہ ابودرداء ابومسعود حضرت عمران کے صاحبزادے عبداللہ وغیرہ حضرات سے نقل کی گئی ہے حافظ ابن قیم سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر سارے مخلوق کی سردار ہے۔ (فضائل درود صفحہ ۴۰)

اسی وجہ سے یوم جمعہ میں درود کا ثواب ستر گنا بڑھ جاتا ہے۔ (فضائل درود صفحہ ۱۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر خوب کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ وہ ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے حسن بصری سے مرفوعاً منقول ہے کہ جمعہ کے دن خوب کثرت سے درود پڑھا کرو کہ وہ مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ (سنن سعید بن منصور القول صفحہ ۱۵۴)

جمعہ کے دن کے لئے ایک خاص فرشتہ مقرر

یزید رقاشی کہتے ہیں کہ جمعہ کے دن کے لئے ایک خاص فرشتہ مقرر ہے جو شخص اس دن درود پڑھتا ہے وہ اس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاتا ہے اور کہتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے فلاں شخص نے یہ درود

پیش کیا ہے۔ (جلاء الافہام صفحہ۵۲، سعید بن منصور القول صفحہ۱۵۴)

ابن شہاب زہری سے مرسلاً مرفوعاً منقول ہے کہ جمعہ کی روشن رات اور روشن دن میں کثرت سے مجھ پر درود پڑھو، وہ پیش کیا جاتا ہے، اور زمین انبیاء کرام کے جسموں کو نہیں کھاتی مٹی تمام بنی آدم کو کھالیتی ہے صرف ریڑھ کی ہڈی چھوڑ دیتی ہے۔ (القول صفحہ۱۵۴)

ایوب سختیانی نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جمعہ کے دن درود پہنچانے کے لئے ایک فرشتہ مقرر ہے جو درود کو (اہتمام سے) آپ کو پہنچاتا ہے۔ (القول صفحہ۱۵۴)

جمعہ کے دن درود قضاء حاجات کا باعث

حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا تم میں سب سے زیادہ مجھ سے قیامت کے دن وہ شخص قریب ہوگا جو مجھ پر ہر موقعہ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا، جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی رات میں درود پڑھے گا اللہ پاک اس کی سو حاجتیں پوری کرے گا، ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی ہوں گی، پھر اللہ پاک ایک فرشتہ مقرر فرما دے گا وہ میری قبر میں (اس کے درود کو) اس طرح (اہتمام سے) پیش کرے گا۔ جس طرح تم تحائف پیش کرتے ہو وہ فرشتہ اس کے نسب اور قبیلہ کے ساتھ تعارف کراتے ہوئے مجھے خبر دے گا میں اپنے روشن صحیفہ میں درج کرلوں گا۔ (بیہقی جلد۳ صفحہ۱۱، القول صفحہ۱۵۱)

جمعہ کے درود سے شفاعات اور شہادت

حضرت عائشہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا جو مجھ پر جمعہ کے دن درود (بکثرت) پڑھے گا قیامت کے دن اسے میری شفاعت نصیب ہوگی۔ حضرت انس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی ایک روایت میں ہے کہ جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھو، جو ایسا کرے گا، میں اس کے لئے شہادت دوں گا، اور قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔ (بیہقی صفحہ۱۱۱ القول صفحہ۱۸۶)

جمعہ کے دن حضرات ملائکہ کا خاص اہتمام

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا اللہ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا یہ زمین پر جمعہ کی رات اور صبح کے علاوہ نہیں آتے، ان کے ہاتھوں میں سونے کا قلم، چاندی کی دوات، نور کا کاغذ رہتا ہے، جس سے وہ صرف (اس دن کا) درود لکھتے ہیں۔ (القول صفحہ۱۸۸)

شب جمعہ میں درود کی فضیلت اور تاکید

حضرت عمر بن الخطاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جمعہ کی روشن رات میں

اور روشن دن میں کثرت سے درود پڑھا کرو کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے میں تمہارے لئے دعاء کروں گا استغفار چاہوں گا۔ (ابن بشکوال، القول صفحہ ۱۵۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے نبی پر شب جمعہ میں کثرت سے درود پڑھا کرو۔ (بیہقی فی الشعب جلد ۳ صفحہ ۱۱۱)

جمعرات کی شام سے ہی اہتمام

حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل ہے کہ جب جمعرات کے دن عصر کا وقت ہوتا ہے تو اللہ پاک آسمان سے ملائکہ کو نازل فرماتے ہیں جن کے پاس چاندی کے صحیفے، سونے کا قلم ہوتا ہے جو شخص جمعہ کی شب سے لے کر جمعہ کے غروب شمس تک درود پڑھتا ہے اسے وہ لکھ لیتے ہیں۔ (بیہقی فی الشعب صفحہ ۱۱۲، القول صفحہ ۱۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جمعرات کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو نازل فرماتے ہیں جن کے پاس چاندی کے رجسٹر سونے کا قلم ہوتا ہے، جمعرات اور جمعہ کی شب کو جو بکثرت درود پڑھتا ہے اسے لکھ لیتے ہیں۔ (القول صفحہ ۱۸۶)

فائدہ: جمعہ کے دن اور اس کی رات میں درود کی بڑی فضیلت ہے اس کا اہتمام جمعرات سے شروع ہو جاتا ہے شب جمعہ اور یوم جمعہ کا درود مخصوص ملائکہ لکھنے کے لئے نازل ہوتے ہیں اور جمعہ کے دن کا درود خاص اہتمام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے۔

یوم جمعہ کے بعض اہم درود

دار قطنی کی روایت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسی مرتبہ درود شریف پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف کئے جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درود کس طرح پڑھی جائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "**اللهم صل على محمد عبدك ونبيك ورسولك النبي الامي**" (القول البدیع صفحہ ۴۸۸)

درود شبِ جمعہ

حضرت امام شافعی کو انتقال کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی وجہ پوچھی انہوں نے فرمایا یہ پانچ درود شریف جمعہ کی رات کو میں پڑھا کرتا تھا:

"**اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اُمِرْتَ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا**

نُحِبُّ اَنْ يُصَلِّى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ تُصَلِّيْ عَلَيْهِ.‘‘
(القول صفحہ ۲۴۲)

سات جمعہ کو سات مرتبہ پڑھنے کی فضیلت

ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس درود کو پڑھے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے۔

’’اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَلِحَقِّهٖ اَدَاءً وَاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَيْتَ نَبِيًّا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصَّالِحِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.‘‘ (القول البدیع صفحہ ۴۲، فضائل درود شریف صفحہ ۴۵)

جمعہ کے دن عصر کے بعد درود کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی مرتبہ درود پڑھے تو اس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسّی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔ ’’اللھم صل علی محمد النبی الامی وعلی آلہ وسلم تسلیماً‘‘ (القول البدیع صفحہ ۱۸۸)

حضرت سہیل بن عبداللہ کی روایت میں ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کے بعد یہ درود شریف اسی مرتبہ پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے۔ ’’اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى آلِهٖ وَسَلِّمْ‘‘ (القول البدیع صفحہ ۱۸۹)

فائدہ: اس دوسری حدیث میں اسی جگہ بیٹھ کر جس جگہ نماز پڑھی ہے قید نہیں ہے۔ اس حدیث کے اطلاق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اگر کسی وجہ سے متصلاً اسی وقت اسی جگہ نہ پڑھ سکے تو مغرب سے قبل جب بھی جہاں بھی موقعہ ملے اسی مرتبہ یہ درود شریف پڑھ لے گا تو اس فضیلت کا حامل اور حاصل کرنے والا ہو جائے گا۔

جمعہ کے دن سو مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جو جمعہ کے دن سو مرتبہ درود پڑھے گا وہ قیامت کے دن اس قدر نور کے ساتھ آئے گا کہ اس کا نور تمام مخلوق کو تقسیم کر دیا جائے تو کافی ہو جائے گا۔

فائدہ: جمعہ کے دن کسی بھی وقت پڑھ لے فجر کے بعد یا جمعہ کے بعد پڑھ لے تو بہتر ہے۔
(ابونعیم، القول صفحہ ۱۸۹)

ایک روایت میں ہے کہ جو جمعہ کے دن مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھے گا اللہ پاک اس کے اسی سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔

آپ ﷺ کی جانب سے سلام مبارک کا تحفہ

ابن عبداللہ المکی نے بیان کیا کہ میں نے ابوالفضل القومانی سے سنا کہ خراسان سے ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت کی اس وقت میں مسجد نبوی میں تھا آپ نے فرمایا جب تم ہمدان جاؤ تو تو ابوالفضل بن زیرک کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول یہ کس وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا چونکہ وہ ہر جمعہ کو مجھ پر سو مرتبہ یا اس سے زائد درود پڑھتا ہے۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ مُحَمَّدٍ جَزَی اللّٰہُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ" (القول صفحہ ۱۵۵)

جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود پل صراط پر نور کا باعث ہے جو شخص جمعہ کے دن اسی مرتبہ درود پڑھے گا اس کے اسی سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

(ابن شاہین، ابوالشیخ، القول صفحہ ۱۸۸)

دار قطنی کی روایت میں ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اسی مرتبہ مجھ پر درود پڑھے گا خدائے پاک اس کے اسی سال کے گناہ معاف فرمائیں گے پوچھا گیا کس طرح پیش کیا جائے گا آپ نے فرمایا اس طرح کہو:

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِیِّكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ"

فائدہ: خیال رہے کہ ایک روایت میں اسی سال کی فضیلت عصر کے بعد پڑھنے پر بھی ہے اس روایت میں جمعہ کے دن میں فضیلت ہے عصر کے بعد کی کوئی قید نہیں۔ دونوں روایتیں الگ الگ ہیں۔

جمعہ کے دن ایک ہزار درود کی فضیلت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: جو جمعہ کے دن ایک ہزار درود پڑھا کرے گا وہ جب تک اپنا ٹھکانہ جنت میں نہ دیکھ لے گا اس وقت تک اسے موت نہیں آئے گی۔

(الترغیب صفحہ ۵۰۱، ابن شاہین)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے زید ابن وہب سے کہا دیکھو جمعہ کے دن

ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنے کو نہ چھوڑنا یہ درود پڑھا کرو۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" (جلاء الافہام صفحہ ۳۳، القول صفحہ ۱۸۲)

دنیا میں آزادیٔ جہنم کا پروانہ

خلاد بن کثیر جب نزع کا وقت آیا تو ان کے سرہانے ایک پرچہ ملا جس میں لکھا تھا کہ یہ خلاد بن کثیر کا جہنم سے آزادی کا پروانہ ہے لوگوں نے اس کے اہل خانہ سے پوچھا اس کا کیا عمل تھا، اہل خانہ نے کہا ہر جمعہ کو ایک ہزار بار درود پڑھا کرتا تھا۔

"اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ" (القول البدیع صفحہ ۱۸۹)

جمعہ کے دن سورہ کہف کی فضیلت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا اس کے لئے دونوں جمعہ کے درمیان نور روشن کردیا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۵۱۲)

پڑھنے والے اور بیت اللہ کے درمیان نور کا سلسلہ

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جو سورہ کہف شب جمعہ کو پڑھے گا اس کے اور اس کے بیت اللہ کے درمیان نور روشن کردیا جائے گا۔ (ترغیب صفحہ ۵۱۲، دارمی جلد ۲ صفحہ ۴۵۴)

ایک نور اس کے پیر سے لے کر آسمان تک

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا اس کے پیر سے آسمان تک ایک نور روشن ہوگا جو قیامت کے دن اسے روشنی دے گا، اور اس کے دونوں جمعہ کے درمیان کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (ترغیب صفحہ ۵۱۳، اتحاف صفحہ ۲۹۲)

نور بھی اور فتنہ دجال سے بھی حفاظت

اسحاق بن عبداللہ بن فروہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو میں ایسی سورت نہ بتادوں کہ (نزول کے وقت) جس کی مشائعت میں ستر ہزار فرشتے آئے جس سے آسمان و زمین کا بیشتر حصہ بھر گیا۔ اسی طرح اس کے بعد آنے والے سے لوگوں نے کہا ہاں اللہ کے رسول، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک بلکہ تین دن زائد تک کہ گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی اور ایسے نور سے نوازا جائے گا جس کا سلسلہ آسمان تک ہوگا اور دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(القرطبی جلد ۵ صفحہ ۳۵۳، کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۵۷۴)

سورہ کہف کی شروع اور آخری آیتیں دجال سے حفاظت کا باعث

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سورہ کہف کے شروع کی دس آیتوں کو حفظ کر لے گا، وہ دجال کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آخری کی دس آیتوں کو جو یاد کر لے گا، وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

(مسلم صفحہ ۲۷۱)

فَائِدَہ: امام نووی نے بیان کیا ہے شروع اور آخر جو "افحسب الذین" سے ہے دونوں کی خاصیت ہے کہ دجال کے فتنوں سے حفاظت کا باعث ہے۔

سر سے پیر تک ایمان سے پر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جو سورہ کہف کی دس آیتوں کو پڑھے گا وہ سر سے لے کر پیر تک ایمان سے بھر جائے گا۔ (ابوالشیخ اتحاف صفحہ ۲۹۲)

ایک ہفتہ تک فتنے سے حفاظت

حضرت علی سے مروی ہے کہ جو سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا وہ آٹھ دن تک فتنوں سے محفوظ رہے گا، اگر دجال (اس کی موجودگی میں) نکلے گا تو اس کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

جذام مرض و دیگر امراض سے حفاظت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کی شب یا دن کو سورہ کہف پڑھے گا، اس کو ایک نور دیا جائے گا جو پڑھنے والے کے مقام سے لے کر مکہ تک ہوگا۔ (یعنی بیت اللہ سے اس کا خاص ربط و تعلق ہو جائے گا) اور دوسرے جمعہ تک کی مغفرت ہو جائے گی بلکہ اور تین زائد کی، اور اس پر ستر ہزار فرشتے صبح تک دعا کرتے رہیں گے، اور بیماریوں سے ورم سے، سینے کی بیماریوں سے، برص سے، جذام سے، دجال سے محفوظ ہو جائے گا۔ (احیاء العلوم، اتحاف السادہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۳)

جمعہ کے دن سورہ کہف کی فضیلتوں سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن اس کا پڑھنا باعث فضیلت ہے۔ تمام علماء اور فقہاء کرام نے اس کا پڑھنا سنت قرار دیا ہے رات یا دن میں کسی وقت بھی پڑھ لینا کافی ہے۔

(شامی صفحہ ۱۶۴، شرح مہذب)

افسوس آج جمعہ کے دن کی یہ سنت مسلمانوں کی زندگی سے نکلتی جا رہی ہے۔ عوام تو عوام خواص اور جو امت میں اہل دین کہلاتے ہیں، ان میں بھی اس کا اہتمام نہیں ہے۔ ارباب مدارس جس طرح تعلیم کی تاکید کرتے ہیں

اسی طرح ان مسنون امور پر عمل کرنے اور زندگی میں لانے کی تاکید کرنی چاہئے۔

حیرت ہے جب مدارس کا مقصد علم دین اور سنت وشریعت کی ترویج ہے تو پھر مسنون اعمال کی کیوں نہیں تاکید کی جاتی ہے۔ خدا کرے ارباب انتظام کے فہم میں ان امور کا احساس ہو جائے۔

جمعہ کے بعد احباب ورفقاء کے یہاں اللہ کے واسطے ملاقات کو جانا اور کچھ کھانا پینا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن بہت خوش ہوتے تھے کہ جب ہم لوگ نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تو ایک ضعیفہ تھی اس کے پاس ملاقات کو چلے جاتے۔ وہ چقندر لیتی اسے ہانڈی میں ڈالتی کچھ جَو لیتی اسے ہانڈی میں ڈال کر پکاتی، نماز جمعہ کے بعد وہ ہم لوگوں کو پیش کر دیتی، اس وجہ سے ہم لوگ خوش ہوئے کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد ہی کھاتے اور قیلولہ کرتے۔

(بخاری جلد۲ صفحہ۸۱۳، سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۲۴۱)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجوزہ صحابیہ کے پاس تشریف لے جاتے آپ کی اتباع میں یہ حضرات بھی اللہ واسطے گئے اور جو کچھ وہ پیش کرتیں کھا لیتے اور محبت نبوی کی موافقت کی وجہ سے بہت خوش ہوئے۔

چنانچہ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرات صحابہ نماز جمعہ کے بعد فارغ ہونے کے بعد لوٹ آتے تھے اور رزق کی تلاش میں لگ جاتے تھے۔ (عمدہ جلد۶ صفحہ۲۵۲)

جمعہ سے فراغت کے بعد کون سے امور بہتر ہیں

جمعہ کے بعد: کھانا، احباب کے یہاں جا کر کچھ کھانا پینا، حسب ضرورت بازار سے اشیاء ضروریہ خرید و فروخت کرنا، مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت وغیرہ مستحب اور شرع سے ثابت ہیں۔

علامہ عینی نے بخاری کی شرح میں امام بخاری کی بیان کردہ آیت باری "وابتغوا من فضل اللّٰہ" کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے وقت رزق کے حاصل کرنے کی سعی کو منع کر دیا تھا تو اب اس کی اجازت دی کہ نماز سے فارغ ہو کر رزق اور حوائج زندگی کے حصول میں لگ جاؤ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے قول "فاذا قضیت الصلوٰة" کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا حاصل کرنے کے لئے پھیل جاؤ ہاں مگر یہ کہ مریض کی عیادت کرو، جنازہ میں شرکت اللہ کے واسطے احباب کی ملاقات اور زیارت کے لئے پھیلنا اور جانا ہے۔

(عمدہ صفحہ۲۵۱)

اسی طرح حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں دنیا حاصل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا (یعنی ضرورت ہو یا

نہ ہو جاؤ دنیا کماؤ یہ مطلب نہیں) بلکہ اس سے مراد مریضوں کی عیادت، جنازہ کی حاضری اور احباب سے اللہ واسطے ملنا ہے۔ (یعنی جمعہ کے بعد یہ کرے تو اچھا ہے)۔ (القرطبی جلد ۹ صفحہ ۱۰۵)

خرید و فروخت

حضرت عبداللہ بن بسر المازنی صحابی رسول جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو تھوڑی دیر بازار گھوم آتے پھر مسجد چلے آتے اور جتنا چاہتے نماز پڑھتے ان سے پوچھا گیا ایسا کیوں کرتے ہو تو انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ کو ایسا ہی کرتے ہوئے دیکھا (کہ جمعہ کی نماز کے بعد بازار گئے) اور انہوں نے یہ آیت "**فاذا قضیت الصلوٰۃ**" پڑھی۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۹۴)

فَائِدَہ: اس صحابی کے نزدیک فضل اللہ سے مراد رزق اور حوائج زندگی کے حصول کے لئے بازار جانا مراد ہوگا۔ اور آپ ﷺ کو کسی ضرورت سے اس موقعہ پر بازار جاتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ اس لئے ان کو ضرورت ہوگی یا نہ ہوگی اتباع نبوی میں بازار گئے۔

جمعہ کے بعد تجارت میں برکت

حضرت عراک بن مالک جب جمعہ کی نماز پڑھ لیتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور کہتے اے اللہ! میں نے تیری بلاہٹ کو قبول کیا، تیرے فریضہ کو ادا کر دیا، تیرے حکم کے مطابق زمین پر پھیل گیا، پس اپنے فضل سے ہمیں رزق عطا فرما، آپ بہترین رزق عطا فرمانے والے ہیں۔ (تفسیر احکام القرآن، قرطبی جلد ۹ صفحہ ۱۰۵)

بعض سلف سے منقول ہے کہ جو شخص نماز جمعہ کے بعد تجارتی کاروبار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر مرتبہ برکات نازل فرماتے ہیں۔ (معارف القرآن جلد ۸ صفحہ ۴۴۳)

جمعہ کے دن کھانا اور قیلولہ بعد جمعہ سنت ہے

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے تھے اور دوپہر کا کھانا جمعہ کے بعد کھاتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۹)

علامہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہم (صحابہ کی جماعت) قیلولہ اور کھانے کے بعد جمعہ کے بعد کرتے تھے چونکہ اس دن جلدی سے جمعہ کی نماز کو محبوب سمجھتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کی نماز (زوال کے بعد) بہت جلد پڑھتے تھے اور جمعہ کے بعد قیلولہ (کھانا کھانے کے بعد) کرتے تھے۔ (بخاری صفحہ ۱۲۸)

علامہ عینی اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اور دنوں میں پہلے قیلولہ کرتے تب ظہر کی نماز پڑھتے اور جمعہ

کے دن پہلے اول وقت (زوال کے بعد متصلاً) نماز پڑھتے پھر قیلولہ کرتے۔ (عمدہ صفحہ ۲۰۱)

فائدہ: جمعہ کے دن چونکہ نماز زوال ہوتے ہی پڑھی جاتی ہے، اور دوپہر کا کھانا جس کے بعد عموماً کچھ قیلولہ کرنے کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ اگر کھانا کھا کر نماز پڑھی جائے گی تو تاخیر ہو جائے گی اور زوال کے بعد متصلاً جمعہ ادا ہو سکے گا، اس لئے اولاً نماز پھر کھانا، لہٰذا بہر صورت جمعہ کے دن اولاً نماز پڑھنا سنت اور پھر کھانا کھانا سنت ہے، اذان جمعہ سے قبل کھانا جائز ہے مگر خلاف سنت ہے۔ اور اذان جمعہ کے بعد کھانے کا مشغلہ ناجائز ہے، شدت بھوک کی صورت میں گنجائش ہے۔

جمعہ کے دن سفر کی اجازت

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ سفر سے نہیں روکتا، تاوقتیکہ نماز (جمعہ) کا وقت نہ آجائے۔ (کنز العمال)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جس پر سفر کے نشانات تھے آپ نے سنا وہ کہہ رہا تھا اگر جمعہ نہ ہوتا تو آج میں سفر میں نکل جاتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا سفر کرلو جمعہ سفر سے نہیں روکتا۔
(نیل جلد ۳ صفحہ ۲۲۸، تلخیص صفحہ ۷۰)

ابن ابی ذائب کہتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب کو جمعہ کے دن سفر کرتے دیکھا تو میں نے کہا آپ جمعہ کو سفر کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن سفر فرمایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

ابن شہاب زہری نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن چاشت کے وقت نماز جمعہ سے پہلے سفر کیا ہے۔ (زاد المعاد، مصنف ابن عبد الرزاق)

ابن کیسان نے بیان کیا کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے جمعہ کے دن کا سفر کیا اور نماز کا انتظار نہیں کیا۔
(تلخیص صفحہ ۷۰، نیل الاوطار صفحہ ۲۲۹)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن سفر شرعاً درست ہے البتہ جمعہ کے وقت نہ کرے جمعہ پڑھنے کے بعد نکلے نہ جمعہ کے دن سفر کرنا خلاف سنت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

جمعہ کے دن سفر کب ممنوع ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب جمعہ کا وقت آجائے تو سفر میں مت نکلو یہاں تک کہ جمعہ پڑھ لو۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۰۶)

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن سفر میں کوئی حرج نہیں تاوقتیکہ جمعہ کا وقت نہ آجائے۔
(ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

ابن سیرین سے مروی ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جمعہ تم کو سفر سے نہیں روکتا ہاں مگر یہ کہ جمعہ کی نماز کا وقت آ جائے۔ (زاد المعاد صفحہ ۳۷۵)

اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کے بعد زوال سے قبل جمعہ کے دن سفر میں کوئی حرج نہیں اور جمعہ پڑھ لینے کے بعد تو سفر میں کوئی اشکال ہی نہیں۔

بعضوں نے جمعہ کے دن سفر سے منع کیا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو جمعہ کے دن سفر کرتا ہے فرشتے اس کے متعلق بددعا کرتے ہیں کہ اس کا سفر میں کوئی مصاحب نہ ہو۔ یعنی کوئی رفیق اور ساتھی اسے نہ ملے، تاکہ تنہائی کی وحشت اس کے لئے مانع سفر ہو جائے۔ (تلخیص صفحہ ۷۰، الفتح جلد ۶ صفحہ ۳۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو دو فرشتے اس پر بددعا کرتے ہیں کہ سفر میں اس کا کوئی مصاحب نہ ہو۔ اور اس کی ضرورتیں پوری نہ ہوں۔

(نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۲۲۲، الفتح الربانی صفحہ ۳۲)

امیر المؤمنین عبداللہ بن مبارک نے اوزاعی اور انہوں نے عطیہ سے نقل کیا ہے آدمی جب جمعہ کے دن سفر کرتا ہے تو دن اس پر بددعا دیتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اس کی ضرورت میں اس کی اعانت نہ کی جائے اور کوئی مصاحب نہ بنے۔ (مصنف زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۸۵)

معمر سے منقول ہے کہ انہوں نے یحییٰ بن کثیر سے جمعہ کے دن سفر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے مکروہ کہا۔ (زاد المعاد)

فائدہ: جمعہ کے دن صبح سے لے کر جمعہ کے وقت آنے سے قبل سفر کرنے کے سلسلے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعی کے قول جدیدہ میں اور امام مالک اور امام احمد کے ایک قول میں مطلقاً ممانعت ہے، امام احمد کے ایک قول میں صرف سفر جہاد کی اجازت ہے۔ امام ابو اسحٰق مروزی اور امام الحرمین نے صرف سفر واجب کی اجازت دی اس کے برخلاف وقت جمعہ کی آمد سے قبل بیشتر حضرات نے سفر کی اجازت دی ہے۔ چنانچہ احناف، امام احمد اور امام مالک اور شوافع کے قول قدیم میں بالکل اجازت ہے۔ (نیل الاوطار صفحہ ۲۲۹)

قول محقق

قول محقق یہ ہے کہ جمعہ کا وقت داخل ہو جائے یعنی زوال کے بعد سفر کی اجازت نہیں، چنانچہ علامہ شوکانی نے علامہ عراقی سے بعضوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ زوال کے بعد سفر جائز نہیں، چنانچہ درمختار میں شرح منیہ کے

حوالے سے ہے کہ صحیح قول یہ ہے کہ زوال کے بعد نماز سے قبل سفر مکروہ ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ زوال سے قبل چونکہ وجوب متوجہ نہیں ہوتا اس وجہ سے سفر جائز ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

یہی معمول بہ اور مفتی بہ قول ہے، ابن قیم نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے کبیری شرح منیہ میں بھی زوال سے پہلے سفر کو صحیح قول پر جائز قرار دیا ہے۔ (صفحہ ۵۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ شوکانی نے جو احناف کا قول تمام نمازوں کی طرح جمعہ کی نماز سے قبل سفر جائز لکھا ہے، یہ صحیح نہیں بلکہ جمعہ کی نماز سے قبل زوال کے بعد سفر مکروہ ہے۔ (نیل صفحہ ۲۳۰)

البتہ اگر زوال کے بعد جمعہ سے قبل ٹرین یا ہوائی سفر ٹکٹ یا ریزویشن ہو چکا ہو یا سفر کی یہی ترتیب بن رہی ہو یا رفقاء یا سہولت سفر اسی میں ہو تو گنجائش ہے۔ (کذا فی النیل صفحہ ۲۳۰)

عید وبقر عید کی نماز کے سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اسوہ وطریق کا بیان

عید کی دو رکعت نماز پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلے دو رکعت نماز پڑھی۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۶۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید یا بقر عید کے دن نکلے اور لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر واپس آ گئے۔ نہ اس سے پہلے نماز پڑھی نہ اس کے بعد۔

(بخاری صفحہ ۱۳۳، ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۸)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید کی نماز بقیع (عید گاہ) میں دو رکعت پڑھائی۔ (بخاری صفحہ ۱۳۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عید میں دو رکعت پڑھنا تواتر سے ثابت ہے عہد صحابہ سے اب تک اس پر اجماع ہے۔ (معارف صفحہ ۴۲۶)

عید وبقر عید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید و بقر عید کے دن غسل فرماتے۔

(تلخیص صفحہ ۱۸۷، ابن ماجہ صفحہ ۹۳، تحفہ صفحہ ۳۷۴)

حضرت ابورافع کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید و بقر عید میں غسل فرماتے۔ (بزار، جمع صفحہ ۱۸۸)

مجاہد نے بیان کیا کہ حضرات صحابہ عید و بقر عید کے غسل کو مستحب سمجھتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ صفحہ ۱۸۱)

شرح منیہ میں ہے کہ غسل فجر کے بعد کرے۔ اگر فجر سے پہلے کر لیا تو بھی کافی ہے۔ (صفحہ ۵۶۶)

عید کی نماز کس وقت ادا فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لئے نہ نکلتے، یہاں

تک کہ سورج بلند ہو جاتا۔ (مجمع صفحہ ۱۹۹)

حضرت جندب سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو عید کی نماز پڑھائی جب کے سورج دو نیزے کے مثل اوپر آ گیا تھا۔

ابوالحویرث سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے عمر بن خرم کو نجران لکھ کر بھیجا کہ عید کی نماز اور بقرعید کی نماز ذرا جلدی پڑھائیں اور عید میں ذرا تاخیر کریں۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۷، تلخیص صفحہ ۸۹)

فائدہ: سورج طلوع ہونے کے بعد ذرا بلند ہو جائے تو دونوں کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ بقرعید میں ذرا جلدی بہتر ہے تاکہ لوگوں کو قربانی میں سہولت ہو۔ اور عید میں ذرا موقع دیا جائے تاکہ غسل وغیرہ اور کچھ کھا کر آنے میں سہولت ہو۔ اسی وجہ سے تاخیر مستحب ہے۔ (شامی صفحہ ۱۷۱)

عید و بقرعید میں عمدہ لباس زیب تن فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید و بقرعید میں چادر زیب تن فرماتے۔

(ابن سعد صفحہ ۱۴۸، ابن ابی شیبہ، سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۰)

قاسم ابن اصبغ کی روایت میں کہ آپ عمامہ باندھتے تھے اور لال چادر زیب تن فرماتے۔

(سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں کہ آپ ﷺ عید و بقرعید میں عمامہ باندھتے لال چادر استعمال فرماتے۔ (ابن سعد صفحہ ۱۴۸)

عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید میں حضری چادر میں ملبوس ہوئے جس کی لمبائی چار ہاتھ ایک بالشت تھی۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۸۷)

جعفر ابن محمد کی روایت میں کہ آپ ﷺ یمنی دھاری دار لباس بقرعید کو زیب تن فرماتے۔

(تلخیص جلد ۲ صفحہ ۸۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس سیاہ عمامہ تھا جسے آپ عیدین میں باندھتے تھے اور اس کا شملہ پشت پر ڈال لیتے تھے۔ (حاوی، سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱۰)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے پاس عمدہ دھاری دار لال چادر تھی جسے آپ ﷺ عیدین میں زیب تن فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۰)

جعفر ابن محمد کی روایت میں کہ آپ ﷺ عید میں عمامہ زیب تن فرماتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۰)

فائدہ: عیدین میں آپ ﷺ عمدہ اور خاص بہتر از بہتر لباس زیب تن فرماتے، اور یہی مستحب بھی ہے۔

آپ ہر سال نیا جوڑا جیسا کہ آج کل رائج ہے نہیں سلواتے، بلکہ ایک عمدہ جوڑا رکھے رہتے جسے عیدین میں استعمال فرماتے تھے۔

روایت میں جو لال چادر کا ذکر ہے اس سے مراد خالص لال چادر نہیں ہے کہ یہ مردوں کو منع ہے، بلکہ دھاری دار مراد ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس کی روایت میں ذکر ہے۔

عید سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہ پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کی دو رکعت نماز پڑھتے نہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کوئی نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۵، ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

حضرت ابو سعید کی ایک روایت میں کہ آپ ﷺ عید سے قبل کوئی نماز نہیں پڑھتے، گھر لوٹتے تو گھر میں دو رکعت پڑھ لیتے۔

فَائِدَہ: عید سے قبل تو مطلقاً نہ گھر میں نہ عیدگاہ میں پڑھتے، اس دن اشراق بھی ممنوع ہے عید کے بعد عیدگاہ میں کوئی نماز نہ پڑھتے۔ (ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۳۶۲)

ہاں عید کے بعد گھر نفل میں پڑھ سکتے ہیں عید سے قبل اور بعد میں کوئی سنت نہیں اس پر جماع ہے۔
(معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۴۳، تحفہ صفحہ ۳۷۸)

عید بقرعید کے نماز سے پہلے اشراق بھی گھر میں یا مسجد میں پڑھنا ممنوع ہے۔ (فیض الباری جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

عیدین میں عمدہ خوشبو وعطر سنت ہے

حضرت حسن ابن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ عید میں موجود عطر میں بہترین عطر لگائیں۔ (طبرانی، حاکم، تلخیص الجبیر صفحہ ۸۷، شرح مہذب جلد ۵ صفحہ ۶)

فَائِدَہ: جس طرح جمعہ کے دن عطر اور خوشبو کا استعمال سنت ہے اسی طرح عید اور بقرعید کے موقع پر بھی عمدہ سے عمدہ خوشبو کی ترغیب ہے، چنانچہ عیدین کے سنن و مستحبات میں جس طرح غسل اور عمدہ لباس ہے اسی طرح عمدہ خوشبو لگانا بھی سنت ہے۔

ملا علی قاری نے جمع الوسائل شرح شمائل میں ذکر کیا ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۵)

کبیری میں ہے عید کے دن غسل، مسواک اور عطر لگانا مستحب ہے۔ (صفحہ ۵۶۶)

درمختار میں ہے۔ عید سے قبل غسل، مسواک اور عطر مستحب ہے۔

(شامی صفحہ ۱۷۸، شرح مہذب جلد ۵ صفحہ ۶، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۱۷)

افسوس کہ آج عمدہ کپڑے اور جوتے میں تو کافی رقم خرچ کرتے ہیں مگر عطر میں یا تو مفت کے متلاشی رہتے

ہیں یا ارزاں سے ارزاں گویا خوشبودار تیل پر اکتفا کرتے ہیں، خیال رہے عمدہ عطر پر رقم لگانا ثواب کا باعث ہے، صرف عید و بقرعید میں نہیں بلکہ ہر جمعہ کو سنت ہے۔ اسی لئے ہمیشہ عطر رکھنے کا معمول رکھے۔ آپ ﷺ کے پاس عطر داں رہتا جس میں عطر رکھتے۔ (دیکھئے شمائل کبریٰ جلد دوم عطر کا باب)

معلوم ہونا چاہئے عید و بقرعید میں نماز کے قبل سرما لگانے کی کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے سنت ثابت ہو، سرمہ رات میں لگانا سنت ہے، اسی وجہ سے جہاں غسل، مسواک عطر، عمدہ لباس وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں سرمہ لگانے کے مستحب ہونے کو ذکر نہیں کیا جاتا ہے۔

عیدگاہ جس راستہ سے جاتے اس کے خلاف دوسرے راستہ سے آتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جس راستے سے عیدگاہ جاتے اس راستہ کے خلاف واپس آتے۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۰، ابوداؤد صفحہ ۱۶۳)

حضرت مطلب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بھی ہے کہ آپ ﷺ عیدگاہ شاہراہِ اعظم سے جاتے، اور جب واپس آتے تو دوسرے راستہ دار عمار کی طرف سے آتے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عید کے لئے جس راستے سے جاتے اس کے خلاف دوسرے راستہ سے واپس آتے۔ (کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۳۱۲)

فائدہ: امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ آپ جانے میں طویل راستہ اختیار کرتے اور آنے میں مختصر راستہ اختیار فرماتے، اور اس کا یہ مقصد ہوتا کہ دونوں راستوں کے فقراء کی مدد ہو جاتی، دونوں طرف صلہ رحمی لوگوں کے ساتھ ہو جائے اور یہ مقصد ہو سکتا ہے کہ دونوں راستے آپ کی برکت سے مشرف ہو جائیں۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۳۲۴)

بہر حال سنت یہ ہے کہ جانے اور آنے میں دو مختلف راستوں کا اختیار کرنا سنت ہے۔

عینی میں ہے کہ جمہور علماء اس کے مستحب ہونے کے قائل ہیں۔ (عمدہ صفحہ، معارف جلد ۴ صفحہ ۴۴۹)

عید و بقرعید کی نماز بلا اذان و تکبیر کے پڑھتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ کے ساتھ عید میں تھا آپ ﷺ نے بلا اذان اور تکبیر کے خطبہ سے پہلے پڑھی۔ (مسلم صفحہ ۲۹۰، بخاری، ابوداؤد صفحہ ۱۶۳، نسائی)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ عید میں تھا۔ آپ نے بلا اذان و تکبیر کے عید کی نماز پڑھائی۔ (مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۹)

آپ ﷺ نے عید و بقرعید کی نماز نو مرتبہ پڑھی، مگر کبھی اذان و اقامت نہیں ہوئی۔ جمہور علماء صحابہ

تابعین ان کے بعد کے تمام حضرات کا یہی مسلک ہے، ابن قدامہ نے کہا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں جن کا اعتبار کیا جائے۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۴۲۹)

امام ترمذی فرماتے ہیں، اسی پر تمام صحابہ اور بعد کے لوگوں کا عمل ہے کہ عیدین اور نوافل کے لئے اذان نہیں دی جائے گی۔

عید و بقرعید میں سب سے پہلا کام نماز کا ہوتا ہے

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ عید و بقرعید میں آپ عیدگاہ جاتے، اور سب سے پہلا کام آپ کا نماز پڑھنا ہوتا۔ (بخاری، مسلم صفحہ ۱۳۱)

عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کہتے ہیں کہ سب سے پہلا کام آپ کے (غسل وغیرہ کے بعد) عید و بقرعید میں نماز کا ہوتا۔ (مجمع صفحہ ۲۰۲)

عید و بقرعید کی نماز کے لئے عیدگاہ جاتے

حضرت ابوسعید خدری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بقرعید میں اور عید میں عیدگاہ تشریف لے جاتے، اور اولاً نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۱، مسلم، ابن خزیمہ جلد۲ صفحہ ۳۴۲)

حضرت براء رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بقرعید کے دن بقیع (عیدگاہ) تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز پڑھائی۔ (بخاری صفحہ ۱۳۳)

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ آدمی عیدگاہ جائے، مسجد میں سوائے بوڑھوں اور کمزور مریضوں کے علاوہ کوئی نہ پڑھے۔ (جلد۸ صفحہ ۲۳۹)

فَائِدَۃ: عید و بقرعید کی نماز عیدگاہ ہی میں سنت ہے، مسجد میں بلا عذر کے خلاف سنت ہے، ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ہمیشہ عیدگاہ میں پڑھتے تھے، صرف ایک مرتبہ بارش کے عذر سے مسجد میں پڑھی ہے۔ (زادالمعاد صفحہ ۴۴۱)

نماز عید کے لئے عیدگاہ جانا سنت ہے، بلا عذر اس کا ترک مکروہ ہے، آج کل لوگ عیدگاہ کو چھوڑ کے محلے کی ہی مسجد میں پڑھ لیتے ہیں یہ ایک مکروہ امر کا ارتکاب کرتے ہیں، ذرا مشقت اٹھا کر عیدگاہ میں جانے کی کوشش کریں۔

عذر مثلاً بارش کی وجہ سے عید کی نماز مسجد میں پڑھتے

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ عید کے دن (ایک موقعہ پر) بارش ہوگئی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے نماز مسجد میں پڑھائی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۴، ابن ماجہ تلفظ جلد۲ صفحہ ۸۹)

حضرت عبداللہ بن عامر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے حضرت عمر کے زمانہ میں عید کے دن بارش

ہونے لگی تو عیدگاہ نہیں گئے، جہاں نماز عید وبقرعید کی ہوتی تھی، لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور وہیں پڑھی۔
(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۳۷)

ابواسحاق سے منقول ہے کہ حضرت علی نے حکم دیا کہ کمزور لوگوں کو مسجد میں عید کی دو رکعت پڑھا دو۔
(کنز جلد ۸ صفحہ ۶۳۹)

محلّہ کی مسجد میں عید وبقرعید کی نماز بیماروں ضعیفوں اور بوڑھوں کے لئے ہے

ابواسحاق نے بیان کیا کہ حضرت علی نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کمزوروں کو مسجد میں دو رکعت عید کی نماز پڑھا دیں (اور وہ خود عیدگاہ گئے)۔ (اعلاء صفحہ ۷۷، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۱۰)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ شہر میں کمزور ضعیف لوگ ہیں جو عیدگاہ تک نہیں جا سکتے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کو نائب بنا دیا جو ان لوگوں کو مسجد میں نماز عید پڑھا دے (اعلاء صفحہ ۷۷، سنن کبریٰ صفحہ ۳۱۰)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مسجد میں عید وبقرعید کی نماز کمزوروں بوڑھوں کے لئے ہے، افسوس کہ اس دور میں جوان اور صحت مند بھی محلے کی مسجد میں سستی کی وجہ سے نماز پڑھ لیتے ہیں، ہاں البتہ عیدگاہ کافی فاصلہ پر ہو اپنی سواری نہ ہو تو اس پریشانی کی وجہ سے گنجائش ہے۔

خطبہ عیدین میں خصوصیت سے صدقہ کی تاکید فرماتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن نکلتے، لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھاتے، پھر سلام پھیرتے اپنی سواری پر لوگوں کی طرف رخ کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے اور لوگ صف بستہ بیٹھے ہوئے ہوتے ان سے آپ فرماتے (خطبہ میں) صدقہ کرو، زیادہ عورتیں صدقہ کرتیں، بندے انگوٹھیاں اور دوسری چیزیں (زیورات) صدقہ کرنے لگ جاتیں، پھر کسی لشکر کو اگر بھیجنا ہوتا تو اسے روانہ فرماتے ورنہ واپس لوٹ آتے۔ (زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۴۵، نسائی صفحہ ۲۳۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی دو رکعت پڑھی پھر عورتوں کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ حضرت بلال بھی تھے اور ان کو صدقہ کا حکم دیا بس وہ اپنے زیورات کو ڈالنے لگیں (حضرت بلال کے کپڑے میں)۔ (بخاری صفحہ ۱۳۱)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں عید کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ نے بلا اذان واقامت کے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، نماز ختم ہوئی تو آپ حضرت بلال کے سہارے کھڑے ہوئے حمد وثناء کے بعد لوگوں کو وعظ فرمایا، ان کو نصیحت فرمائی اور طاعت کی ترغیب دی پھر عورتوں میں تشریف لے گئے ساتھ میں حضرت بلال بھی تھے آپ نے ان عورتوں کو تقویٰ کا حکم دیا نصیحت فرمائی، خدا کی حمد وثناء کی پھر ان کو بھی

ان اطاعت کی ترغیب دی، کہ صدقہ کرو، تمہاری اکثر عورتیں جہنم میں ملیں گی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عید و بقرعید کے موقعہ پر صدقہ خیرات کی ترغیب دی جائے اور مردوں کے علاوہ عورتوں سے بھی صدقہ خیرات لی جائے تا کہ عورتوں میں بھی صدقہ رائج ہو اور ان کو بھی اس کا عظیم ثواب ملے۔

(نسائی صفحہ ۲۲۳، سنن الباری جلد ۲ صفحہ ۳۳۷)

عید و بقرعید کے موقعہ پر عورتوں میں بھی وعظ کا اہتمام فرماتے

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھائی، پھر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر آپ جب فارغ ہو گئے (خطبہ سے) تو منبر سے اترے اور عورتوں میں تشریف لے گئے، اور ان میں وعظ فرمایا۔ (ابن خزیمہ صفحہ ۳۵۷، ابوداؤد صفحہ ۱۶۲)

حضرت جابر ہی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خدا کے تقویٰ کی تاکید کی ان میں وعظ و نصیحت فرمائی خدا کی حمد و ثنا کی ان کو خدا کی اطاعت کی تاکید کی، صدقہ کرنے کو کہا، فرمایا تم میں سے زیادہ جہنم جانے والی ہیں اس پر ایک کمزور ضعیف عورت نے وجہ پوچھا آپ نے فرمایا شکایتیں زیادہ اور شوہر کی ناشکری کی وجہ سے اس پر عورتوں نے اپنے ہاروں کو زیوروں کے بندوں کو، انگوٹھیوں کو صدقہ کرنا شروع کیا اور سب حضرت بلال کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا مردوں کے علاوہ عورتوں کو بھی عید کے دن صدقہ و خیرات کا اہتمام چاہئے۔

(بخاری صفحہ ۱۹۷، مسلم صفحہ ۲۸۹، ابن خزیمہ صفحہ ۳۵۷، طیالسی صفحہ ۱۲۷)

عیدین کی نماز میں کیا سورہ پڑھے

ابوداؤد لیثی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین میں سورہ "ق والقرآن المجید" اور "اقتربت الساعة وانشق القمر" پڑھتے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۶۳، ترمذی صفحہ ۱۱۹، نسائی صفحہ ۲۳۲، مسلم صفحہ ۲۹۱، دار قطنی، ابن خزیمہ صفحہ ۳۴۶)

مروہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید و بقرعید میں "سبح اسم ربك الاعلی" اور "هل اتاك حديث الغاشيه" پڑھتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید بقرعید کی نماز میں "عما يتساء لون" اور "والشمس وصحاها" پڑھا کرتے۔ (برزا، مجمع الزوائد صفحہ ۱۱، تحفۃ الاحوذی صفحہ ۳۷۵)

فائدہ: آپ عید و بقرعید کی نماز میں جیسا کہ امام نووی نے بیان کیا ہے کہ سورہ قاف بھی "اقتربت"، کبھی "سبح اسم ربك الاعلی" اور "هل اتاك" پڑھتے۔ (تحفۃ صفحہ ۳۷۵)

بیشتر رواتیوں میں سورہ اعلیٰ سورہ غاشیہ کا ذکر ہے۔ اس لئے حسب سہولت بہتر ہے کہ یہ دونوں سورتیں پڑھے۔ دوسری سورتوں کو بھی پڑھنا درست بلا کراہت ہے۔

عیدو بقرعید میں خاص کر کیا دعا مانگے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عیدو بقرعید میں آپ کی یہ دعا ہوتی تھی:

"اَللّٰھُمَّ اِنَا نَسْئَلُکَ عِیْشَۃً نَقِیَّۃً وَمِیْتَۃً سَوِیَّۃً وَمَرَدًّا غَیْرِ مَخْزِیٍّ وَلَا فَاضِحٍ اَللّٰھُمَّ لَا تُھْلِکْنَا فَجَأَۃً وَلَا تَاخُذْنَا بَغْتَۃً وَلَا تَعْجَلْنَا عَنْ حَقٍّ وَلَا وَصِیَّۃٍ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعِفَافَ وَالْغِنٰی وَالتُّقٰی وَالْھُدٰی وَحُسْنَ عَاقِبَۃِ الْاٰخِرَۃِ وَالدُّنْیَا وَنَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّکِّ وَالشِّقَاقِ وَالرِّیَاءِ وَالسُّمْعَۃِ فِیْ دِیْنِکَ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ." (مجمع جلد۲صفحہ۲۰۱)

خطبہ عصا یا کمان کے سہارے دیتے

ابن جریج نے عطا سے پوچھا کہ آپ کیا عصا کے سہارے خطبہ دیتے انہوں نے جواب دیا ہاں کسی کے سہارے ٹیک لگا کر خطبہ دیتے۔ (شرح السنۃ جلد۲صفحہ۵۷۶، کتاب الام جلد اصفحہ۲۱۱، سبل صفحہ۲۱۸)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی عصا وغیرہ کے سہارے خطبہ دیتے۔ (مجمع الزوائد جلد۲صفحہ۱۹۰)

حضرت براء کی روایت ہے کہ آپ کو عید کے دن کمان دیا گیا آپ نے اس کے سہارے خطبہ دیا۔

(ابوداؤد صفحہ۱۶۲)

فائدہ: ابن قیم نے زادالمعاد میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو عصا لیتے اور اس کے سہارے منبر پر خطبہ دیتے اسی طرح آپ کے بعد خلفاء راشدین بھی عصاء کے سہارے خطبہ دیتے۔

(جلد اصفحہ۱۸۹)

خیال رہے کہ عیدو بقرعید میں سیدھے نماز سے آکر بلا بیٹھے کھڑے ہو کر خطبہ دیا جائے گا، بخلاف جمعہ میں اولاً منبر پر آکر بیٹھا جائے گا پھر خطبہ دیا جائے گا چونکہ یہاں ختم اذان کا انتظار ہے، اور عید میں اذان نہیں ہے۔

(شامی صفحہ۲۵)

خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بیان اور ذکر کرتے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ میں قرآن پڑھتے اور نصیحت کرتے۔

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ آپ خطبہ کھڑے ہو کر دیتے قرآن پڑھتے نصیحت کی باتیں

فرماتے۔ (ابن ماجہ، ابوداؤد، صفحہ ۱۵۶، نسائی، ابن ماجہ)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے تو اس آیت کو کبھی نہ چھوڑتے "یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولو قولا سدیدا" سے "فاز فوزا عظیما" تک۔

فائدہ: کبیری میں ہے کہ خطبہ میں عید کے احکام، صدقہ فطر کے احکام اور بقرعید میں قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام و مسائل بیان کرے۔ (صفحہ ۵۷۱)

حمد و ثناء کے بعد لوگوں کو نصیحت کرتے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طویل روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید یا بقرعید میں عیدگاہ جاتے اولاً نماز پڑھتے پھر فارغ ہونے کے بعد کھڑے ہوتے اور لوگوں کی طرف رخ کرتے اور لوگ اپنی جگہ بیٹھے خطبہ سنتے۔ آپ ان کو نصیحت فرماتے۔ وعظ فرماتے اور حکم دیتے (خدا کے احکام کو ادا کرنے کی تاکید کرتے)۔ (بخاری صفحہ ۱۳۱، ابوداؤد، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۹۰)

دو خطبہ دیتے دونوں کے درمیان بیٹھتے

حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ دو خطبہ دیتے اور دونوں خطبوں کے درمیان فصل کے لئے بیٹھتے۔

عامر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز بغیر اذان و اقامت کے پڑھی اور دو خطبہ دیا کھڑے ہو کر اور دونوں کے درمیان فصل کے لئے تھوڑا بیٹھے۔ (بزار جلد ۱ صفحہ ۱۳۵)

فائدہ: جس طرح جمعہ کے دو خطبوں کے درمیان تین "سبحان اللہ" یا ایک "قل ھوا اللہ احد" کی مقدار بیٹھتے اسی طرح عیدین کے موقعہ پر بھی آپ ذرا دیر بیٹھتے اسی وجہ سے خطیب کے لئے بیٹھنا سنت ہے۔ خیال رہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب امام منبر پر جائے گا تو سیدھے کھڑا ہو کر خطبہ دے گا اولاً بیٹھے گا نہیں جیسا کہ جمعہ میں ہوتا ہے چونکہ وہاں اذان کے ختم کا انتظار رہے یہاں نہیں۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے تو خاموش رہتے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن خطبہ دیتے اور ذرا دیر بیٹھتے تو خاموش رہتے۔

فائدہ: دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے میں خاموش رہنا سنت ہے، ہاں دل اور قلب میں ذکر یا دعا کرسکتا ہے۔

خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر دیتے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دیتے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روایت ہے کہ آپ ﷺ خطبہ کھڑے ہو کر دیتے پھر بیٹھتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے۔
(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۸۳، نسائی صفحہ ۲۰۹، ابن ماجہ صفحہ ۷۷)

فائدہ: جمعہ عید و بقرعید کے خطبوں کو کھڑا ہو کر دینا سنت ہے۔

خطبہ بلند آواز سے دیتے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ جب لوگوں کو خطبہ دیتے تو آنکھیں لال ہو جاتیں اور آواز بلند فرماتے۔ (سبل الہدیٰ صفحہ ۲۱۶، طبقات ابن سعد)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں (اتنے بلند آواز سے) خطبہ دیا کہ پردہ نشین عورتوں نے گھروں سے سن لیا۔ (ابویعلی جلد ۳ صفحہ ۱۳۷)

کسی اونچی چیز مثلاً منبر پر خطبہ دیتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے دن عید کے دن بقرعید کے دن منبر پر خطبہ دیتے۔ (طبرانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سواری (اونٹنی کے اوپر) عید کا خطبہ دیا۔ (تلخیص صفحہ ۹۲)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کے دن اپنی سواری پر خطبہ دیا۔
(بخاری، مسلم، تلخیص صفحہ ۲)

ابن سیرین سے مرسلاً مروی ہے کہ آپ ﷺ عید و بقرعید کے دن نماز کے بعد اپنی سواری پر خطبہ دیتے۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۳۱۹)

ابوکاہل الاحمسی سے مروی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو عید کے دن دیکھا ہے کہ چھیدے ہوئے ناک والی اونٹنی پر خطبہ دے رہے تھے اور ایک حبشی اس کی لگام پکڑے تھے۔ (ابن ماجہ، نسائی، مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۸)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ عیدین کا خطبہ کسی اونچی چیز پر دے تاکہ لوگوں کا مواجہہ ہو، اگر عیدگاہ میں منبر بنا ہو تو اسی پر دے ورنہ کسی اونچی چیز کو اختیار کرے۔ شامی اور مرقات میں ہے کہ منبر کا بنا لینا اچھا ہے۔
(شامی صفحہ ۱۶۹)

ملا علی قاری کی رائے ہے کہ عیدین کی نماز چونکہ فضاء میدان میں ہوتی ہے اس لئے وہاں منبر کی ضرورت نہیں، تاہم منبر کے عیدگاہ میں بنا لینے کو انہوں نے بھی اچھا قرار دیا ہے البتہ منبر کو لے جانا عیدگاہ میں مکروہ لکھا ہے۔ (مرقات صفحہ ۲۸۴)

عیدین کے خطبہ میں کثرت سے تکبیر پڑھتے

سعد بن قرظ رسول پاک ﷺ کے مؤذن کہتے ہیں کہ آپ خطبہ کے درمیان تکبیر کہتے، عیدین کے خطبہ میں بہت کثرت سے تکبیر کہتے۔ (ابن ماجہ صفحہ۹۱، زاد المعاد جلد۱ صفحہ۴۴۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ عید و بقر عید میں امام کے لئے سنت ہے کہ منبر پر بیٹھنے کے بعد ابتداء خطبہ میں نو تکبیریں کہے پھر اٹھنے کے بعد سات تکبیریں کہے۔ (سنن کبریٰ صفحہ۲۹۹)

فائدہ: یعنی آپ خطبہ میں کثرت کے ساتھ تکبیر پڑھتے۔

فائدہ: حافظ نے لکھا ہے کہ مستحب ہے کہ شروع خطبہ میں نو تکبیر کہے اور دوسرے میں سات تکبیر کہے۔ (تلخیص صفحہ۹۲)

فائدہ: کبیری میں ہے کہ نماز کے بعد دو خطبہ دے اور اس کی ابتداء تکبیر سے کرے، یعنی اللہ اکبر، اللہ اکبر سے شروع کرے۔ (صفحہ۵۷۰)

بحر الرائق میں ہے کہ عیدین کے خطبہ کی ابتداء تکبیر سے کرے۔ (جلد۲ صفحہ۱۷۵)

خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ عید کے دن نکلے بلا اذان و اقامت۔ (ابن خزیمہ صفحہ۳۴۵)

اولاً نماز پڑھی پھر جا کر خطبہ دیا۔ (کنز جلد۸ صفحہ۶۴۱)

فائدہ: آپ ﷺ عید و بقر عید کے موقعہ پر اولاً نماز پڑھتے پھر خطبہ دیتے۔

چنانچہ اسامہ کہتے ہیں کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ہے، اسی پر امت کا تعامل ہے، لہٰذا اس سنت کے خلاف کرنا جائز نہیں۔ (کنز جلد۸ صفحہ۶۴۳)

نماز کے بعد لوگوں کی طرف رخ کرتے

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے عید کی نماز پڑھی سلام کیا تو کھڑے ہوئے اور لوگوں کی طرف رخ کیا (خطبہ کے لئے)۔ (ابن خزیمہ صفحہ۳۴۷)

فائدہ: خطبہ میں آپ کا رخ لوگوں کی طرف ہوتا چونکہ لوگوں سے آپ خطاب فرماتے۔

عیدین کا خطبہ نماز کے بعد دیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نماز کے بعد خطبہ دیتے۔ (ابن خزیمہ صفحہ۳۴۸)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حضرت ابوبکر حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پہلے عید کی نماز پڑھتے بعد میں خطبہ دیتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۲۰۲)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ خطبہ سے پہلے عیدین کی نماز پڑھتے پھر خطبہ دیتے۔ (ترمذی صفحہ ۱۱۹، بخاری ومسلم جلد ا صفحہ ۲۹۰، ابن ماجہ صفحہ ۹۱)

فَائِدَہ: عمدۃ القاری میں ہے کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد سنت ہے اسی کو جمہور امت نے قبول کیا۔ (معارف جلد ۴ صفحہ ۴۲۷)

ابن منذر نے بیان کیا کہ اجماع امت ہے کہ عیدین کا خطبہ نماز کے بعد ہوگا۔ (مرقات جلد ۳ صفحہ ۲۸۶)

مروان کے متعلق منقول ہے کہ اس نے نماز سے قبل جمعہ کی طرح خطبہ دیا جس پر حضرات صحابہ نے سخت انکار کیا۔ (مرقات)

حضرت ابوسعید رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے مروان پر منبر عیدگاہ لے جاتے اور نماز سے پہلے خطبہ دینے پر گرفت فرمائی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۶۲)

اپنے اہل عیال واہل خانہ کے ساتھ عیدگاہ جاتے

حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عید کے لئے فضل بن عباس، عبداللہ بن عباس، حضرت علی، جعفر، حسن حسین، اسامہ بن زید بن حارثہ، ایمن ابن ام ایمن رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ کے ساتھ تشریف لائے راستہ میں بلند آواز سے تکبیر کہتے جاتے، یہاں تک کہ عیدگاہ پہنچ جاتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۷۹)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عیدین کے لئے اپنے اہل خانہ اہل عیال کے ساتھ تشریف لے جاتے۔ (مجمع صفحہ ۲۰۰، مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۳۶۳)

فَائِدَہ: آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عید کے لئے تنہا تشریف نہ لے جاتے بلکہ گھر کے اپنے اور چچازاد بھائی اور نواسہ ودیگر رشتے کے بچوں کے ساتھ جاتے، اس سے معلوم ہوا کہ اپنے اہل خانہ بچوں وغیرہ کے ساتھ عیدگاہ جانا مستحب ہے خوشی اور عبادت میں بچوں کو بھی اپنے ساتھ رکھے تاکہ وہ بھی امور دین سیکھیں۔

عیدگاہ کھلے میدان کی شکل میں ہو تو سترہ امام کے آگے گاڑ دے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عیدین میں نیزہ لے کر چلتے اور اس کی طرف نماز پڑھتے۔ (یعنی سترہ بنا کر)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے عیدگاہ میں عید کی نماز نیزے کو سترا بنا کر پڑھا۔ (ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب عیدگاہ جاتے تو آپ کے ساتھ نیزہ لے لیا جاتا جسے آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا اور اسی کی طرف (سترہ بنا کر) نماز پڑھتے۔ چونکہ عیدگاہ کھلا میدان تھا (سامنے) کوئی سترہ (دیوار وغیرہ) نہیں تھا۔ (بخاری صفحہ ۱۳۳، نسائی ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

فائدہ: خیال رہے کہ اگر عیدگاہ بنی ہوئی ہو اور اس کے پچھم رخ میں کوئی دیوار وغیرہ ہو تو تب کوئی بات نہیں اگر کھلا میدان ہو تو ایسی سورت میں امام کے سامنے کوئی عصا، لاٹھی یا نیزہ وغیرہ گاڑ دیا جائے تاکہ سترہ ہو جائے۔ اگر آدی نہ گزرے تب بھی سترہ کا استعمال سنت ہے اور صرف امام کا سترہ کافی ہے، مقتدی کے لئے بھی ہو جائے گا۔

عید کی نماز سے پہلے کھجور وغیرہ کھا کر جاتے

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید سے کچھ پہلے چھوہارہ کھا کر جاتے، اور آپ طاق عدد میں کھاتے۔ (بخاری صفحہ ۱۳۰، مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۶، کنز جلد ۸ صفحہ ۶۴۴)

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے نہ نکلتے جب تک کہ کچھ کھا نہ لیتے اور بقرعید میں آپ بلا کچھ کھائے جاتے اور واپس آکر اپنی قربانی کا کلیجی کھاتے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۲۸۳، حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۹۴، تحفہ جلد ۱ صفحہ ۳۸۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے قبل کچھ کھا لیتے اور لوگوں کو اسی کا حکم فرماتے۔ (طبرانی، مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

شرح منیہ میں ہے کہ بقرعید میں بلا کچھ کھائے ہر ایک جائے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے۔ (صفحہ ۵۶۶)

نماز کے لئے عیدگاہ پیدل جانا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے پیدل تشریف لے جاتے اور پیدل ہی واپس تشریف لاتے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے عید کے لئے پیدل جانا سنت ہے واپسی میں خواہ سوار ہوئے۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۳۲)

حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے پیدل جاتے۔

(مجمع جلد ۲ صفحہ ۲۰۳)

فائدہ: فقہاء کرام نے عیدین اور جمعہ کے لئے پیدل جانا مسنون و مستحب قرار دیا ہے۔ (کبیری، شامی صفحہ ۱۶۸)

ترمذی میں حضرت علی سے مروی ہے کہ سنت یہ ہے کہ عید کے لئے پیدل جائے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں

اکثر علماء پیدل جانے کو مستحب قرار دیتے ہیں اور یہ کہ بلا عذر سواری سے نہ جائے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۳۷۴)

عیدگاہ تکبیر کہتے جانا سنت ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے لئے گھر سے نکلتے تو گھر سے لے کر عیدگاہ تک تکبیر کہتے ہوئے تشریف لاتے۔ (سنن کبریٰ، کنز صفحہ ۶۴۲)

حافظ نے لکھا ہے کہ آپ عید و بقرعید میں تکبیر و تہلیل ادا کرتے ہوئے جاتے، بحرالرائق میں ہے کہ عید میں آہستہ اور بقرعید میں ذرا آواز سے تکبیر کہتا جائے۔ (بحر صفحہ ۱۷۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اپنی عید کو تکبیر سے مزین کرو۔ (تلخیص جلد ۲ صفحہ ۸۵)

فائدہ: ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ گھر سے عیدگاہ تک تکبیر پڑھتے ہوئے جاتے۔ (زاد صفحہ ۴۴۲)

کبیری میں ہے کہ عیدگاہ کے راستہ میں تکبیر کہتے ہوئے جانا مستحب ہے بعضوں نے بیان کیا ہے کہ عیدگاہ پہنچنے پر ختم کردے بعضوں نے کہا شروع نماز پر ختم کرے۔ (کبریٰ صفحہ ۱۱)

صبح میں عیدگاہ جانے سے قبل صدقہ فطر ادا فرمادیتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کے دن صبح نہ نکلتے جب تک کہ اپنے (فقراء مسکین) اصحاب کو صدقہ فطر صبح ادا نہ فرمادیتے۔ (ابن ماجہ صفحہ ۱۲۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کردو۔ (کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۴۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ عید کے لئے نہ نکلے تاوقتیکہ صدقہ فطر نہ نکال دے اور یہ کہ (عید کے لئے) جانے سے قبل کچھ کھائے۔ (مجمع جلد ۲ صفحہ ۱۹۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی طرف نکلنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ (نیل الاوطار، اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۹۷۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک حدیث میں نماز سے پہلے ادا کرنے پر مقبولیت کی بشارت ہے۔
(ابوداؤد، ابن ماجہ، اعلاء جلد ۹ صفحہ ۹۷)

فائدہ: فقہاء کرام نے بیان کیا کہ عید سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا مستحب ہے۔ (کبیری صفحہ ۵۶۶)

ہدایہ میں ہے کہ عید سے قبل صدقہ فطر نکال کر فقراء کو دے دے تاکہ نماز سے قبل اس کا دل فارغ ہو جائے۔ (فتح القدیر صفحہ ۲۷)

تمام علماء کے نزدیک صدقہ فطر کا پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۹ صفحہ ۹۷)

آپ ﷺ عید و بقرعید میں کتنی تکبیریں زائد فرماتے

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نبی پاک ﷺ عید و بقرعید میں کتنی تکبیر ادا فرماتے تو ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا آپ ﷺ چار تکبیریں فرماتے ایسے جیسے جنازہ میں (ابوداؤد صفحہ ۱۶۳، سنن کبریٰ صفحہ ۲۹۱، الفتح الربانی جلد ۶ صفحہ ۱۴۲، ابن عبدالرزاق صفحہ ۲۹۴)

اسود نے بیان کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عیدین میں نو، نو تکبیریں کہتے تھے، قرأت سے پہلے چار تکبیر (ایک تحریمہ اور تین زائد) پھر تکبیر کہتے اور رکوع میں جاتے (یہ پانچ ہوگئیں)۔

پھر دوسری رکعت قرأت سے فارغ ہوتے تو چار تکبیر کہتے اور رکوع میں جاتے تین تکبیر زائد اور ایک تکبیر رکوع اس طرح نو تکبیر ہوگئیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

عبداللہ بن الحارث کہتے ہیں کہ بصرہ میں حضرت ابن عباس کے ساتھ میں نے عید الفطر کی نماز پڑھی نو تکبیریں کہیں (جس کی تفصیل گزری) شرح منیہ میں ہے کہ عید و بقرعید میں تین، تین تکبیر کے قائل ابن مسعود، ابوموسی، حذیفہ، عقبہ بن عامر، ابن زبیر، ابومسعود البلادی، حسن ابن سیرین ثوری، امام احمد ایک قول میں امام بخاری نے حضرت ابن عباس کا بھی مسلک نقل کیا ہے اسی طرح حضرت عمر، حضرت براء، حضرت ابوسعید بھی اسی کے قائل ہیں۔ (صفحہ ۵٦٨، شرح مہذب، معارف السنن صفحہ ۴۳۵)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عید میں چار تکبیریں ہیں۔

(طبرانی، کبیر، الفتح جلد ٦ صفحہ ۱۴۳، معارف جلد ۴ صفحہ ۴۳۵)

عنایہ علی الہدایہ میں ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوہریرہ حضرت ابن زبیر بھی اسی کے قائل ہیں۔ (معارف صفحہ ۱۱)

فائدہ: تکبیرات زائدہ کی مقدار کے سلسلے میں مختلف اقوال ہیں حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ وغیرہ کی روایت کو سامنے رکھتے ہوئے امام ثوری اور امام اعظم نے تین، تین زائد تکبیریں جو پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ چار اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع کے ساتھ چار بنتی ہیں جس کا ذکر اوپر کی روایتوں میں ہے۔

چنانچہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تین، تین تکبیر کہتے تھے، ابن عبدالبر نے الاستذکار میں لکھا ہے کہ صحیح سند سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عمر، علی، ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم تین تکبیریں کہتے۔ (تلخیص جلد ۲ صفحہ ۹۴)

تکبیر زائدہ کے درمیان کتنا وقفہ رہے

عیدین کی تکبیروں کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں اور وقفہ دو تکبیروں کے درمیان تین سبحان اللہ کے برابر

ہونا چاہئے۔ (معارف جلد۴ صفحہ ۴۳۵)

فائدہ: بحر میں ہے کہ وقفہ تین تسبیح کے برابر ہے۔ ہاں بھیڑ کی کمی زیادتی کی وجہ سے اس میں کمی بیشی بھی ہو سکتی ہے۔ (بحر الرائق جلد۲ صفحہ ۱۷۴، اسی طرح شامی میں ہے۔ جلد۲ صفحہ ۱۷۲)

تکبیر زائدہ میں ہاتھ اٹھاتے

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تکبیرات کے درمیان ہاتھ اٹھاتے عیدین کی چھ تکبیریں زائدہ میں ہاتھوں کو کان تک اٹھا کر چھوڑ دیا جائے گا۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۷۴، بیہقی، فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۱۷۷، اعلاء صفحہ ۱۱۵، طحاوی)

بقر عید کی نماز عید کے مقابلہ میں جلدی ادا کرتے

حضرت جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بقر عید کی نماز پڑھائی اور سورج ایک نیزہ کے برابر (اونچا تھا)۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۸۹)

حضرت ابوالحویرث سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خرم کو نجران میں یہ حکم لکھ کر بھیجا کہ بقر عید کی نماز میں ذرا جلدی کریں اور عید کی نماز میں ذرا تاخیر کریں۔

(سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ ۲۸۲، تلخیص صفحہ ۸۹، شرح تہذیب جلد۵ صفحہ ۴)

فائدہ: معلوم ہونا چاہئے کہ عید اور بقر عید دونوں نمازوں کا وقت تو طلوع شمس سے شروع ہو کر زوال سے قبل تک رہتا ہے مگر سنت یہ ہے کہ بقر عید کی نماز کو جلد سورج کے ذرا بلند ہونے کے بعد ''اشراق کے بعد'' سورج میں تیزی آنے سے پہلے پڑھ لی جائے، اس کی حکمت بظاہر یہ ہے کہ چونکہ قربانی کی مصروفیت ہوگی اور ادھر نماز سے پہلے پڑھ لی جائے، اس کی حکمت بظاہر یہ ہے کہ چونکہ قربانی کی مصروفیت ہوگی اور ادھر نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مسنون ہے قربانی کے جانور کے گوشت وغیرہ کلیجی سے کھانے کی ابتداء مسنون ہے اس لئے جلد ادا کرنا سنت قرار دیا، ابن نجیم لکھتے ہیں بقر عید کی نماز کا جلدی ادا کرنا مستحب ہے اور عید الفطر میں ذرا تاخیر کرنا۔

(بحر الرائق جلد۱ صفحہ ۱۷۳، شامی جلد۲ صفحہ ۱۷۱، شرح مہذب جلد۵ صفحہ ۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ شہروں کی بعض مساجد میں جو بقر عید کی نماز زوال کے قریب تاخیر سے ہوتی ہے یہ جائز مگر خلاف سنت ہے، بہتر ہے کہ عیدگاہ میں اور ان مساجد میں پڑھی جائے جہاں جلد سنت کے مطابق ہوتی ہو تاکہ سنت وقت کی رعایت کے ساتھ عید کی ادائیگی ہو، اور اس کا مسنون وقت طلوع شمس کے دو گھنٹہ سے قبل قبل ہے چونکہ اس وقت سورج میں تیزی نہیں آتی، چونکہ ہدایہ میں ہے کہ ایک یا دو نیزہ سورج بلند ہوتا تو آپ نماز پڑھ لیتے تھے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ ۷۳)

اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن بسر رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُمَا نے تاخیر ہونے پر امام پر نکیر کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم لوگ نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ اس وقت پڑھ کر فارغ ہو جاتے تھے۔ (فتح القدیر جلد۲ صفحہ۷۳)

بقرعید میں بغیر کچھ کھائے عیدگاہ جاتے

حضرت بریدہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بقرعید میں کچھ نہ کھاتے یہاں تک کہ واپس نماز پڑھ کر تشریف لے آتے پھر اپنی قربانی سے کھاتے۔ (مجمع جلد۷ صفحہ۱۹۹، ابن ماجہ صفحہ۱۲۶، ترمذی صفحہ۱۲۰)

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بقرعید کے دن (نماز سے قبل) نہ کھاتے تاوقتیکہ واپس نہ آجاتے۔ (تلخیص صفحہ۹۰)

فَائِدَۃ: معارف میں ابن قدامہ کے حوالے سے ہے کہ عید میں کچھ کھا کر جانا اور بقرعید میں نماز کے بعد کھانا یہ سنت ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں۔ (جلد۴ صفحہ۴۵۰)

ابن مسیب نے کہا کہ عیدالفطر میں سنت یہ ہے کہ یہ پیدل جائے اور غسل اور جانے سے قبل کچھ کھالے۔ کوئی چیز کھائے تو طاق عدد میں کھائے صحیح بخاری کی معلق حدیث میں ہے کہ طاق عدد میں کھائے۔

(معارف)

خیال رہے کہ کسی شیریں اور میٹھی چیز کا کھانا سنت ہے۔ (معارف صفحہ۴۵۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عید میں بعض نمکین اشیاء کا بعض مقام پر جو معمول ہے وہ سنت اور کسی اصل سے ثابت نہیں ہے مگر جائز ہے خیال رہے کہ ہمارے دیار میں سوئیوں کا معمول ہے، اس میں بہتر ہے کہ طاق چمچہ کھائے۔ بقرعید کے موقع پر عید کی نماز سے فارغ ہو کر قربانی فرماتے پھر اس میں سے آپ کھاتے بعض روایت میں ہے کہ اس کی کلیجی کھاتے۔

معارف میں درمختار کے حوالے سے جو قربانی نہ کرے اس کے لئے بھی نہ کھانا مستحب ہے۔ (صفحہ۴۵۱)

عید بقرعید میں ایک دوسرے کو کس الفاظ سے مبارک باد دی

ابن عمر الانصاری ذکر کرتے ہیں کہ وہ عید کے دن حضرت واثلہ (جو صحابی ہیں) سے ملے تو میں نے "تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکَ" تو انہوں نے کہا "تقبل اللہ منا ومنك" (مجمع جلد۲ صفحہ۲۰۶)

کبیری میں ہے کہ حضرت ابوامامہ الباہلی، حضرت واثلہ بن الاسقع "تَقَبَّلَ اللّٰہُ مِنَّا وَمِنْکَ" کہا کرتے تھے اسی طرح لیث بن سعد سے بھی منقول ہے، ہمارے احناف کے یہاں بھی اس کی کوئی کراہت نہیں ہے۔

(صفحہ۵۷۳)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابہ کرام نماز عید سے لوٹتے ہوئے آپ ﷺ کو کہتے "**تقبل الله منا ومنك**" اسی طرح لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو کہتے وہ بھی کہتے اور اس پر نکیر نہ فرماتے۔

(کشف الغمہ صفحہ ۱۵۲)

بقرعید کے دن اولاً نماز پھر خطبہ پھر قربانی

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں بقرعید کے دن خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلا عمل جو آج کے دن ہمارا ہے وہ اولاً نماز پڑھنا ہے، پھر ہم واپس (عید گاہ) سے جائیں گے تو قربانی کریں گے، جس نے ایسا کیا اس نے ہماری سنت کو ادا کیا اور جس نے ذبح نماز سے پہلے کر لی، پس گویا اس نے اہل کے لئے بکری کا گوشت جلد حاصل کر لیا، قربانی اس کا کچھ ادا نہ ہوا۔

(نسائی صفحہ ۲۳۲، بخاری صفحہ ۱۳۳، مسلم، مشکوٰۃ صفحہ ۲۹۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں آپ ﷺ نے ہم لوگوں کو عید کے دن خطبہ دیا (نماز کے بعد) پھر بھورے میں مینڈھے کی جانب آئے اور ذبح کیا۔ (نسائی صفحہ ۲۳۵)

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ بقرعید کے دن عید گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ تشریف لائے اور سلام کیا پھر فرمایا آج کے دن تمہارا پہلی عبادت نماز ہے پھر آپ نے اس پر ٹیک لگایا۔

(آپ نے خطبہ دیتے ہوئے) اللہ کی حمد وثناء بیان کیا، اور اوامر ونواہی کو بیان کیا اور فرمایا جو آج جلدی (نماز سے قبل) قربانی کرے گا پس گویا وہ گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے اختیار کیا (قربانی نہیں ادا ہوگی) اور ایک روایت میں اس طرح ہے سب سے پہلا کام جو ہم آج شروع کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے، پھر واپس ہوں گے تو قربانی کریں گے جو ایسا کرے گا اس نے ہماری سنت کو ادا کیا اور جو نماز سے قبل ذبح کرے گا تو وہ گوشت ہے جو اس نے گھر والوں کے لئے پہلے کر لیا، قربانی بالکل نہیں ذبح تو نماز کے بعد ہے۔

(مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۰۲، سبل الہدیٰ صفحہ ۳۲۱)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں پر اور جس مقام پر عید کی نماز ہے جیسے قصبات وشہروں میں وہاں نماز سے فارغ ہونے کے بعد بھی قربانی ہوگی، نماز سے قبل قربانی صحیح نہ ہوگی۔ بحر الرائق اور شامی وغیرہ میں ہے کہ گاؤں والے جہاں عید کی نماز نہیں ہے صبح کے بعد وہ کھا سکتے ہیں بخلاف شہر والوں کے لئے نماز کے بعد مستحب ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۷۶، شامی صفحہ ۱۷۶)

فیض الباری میں ہے کہ گاؤں والے علی الاصح قربانی کر سکتے ہیں۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۵۷)

بقرعید میں یوم عرفہ کی صبح سے ایام تشریق تک تکبیر فرماتے

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے عصر تک تکبیر فرماتے۔ (بنایہ ۸۸۷، تلخیص الحبیر صفحہ ۹۳، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۰، سنن کبریٰ صفحہ ۳۱۵)

عمر بن سمرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ عرفہ کی صبح سے تکبیر شروع فرماتے اور ایام تشریق کے آخری دن (تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک) پڑھتے۔ (بنایہ صفحہ ۸۸۷، حاکم)

حضرت عمر اور حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ ﷺ ہر نماز کے بعد عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے آخری دن عصر تک تکبیر فرماتے۔ (شرح مہذب جلد ۵ صفحہ ۳۱ تا ۳۵)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے منقول ہے کہ عرفہ کی صبح سے ایام تشریق کے اخیر تک تکبیر کہے۔

(مطالب عالیہ جلد ا صفحہ ۱۸۶)

ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ بقرعید میں عرفہ کی صبح سے ایام تشریق (۱۳) کی عصر تک تکبیر فرماتے۔

(زاد المعاد جلد ا صفحہ ۱۴۹)

فَائِدَہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ بقرعید میں عرفہ کی صبح تیرہ تاریخ کے عصر تک ہر فرض کے بعد تکبیر تشریق کہنا سنت ہے۔

علامہ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن عباس سفیان ثوری، اور حضرت ابوبکر و حضرت عثمان رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اسی طرح منقول ہے۔ (بنایہ صفحہ ۸۸۴)

پس ہر نماز کے بعد خواہ جماعت کے ساتھ ہو یا تنہا ہو ہلکی آواز سے تکبیر کہنا سنت موکدہ ہے۔

درمختار میں ہے کہ عرفہ کی صبح سے پانچویں دن کے عصر تک تکبیر کہے، یہی مفتی بہ قول ہے۔

(شامی صفحہ ۱۸۰، فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۰)

کبیری شرح منیہ میں ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہ تکبیر واجب ہے۔ (صفحہ ۵۷۴)

تکبیر کس طرح ادا کرے

شریک کہتے ہیں کہ میں نے ابو اسحاق سے پوچھا کہ حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا کس طرح تکبیر کہتے تھے، کہا وہ دونوں اس طرح کہتے تھے: "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ."

حضرت ابراہیم سے منقول ہے کہ حضرات صحابہ کرام عرفہ میں نماز کے بعد رخ قبلہ یہ پڑھتے تھے:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْد." (فتح القدیر صفحہ ۸۲)

فَائِدَة: اگر امام تکبیر بھول جائے تو مقتدی زور سے تکبیر کہہ کر یاد دلا دے، تنہا نماز پڑھنے والا بھی اور مسبوق بھی تکبیر کہے گا۔ (فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۲)

وتر اور نفل نمازوں کے بعد تکبیر نہیں کہی جائے گی۔ (عنایہ علی الفتح جلد ۲ صفحہ ۸۰)

نماز بقر عید کے بعد قربانی کردہ گوشت اولاً نوش فرماتے

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقر عید کے دن کچھ نہ کھاتے، یہاں تک کہ نماز کے بعد واپس آجاتے اور جب واپس آتے تو اپنی قربانی میں سے کلیجی کھاتے۔

(حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۹۴، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۳)

مسند احمد میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقر عید کے موقعہ پر نماز سے قبل نہ کھاتے نماز کے بعد اپنی قربانی سے کھاتے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۱ صفحہ ۳۸۱)

فَائِدَة: بقر عید کے موقعہ پر ہر ایک کے لئے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے نماز سے قبل کچھ نہ کھانا اور بلا کھائے جانا مستحب ہے، اسی کو فقہاء احناف نے الاصح کہا ہے۔ (شامی صفحہ ۱۷۶)

بدائع میں ہے کہ ادب یہ ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے قبل کچھ نہ کھائے، اور قربانی میں سے کھائے اگر کوئی کھائے تو کوئی گناہ اور کراہت نہیں۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۵۲)

علامہ شامی نے ذکر کیا ہے کہ مندوب مستحب ہے کہ بقر عید کی صبح کو بلا کھائے نماز پڑھنے جائے، حضرات صحابہ کرام سے بتواتر یہ منقول ہے کہ وہ بچے بھی کھانے سے رکے رہے اور چھوٹے بچے بھی دودھ نہ پیتے بقر عید کی صبح کو بعض فقہاء نے گاؤں والوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ صبح کھا سکتے ہیں چونکہ گاؤں میں قربانی صبح سے ہو جاتی ہے۔ (شامی صفحہ ۱۷۶)

مطلب یہ نکلا کہ گاؤں میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی اس وجہ سے ان کے یہاں قربانی صبح ہو جاتی ہے اس لئے یہ لوگ صبح قربانی کے بعد کھا سکتے ہیں، بخلاف جہاں نماز ہوتی ہو، وہاں نماز اور قربانی کے بعد کھانا مستحب ہے اور اتنی دیر تک رکے رہنا سنت ہے لیکن کسی جگہ کو اگر نماز بہت تاخیر سے ہوتی ہو یا کھانے کی ضرورت ہو تو کھا سکتا ہے کوئی گناہ نہیں اور یہ حکم تمام لوگوں کے لئے ہے عورتوں اور بچوں کے لئے بھی اور ان لوگوں کے لئے بھی جو قربانی کسی وجہ سے نہیں کر رہے ہیں۔

عید و بقر عید کے دنوں میں عورتوں کا مہندی لگانا

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں (عید کے ایام میں) عشاء کے بعد

سے صبح تک مہندی لگانے میں رہتی تھیں۔ (ابن عبدالرزاق جلد۳ صفحہ۳۳۳)

حضرت طاؤس اپنی تمام عورتوں کو حکم دیتے تھے کہ وہ ہاتھ پیر میں مہندی لگائیں۔

فَائِدَۃ: اس سے معلوم ہوا کہ عید و بقر عید کے موقعہ پر اہتمام سے مہندی لگانا عورتوں کے لئے مسنون ہے ان کی زینت میں مہندی داخل ہے، چنانچہ ہمارے دیار میں عیدین کی راتوں میں عورتوں کا مہندی لگانا اسی ازواج مطہرات کی سنت رائج ہے۔

عید بقرعید کی نماز کے بعد مصافحہ اور معانقہ کا اہتمام خلاف سنت اور بدعت ہے

خیال رہے کہ مصافحہ ملاقات کے وقت مسنون ہے اس کا وقت وقت ملاقات اور وقت رخصت ہے، کسی بھی نماز کے بعد خواہ عید و بقرعید ہی سہی مصافحہ اور نہ معانقہ مسنون ہے، بلکہ بدعت اور رسم ہے جس کا کرنا مکروہ ہے اس لئے علماء امت نے اس کی تردید کی ہے، ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں "**صرح بعض علمائنا انہا مکروھة وحینئذ انہا من البدع المذمومة.**" (مرقات جلد۹ صفحہ۷۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں، آنکہ بعض مردم مصافحہ می کنند بعد از جمعہ خیر نے نیست بدعت است۔ (اشعۃ اللمعات)

طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں "**یکرہ المصافحة بعد الصلٰوۃ علی کل حال لانہا من سنن الروافض وھکذا الحکم فی المعانقہ**"

دیکھئے علامہ طیبی اسے رافضیوں کی عادت قرار دے رہے ہیں کیا کسی مؤمن کے لئے گنجائش ہے کہ رافضیوں کی عادت کو سنت سمجھ کر کرے۔

علامہ شامی نے بھی اسے مکروہ قرار دیا ہے۔

قد صرح بعض علمائنا وغیرھم مکروھة المصافحة المعتادۃ عقیب الصلٰوۃ.

علامہ عبدالحیٔ فرنگی محلی نے اس کی لا اصل ہونے پر اتفاق نقل کیا ہے "**اتفوقا علی ان ھذہ المصافحة لیس لہ اصل فی الشرع**" فرمایا کہ اس کے مکروہ ہونے میں کوئی شک نہیں، بدعت پر باقی رہنا اس کی کہاں گنجائش، لہٰذا فتویٰ اس کے مکروہ اور ممنوع ہونے کا دینا چاہئے "**ینبغی الأفتا بالمنع ...... فکیف اصرار البدعة التی لا اصل لہا فی الشرع وعلی ھذا فلا شك فی الکراھة.**"

مزید یہ کہ عوام اس بے اصل مصافحہ کو سنت اور مشروع سمجھتے ہیں، نہ کرنے والے اور روکنے والے پر طعن کرتے ہیں ایسی صورت میں اس کی کراہیت اور قباحت بڑھ جاتی ہے "**علی ان المصافحین فی زماننا یظنونہ امرا حسنا ویشنعون علی ما نعه**" (السعایہ صفحہ۱۶۵)

اسی طرح دوسری معتبر کتابوں میں مثلاً خلاصہ الفتاوی، فتاویٰ ابن حجر، مجالس الابرار، اور مدخل اور فتاویٰ ابراہیم شاہی وغیرہ میں بھی اسے مکروہ کہا ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں عیدین کی نماز سے فارغ ہونے میں مصافحہ اور معانقہ ترک کر دینا چاہئے جو چیز سنت اور دین نہیں ہے اس پر اہتمام کرنا ثواب دین کی بات سمجھنا بری بات ہے۔ثواب اس میں ہے جو شریعت اور سنت سے ثابت رہے بدعت اور مکروہ کا ارتکاب اور اس پر جمے رہنا اچھی بات نہیں ہے جب تک معلوم نہیں تھا عمل کیا سو خداء پاک معاف کرے گا اب علم اور معلوم ہونے کے بعد اس کا ترک لازم ہے اور ثواب وسنت سمجھنا برا ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقات میں لکھتے ہیں "فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقاة" جلد۹ صفحہ۱۷۴ اسی طرح شرح مہذب میں ہے۔ (جلد۲ صفحہ۶۳۳)

شب عیدین میں عبادت کی فضیلت

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جو عید و بقر عید کی راتوں کو عبادت سے معمور رکھے گا، اس دن اس کا دل (قیامت کے دن) جس دن لوگوں کے دل مردہ ہوں گے زندہ رہے گا۔

(مجمع صفحہ۱۹۸، ابن ماجہ صفحہ۱۲۷، تلخیص صفحہ۸۶، الاذکار صفحہ۱۷۳)

فائدہ: عیدین کی رات میں عبادت و شب گزاری کی بڑی فضیلت ہے، کہ ایسوں کا دل قیامت کے دن زندہ رہے گا، خالد بن معدان نے کہا کہ سال میں پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جو اس میں ثواب کی نیت سے اور وعدہ ثواب پر یقین کرتے ہوئے عبادت پر مواظبت کرے گا خدا اسے جنت میں داخل فرمائے گا، رجب کا پہلا دن، دن کو روزہ رات کو عبادت عید و بقر عید، عاشورہ اور پندرہ شعبان کی رات (سنن کبریٰ جلد۳ صفحہ۳۱۹، ترغیب جلد۲ صفحہ۱۵۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ سال میں چار راتوں کی عبادت کو لازم پکڑو، کہ اس میں خدا کی رحمت متوجہ ہوتی ہے، رجب کی پہلی شب، پندرہ شعبان کی رات اور عید، بقر عید کی رات۔

(تلخیص الجبیر جلد۲ صفحہ۸۶)

علامہ شعرانی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ عیدین کی رات میں ذکر و طاعت پر ابھارتے اور ترغیب دیتے۔

(کشف الغمہ صفحہ۱۵۲)

اس لئے معتکف کے لئے مستحب ہے کہ عید کی شب عبادت کرنے کے بعد صبح مسجد سے نکلے۔

(آداب الاعتکاف)

نماز سفر کے سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوۂ حسنہ کا بیان

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں چار رکعت والی نمازوں کو دو رکعت پڑھتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کے ارادے سے گھر سے نکلتے تو دو رکعت پڑھتے یہاں تک کہ واپس آ جاتے۔ (طیالسی منحہ المعبود صفحہ ۱۲۵، ابن ابی شیبہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی جانب نکلتے تو آپ دو رکعت پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ مدینہ واپس آ گئے۔ (بخاری مسلم صفحہ ۱۵۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں رہا آپ (فرض) دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۹)

ابن قدامہ نے ذکر کیا کہ طریق تواتر سے منقول ہے کہ آپ نے حج عمرہ اور غزوہ جہاد کے سفر میں قصر کیا ہے۔ (معارف السنن جلد ۴ صفحہ ۴۵۴)

خطابی نے معالم میں کہا کہ اکثر علماء سلف اور فقہاء امصار کے مسلک یہ رہا کہ سفر میں قصر واجب ہے۔ (معارف السنن)

امن اور بلا تعب کے سفر ہو تو بھی دو رکعت ہی پڑھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کے ساتھ سفر کیا سوائے خدا کے کسی کا خوف نہیں تب بھی دو رکعت پڑھتے۔ (مسند احمد جلد ۱ صفحہ ۲۸۵، نسائی صفحہ ۲۱۱، ترمذی صفحہ ۱۲۲)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ سفر خواہ کس قدر آرام راحت و سہولت سے ہو اپنی سواری اپنے احباب اپنا وقت امن اطمینان ہو تب بھی قصر کیا جائے گا، یہ سفر میں خدا کی جانب سے انعام اور رخصت ہے۔

کس مقدار سفر پر قصر فرماتے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تین میل یا تین فرسخ کے ارادے

سے نکلتے تو دو رکعت پڑھتے۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۷، سنن کبریٰ صفحہ ۱۴۶، مسلم صفحہ ۲۴۲)

فائدہ: تین میل کی مسافت سے سفر میں قصر کا حکم جاری ہو جاتا ہے، یہاں مراد اس سے تین دن کی مساحت ہے چنانچہ حضرت ابن عمر کی روایت میں ہے کہ مدینہ سے سویدا کے سفر میں قصر کیا جائے گا۔ جو بہتر شرعی میل ہے۔ امام صاحب اور اہل کوفہ نے تین مراحل سفر کا معیار قرار دیا ہے۔ (نیل صفحہ ۲۰۶، اعلاء صفحہ ۲۳۹)

اسی کا تخمینہ ہندوستانی میل قدیم میل کے اعتبار سے اڑتالیس میل ہے۔ امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ کم ازکم تین مراحل کا سفر موجب قصر ہوتا ہے۔ اور ائمہ ثلاثہ نے سولہ فرسخ کو موجب قصر قرار دیا ہے۔ اور یہ دونوں اقوال متقارب ہیں۔ کیونکہ سولہ فرسخ میل بنتے ہیں۔ (درس ترمذی صفحہ ۳۳۲)

مسافر کے لئے حدود شہر نکلتے ہی قصر کا حکم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر کے ساتھ سفر کیا ہے ان میں سے ہر ایک جیسے ہی مدینہ سے نکلتے واپس آنے تک دو رکعت پڑھتے۔ (مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ سے نکلتے تو ظہر کی رکعت (بصرہ کے اندر پڑھی) اور فرمایا کہ جب ہم اس آبادی سے نکل جائیں گے تب دو رکعت پڑھیں گے۔ (ابن ابی شیبہ، اعلاء، آثار السنن صفحہ ۶۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس وقت قصر کرتے جب مدینہ کے حدود اطراف سے باہر ہو جاتے۔
(آثار السنن، اعلاء صفحہ ۳۷۳)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے حدود شہر سے باہر جانے پر قصر کیا ہے، شہر کے اندر رہتے ہوئے نہیں۔ چنانچہ حضرت علی نے ارادہ سفر سے نکلنے کے باوجود بصرہ کے اندر پورا پڑھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شہر اور قصبہ کے حدود اور آبادی اور اس کے متعلقات سے باہر نکل جائے تب قصر کرے۔ ورنہ حدود اور علاقے میں رہتے ہوئے وقت آجائے تو چار رکعت پڑھی جائے گی۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکل کر مدینہ میں چار پڑھا اور ذوالحلیفہ کے مقام پر عصر کے وقت آگئے تو دو پڑھا۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۴۶)

ابن منذر نے بیان کیا کہ اس پر اجماع ہے کہ علاقے کی آبادی ختم ہونے کے بعد ہی قصر کیا جائے گا۔
(نیل الاوطار صفحہ ۲۰۷)

علامہ عینی لکھتے ہیں جب سفر کی نیت سے سوار ہو جائے یا چل پڑے تو ابھی نماز میں قصر نہ کرے گا جب تک کہ علاقے کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے گا۔

محیط کے حوالہ سے صحیح قول لکھا ہے کہ شہر کی آبادی جب پار کرے گا تب قصر شروع کرے گا۔
(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۳۱)

کب تک قصر کرتا رہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پندرہ دن رہے نماز قصر کرتے رہے یہاں تک کہ حنین کا رخ فرمایا۔ (سنن کبریٰ صفحہ ۱۵۱)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی جانب نکلے تو قصر کرتے رہے، یہاں تک کہ مکہ مکرمہ آگئے اور وہاں دس دن قیام رہا ہم لوگ قصر کرتے رہے۔

(سنن کبریٰ صفحہ ۱۶۱، صفحہ ۱۵۳، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے دن قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے، اس سلسلے میں متعدد روایتیں ہیں۔ احناف نے پندرہ کم ازکم کی روایت کو اقل درجہ ہونے کی وجہ سے راجح اور متقین قرار دیا ہے۔

(اعلاء السنن صفحہ ۲۷۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب کسی مقام پر پندرہ دن قیام کرلے تو مکمل نماز پڑھتے۔

(ابن ابی شیبہ، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۵۸، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۷)

حضرت مجاہد ابن عباس اور حضرت ابن عمر سے نقل کرتے ہیں کہ جب تم کسی شہر میں مسافر ہو کر آؤ اور پندرہ دن قیام کا ارادہ ہو تو نماز مکمل پڑھو۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جو پندرہ دن قیام کا ارادہ کر لیتے تو مکمل نماز پڑھے۔

(نیل اعلاء جلد ۷ صفحہ ۲۷۵، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۵۸، اعلاء السنن صفحہ ۲۷۵)

سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جب پندرہ دن سے زائد قیام کا ارادہ کرو تو پوری نماز پڑھو۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

یہی مسلک سفیان ثوری، لیث بن سعد، سعید بن میسب، امام مزنی وغیرہ کا ہے حضرت ابن عمر اور حضرت ابن عباس بھی اسی کے قائل ہیں۔ (معارف صفحہ ۴۷۲)

ابن میسّب نے بیان کیا کہ مسافر پندرہ دن تک رکے تو مکمل نماز پڑھے اور اس سے کم پر قصر کرے۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوا کہ پندرہ دن یا اس سے زائد رکے تو مسافر پوری نماز پڑھے گا۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۱۶)

سفر میں اذان کے ساتھ نماز پڑھتے

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا مؤذن نے اذان کا

ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ذرا ٹھنڈا ہونے دو۔ (مختصراً بخاری صفحہ ۸۸)

حضرت مالک بن الحویرث کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: جب تم سفر میں جاؤ تو اذان دو (جماعت کے لئے) اور جو تم میں بڑا ہو وہ امامت کرتے۔ (بخاری صفحہ ۸۸، ترمذی صفحہ ۲۶)

فائدہ: ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ سفر میں بھی جماعت سے نماز کے لئے اذان پکار دیا کرے، سنت ہے۔

علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں لکھا ہے کہ تمام علماء کے نزدیک سفر میں اذان سنت ہے۔

قاضی خان کے حوالہ سے علامہ عینی نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص سفر میں یا گھر میں بلا اذان و اقامت کے نماز پڑھے تو یہ مکروہ ہے (خلافِ اولیٰ ہے)۔ (جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

عموماً ہمارے ماحول میں جماعت تو رائج ہے مگر اذان کا معمول نہیں سو جماعت سے قبل سفر وغیرہ کے موقعہ پر اذان کی سنت متروک ہوتی جا رہی ہے، سفر کرنے والوں کو خصوصاً جماعت کی شکل میں جانے والوں کا اس کا اہتمام چاہئے، تاکہ یہ سنت عام اور رائج ہو، مثلاً بستی سے باہر اسٹیشن وغیرہ پر جماعت کرنی ہو تو اذان دے کر جماعت کرنی چاہئے۔ امام بخاری علیہ السلام نے "باب الاذان للمسافرین." قائم کر کے مسافر کے لئے اذان کے سنت ہونے کو ذکر کیا ہے، لہٰذا اسٹیشن وغیرہ پلیٹ فارم پر نماز پڑھے اور وقت ہو تو اذان گو ذرا آہستہ سہی دے۔ پھر اقامت تکبیر کہہ کر جماعت سے پڑھے اس کا ثواب بہت زائد ہے، مزید متروک سنت کے زندہ کرنے کا الگ ثواب ہے۔

آپ ﷺ اگر مسافر ہو کر امامت کرتے تو مقیمین کے لئے اعلان کر دیتے

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقعہ پر میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا۔ آپ نے اٹھارہ راتیں قیام فرمائیں اور دو رکعت پڑھتے تھے اور (سلام کے بعد) فرماتے اے مکہ والے تم اپنی نماز کو مکمل کر لو، ہم لوگ مسافر ہیں۔ (موطا امام مالک صفحہ ۵۲، ابن ابی شیبہ صفحہ ۳۸۳)

فائدہ: اگر امام مسافر مقیمین کی امامت کر رہا ہے تو ایسی صورت میں مستحب یہ ہے کہ امام سلام کے بعد اعلان کر دے کہ تم لوگ اپنی دو رکعت پوری کر لو، ہم لوگ سفر کی حالت میں ہیں۔ (ہدایہ، شامی، بنایہ جلد ۲ صفحہ ۷۷)

تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو جائے اور اپنی نماز پوری کر لیں۔ ادائیگی میں مقتدی قرأت نہیں کریں گے خاموش رہیں گے۔

مقیم لوگ مسافر کے پیچھے پوری پڑھیں گے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب امام کے پیچھے نماز پڑھتے تو چار پڑھتے، اور جب تنہا پڑھتے تو دو پڑھتے۔ (مؤطا صفحہ ۵۲، سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۷، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹)

حضرت ابن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ جب مسافر مقیم کے ساتھ نماز پڑھے گا تو ان کی طرح پوری پڑھے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۸۲)

ابراہیم اور حسن فرماتے ہیں مسافر مقیم کے ساتھ مقیم کی نماز پڑھے گا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۸۲)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے تو اس کی اقتداء میں چار پڑھے گا۔

سفر کی نمازوں میں تخفیف قرأت

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سفر میں فجر کی نماز میں سورہ کافرون، سورہ اخلاص پڑھا۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۳)

عتبہ بن عامر جہنی کی روایت میں ہے کہ میں نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں تھا آپ نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھا۔ (ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۶۶)

حضرت معاذ بن جبل رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی روایت میں ہے کہ میں آپ کے ساتھ سفر میں تھا آپ نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھا۔ (سبل الہدیٰ جلد ۸ صفحہ ۱۴۴)

فَائِدَہ: اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں مختصراً قرأت فرماتے۔ مسافر کو تخفیف قرأت کی اجازت ہے۔ چونکہ تعب ومشقت اکثر رہتا ہے۔ خیال رہے کہ قرأت میں مسنون مقدار کی رعایت جو مقیم پر صبح اور ظہر وغیرہ میں ہے مسافر کو اس میں رخصت ہے۔

سفر میں عموماً سنتوں کو ادا فرماتے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا ذکر کرتے ہیں کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت (سنت مثلاً ظہر و عشا) پڑھے۔ (حاشیہ ابن ماجہ صفحہ ۷۵، ترمذی صفحہ ۱۲۳)

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے ساتھ سفر میں اور حضر میں (گھر میں) دونوں نماز میں نماز پڑھا ہے۔ پس میں نے آپ کے ساتھ حضر میں ظہر چار رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھا ہے، اور سفر میں ظہر دو رکعت اور اس کے بعد دو رکعت پڑھا۔ اور عصر (سفر میں) دو رکعت پڑھا اور اس کے بعد نہیں، اور مغرب ہمیشہ سفر میں حضر میں تین ہی رکعت پڑھا ہے سفر میں حضر میں کم نہیں ہوا۔ گویا یہ وتر النہار ہے اور اس کے بعد دو رکعت پڑھا۔ (ترمذی صفحہ ۱۲۳)

کبھی سنتیں نہیں پڑھتے تھے

حضرت ابن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے مروی ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سفر میں (کبھی) پہلے اور بعد کی سنتیں نہیں

پڑھتے تھے۔ (مصنف ابن عبدالرزاق)

فائدہ: آپ ﷺ نے کبھی ایسا بھی کیا ہے، دراصل یہ موقعہ اور وقت کی بات ہے۔ شاید درمیان سفر کی بات ہو، یا سیر کی حالت میں پڑھنے کا موقعہ نہ ہو، یا تعب و مشقت کی وجہ سے ہو، یا بیان جواز کے لئے آپ نے چھوڑ دیا ہوتا کہ امت کو سہولت رہے، چنانچہ عموماً ٹرین و جہاز پر فرض ہی پر اکتفا کرنا پڑتا ہے کہ ازدحام یا تیز رفتاری کی وجہ سے نہیں پڑھنے کا موقعہ ہوتا ہے۔

کون سی سنت سفر میں بھی آپ ﷺ نہ چھوڑتے

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ فجر کی دو رکعت سنت نہ گھر کے قیام میں اور نہ سفر میں نہ صحت کی حالت میں اور نہ فرض کی حالت میں چھوڑا کرتے تھے۔

حضرت ابوجعفر سے مروی ہے کہ آپ ﷺ مغرب کے بعد کی دو رکعت اور فجر کے قبل کی دو رکعت سنت نہ سفر نہ حضر میں چھوڑا کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کے پیش نظر کی سنت نہ چھوڑو، اگر چہ تمہیں گھوڑے روندیں۔ علماء نے سفر میں بھی اسے ترک کرنے سے منع کیا ہے۔ سفر میں بھی یہ موکدہ ہے، امام بخاری نے بھی سفر میں فجر کی سنت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔ (اعلاء صفحہ ۲۸۹)

ابن قیم نے بھی ذکر کیا ہے کہ آپ ﷺ صبح کی سنت سفر اور حضر میں ترک نہیں فرماتے تھے۔
(زاد المعاد صفحہ)

سفر میں نوافل بھی پڑھتے

حضرت عامر بن ربیعہ نے بیان کیا کہ نبی پاک ﷺ کو دیکھا کہ سفر میں رات کو سواری پر تہجد پڑھ رہے ہیں جس جانب کی سواری کا رخ ہے اسی جانب رخ کیے ہوئے۔ (بخاری صفحہ ۱۴۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ نبی پاک ﷺ سفر کی حالت میں سواری پر رات کی نماز ادا فرماتے تھے۔ سوائے فرض نمازوں کے (کہ وہ سواری سے اتر کر ادا فرماتے تھے) اشارہ سے جس جانب سواری کا رخ ہوتا۔ (بخاری صفحہ ۵۸، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۸)

فائدہ: سفر کی نماز میں نفل میں سواری پر پڑھنے کی صورت میں رخ قبلہ ضروری نہیں جس جانب سواری کا رخ ہو وہی گویا رخ قبلہ ہے۔ (عمدۃ القاری صفحہ ۱۳۸)

کبھی نہیں بھی پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں نبی پاک ﷺ کے ساتھ سفر میں رہا میں نے نہیں

دیکھا کہ آپ نے نفل پڑھی ہو۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ۷۵، بخاری جلد ا صفحہ ۱۴۹)

فَائِدَہ: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نفل نہیں پڑھتے۔ مثلاً موقعہ اور سہولت نہ ہونے کی وجہ سے یا تعب کی وجہ سے یا منزل کی طرف جلدی چلنے کی وجہ سے، علامہ عینی نے لکھا ہے کہ سفر میں نوافل اور سنت کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ (جلد ۷ صفحہ ۱۵۴)

سفر میں بھی تہجد پڑھتے

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد نفل نہ پڑھتے اور بیچ رات میں نماز پڑھتے۔ (بخاری صفحہ ۱۴۸)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں (کبھی) فرض سے قبل اور بعد میں نہ پڑھتے (یعنی سنت) مگر رات کی نماز پڑھتے۔ (سنن کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۸)

فَائِدَہ: تہجد کی فضیلت اور اہتمام کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سفر میں بھی نہ چھوڑتے۔ اسی وجہ سے اہل علم کی ایک جماعت نے تہجد کو سنت موکدہ قرار دیا ہے۔ خیال رہے کہ سفر کی سنتوں میں قصر نہیں ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۴۴)

سفر میں سنت کے مطابق اہل فقہ یہ فرماتے ہیں کہ قیام اور پڑاؤ کی حالت ہوتو پھر پڑھے ۔ حضرت ابن عمر کے متعلق منقول ہے کہ فرائض کے قبل اور بعد کی سنتوں کو تو نہ پڑھتے مگر تہجد پڑھا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۱۵۳)

سفر کرنے سے پہلے اور سفر سے واپس آنے کے بعد نماز پڑھتے

حضرت مطعم بن مقداد کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان کے لئے اپنے گھر میں چھوڑنے کے لئے اس سے بہتر کوئی شی نہیں کہ وہ دو رکعت سفر کرتے وقت پڑھا جائے۔ (طبرانی، شرح منیہ المصلی صفحہ ۳۴۱)

حضرت کعب بن مالک ذکر کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس چاشت کے وقت آتے، پہلے مسجد جاتے دو رکعت نماز پڑھتے پھر بیٹھ جاتے۔ (ملاقات کے لئے)۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۴۸)

مزید سفر کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عام اسوہ حسنہ کو شمائل جلد سوم میں دیکھئے۔

تمت بفضل اللّٰہ وعونہ، ۲۶ر شوال ۱۴۲۲ ویلیل انشاء اللّٰہ الجلد الثامن انشاء اللّٰہ تعالیٰ اولہ الزکٰوۃ والصوم والجنائز وغیرھا.